۲۹۱۵۸
CHECKED
RARE BOOK
NOT TO BE ISSUED

راتوں کی نیند حرام کر دینے والا

قصّہ

میرزائی

Checked
1987

صرف نام اور مقام کی تبدیلی کے بعد بلا کم و کاست ایک سچی سرگزشت

کنور پرتاب سنگھ

بی۔ ایس۔ سی۔ آنرز۔ (گلاسگو اینڈ ڈبلن) ایم۔ آر۔ اے۔ ایس۔
اے۔ ایم۔ آئی۔ سی۔ ای۔ (لنڈن) چارٹرڈ سول انجینیر

دوسرا ایڈیشن — قیمت فی جلد چودہ آنہ
جملہ حقوق محفوظ — خاص ایڈیشن سوا روپیہ

پتہ: منتری لٹریچر منڈل دہلی

ڈیڈیکیشن

رئیس الوزراء رائے بہادر سر ایس ایم پاپا کے ٹی۔ سی آئی ای۔ پرائم منسٹر اندور کے نزدیک ہندوستانی جاتیوں کی آپس میں دشمنی کا سبب ایک دوسرے کے دھرم سے ناواقفیت ہے اور آپس کے پریم کا علاج یہ ہے کہ مسلمان ہندو دھرم کی اپاسنا کریں اور ہندوؤں کا فرض ہے کہ مسلمانوں کی اچھی باتوں کا ذکر کریں اور ایک دوسرے کی برائی، عیب جوئی نکتہ چینی کرنی چھوڑ دیں تو تھوڑے ہی دنوں میں ہندو مسلمانوں کی دشمنی دوستی سے بدل جائے۔ اس لئے میں نے مسلمانوں کے دو بڑے فرقوں کی ایک عظیم الشان غلط فہمی دور کرنے کے واسطے یہ پستک ایک غیر جانبدارانہ تبصرہ کر کے سر پاپا کی خواہش کی پہلی قسط پبلک کے سامنے پیش کی ہے اور بڑی شردھا اور پریم سے سر پاپا کے شبھ نام کے ساتھ اس کتاب کو ڈیڈیکیٹ کرتا ہوں:-

گر قبول افتد زہے عز و شرف

نیاز کیش

ہرپرتاپ سنگھ خلف کنور رام سنگھ

بالکل سچا افسانہ

میرزا فانی

بیوی سے محبت کرنا اور بیوی کے علاوہ ہر عورت کو اپنی ماں بہن سمجھنا کوئی اخلاقی جرم ہے نہ مذہبی بلکہ اللہ تعالیٰ نے قرۃ العین آنکھوں کی ٹھنڈک بنایا ہے اس لئے اگر میں یہ کہوں کہ مجھے اپنی بیوی سے بیحد محبت تھی اسلئے تمام کاروبار زنانہ مکان میں کرتا رہتا تھا۔ میری لوکل سیریٹی کی پیلی بھی نہ تھی بلکہ پورا کا پورا دربار ہی ہیل بزنس (ڈاک پر ہوتا تھا) بے لبیں آنے جانے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ یہی وجہ تھی کہ تین مہینے سے گھر میں گوشہ نشیں تھا یار دوست آتے ان کو میرے ملازمین یہ کہکر رخصت کر دیتے کہ میر صاحب کی ہدایت کے مطابق آپ کو کہتا ہوں کہ وہ ملاقات نہیں کریں گے۔ ان آنیوالوں میں کوئی کام کا آدمی نہ تھا محض ملنے جلنے اور وقت ضائع کرنے والے لوگ تھے۔ ایک روز صبح کو قریباً نو بجے ڈاک آئی تو ایک خط ہمارے خسر صاحب کا بھی تھا لفافہ کو دیکھتے ہی میں نے پہچان لیا کیونکہ ان کے فارم اور لفافوں پر مونوگرام بنا ہوا ہوتا تھا میں نے اس خط کو کھولکر پڑھا اس کی یہ عبارت تھی۔

جان پدر سلمہا بعد دعا واضح ہو کہ دسمبر کی بڑے دن کی چھٹیوں میں تمہارے بڑے بھائی گھر کو آتے ہوئے تمہیں اپنے

ساتھ لیتے آئیں گے پھر کچھ دن رہکر تم کو تمہارے خاوند آکر لیجائیں گے
تیسرے دن کی چھٹیوں میں ابھی ایک ہفتہ باقی ہے تم تیار رہنا اور اپنا تمام
زیور اور کپڑے بھی اچھے اچھے لانا کیونکہ تمہاری چچازاد بہن کی شادی ہے

دعاگو ۔ عبدالعزیز

اس خط کو پڑھکر خدا جانے میرے دل میں ایک کرب اور بیچینی کیوں
پیدا ہوگئی بار بار خط کو پڑھتا اور رونے لگ جاتا۔ مجھے روتا ہوا دیکھکر
بیگم نے دریافت کیا کیوں جی۔ خیریت ہے کیا بات ہے۔ کیوں رونے
لگے اور یہ کہکر بچوں کی طرح میرے گلے میں بیگم نے باہیں ڈالدیں۔
بیگم کا باہیں ڈالنا میرے لیے غضب ہوگیا اتنے میں بچوں کی طرح پھوٹ
پھوٹ کر رونے لگا۔ بیگم بار بار رونے کا وجہ دریافت کرتی تھی
اپنے ریشمی اور معطر رومال سے میرے آنسو پونچھ رہی تھیں اور میں
روئے چلا جاتا تھا۔ آخر بیگم نے وہ خط اٹھا کر پڑھا اور کہنے لگیں کہ اس
خط میں ایسی کونسی بات ہے جو آپ روئے چلے جاتے ہیں۔ میں نے کہا
اگر تمہارے بھائی نہیں ایا جائینگے تو میرا کیا حال ہوگا۔ بیگم نے کہا کہ پندرہ
بیس روز کے بعد تم مجھے جاکر لے آنا جب سے میری شادی ہوئی ہے
ایک دفعہ بھی میں میکے نہیں گئی حالانکہ شادی کے دس پندرہ ہی روز کے
بعد لڑکی اپنے میکے جایا کرتی ہے اور میں تو تین ماہ کے بعد جارہی ہوں
اپنی بہن بھائی ماں باپ کے دیکھنے کے واسطے میرا بہت دل چاہ
رہا ہے میں نے ایک ٹھنڈی سانس لیکر کہا ؎

جب میرا دشمن جانی ہو تو ہو کونکر علاج ۔ کون رہبر ہو سکے

[illegible] کر آپ کی مرضی تشریف لیجائینگی۔

لیجائے۔ مگر سچ سچ بتاؤ کہ مجھے بھول تو نہیں جاؤ گی؟ بیگم نے بانہیں ڈالکر کہا کہ میں کیوں بھول جانے لگی اپنے اچھے سے میاں کو مختصر یہ کہ ایک ہفتہ کے بعد اُن کے بھائی صاحب تشریف لائے جو شن جج تھے اور صبح کی گاڑی سے آئے اور شام کی گاڑی سے بیگم کو لیکر چلے گئے بیگم کا روزانہ محبت بھرا خط آتا تھا اور میں المکتوب نصف الملاقات سمجھکر اپنے دل کو ڈھارس دے لیتا تھا مگر طبیعت میں گھبراہٹ اور پریشانی کسی طرح کم نہیں ہوتی تھی ہر روز ایک وحشتناک خواب دیکھتا تھا اور پریشان ہو ہو کر بڑی لمبی دعائیں کرتا تھا آخر ایک ہفتہ کے بعد بیگم کا خط آیا تو اس نے ان تمام پریشان خوابوں کی تعبیر کر دی وہ خط یہ تھا۔

جان فرخ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آج دستر خوان پر تمام بہن بھائی بھتیجے بھانجے والدین بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے تھے اور میں بھی ان میں بیٹھی کھا رہی تھی اتنے میں ابا جی میری طرف دیکھکر بولے کہ میری فرخ کی تو زندگی برباد ہو گئی۔ آکا بھائی بولے کیوں ابا جی؟ کیا بات ہے۔ اس کا خاوند تو ماشاء اللہ بڑا لائق بڑا نیک بڑا عالم فاضل امیر کبیر ہے ابا جی نے ایک ٹھنڈا سانس لیکر کہا مگر مرزائی ہے۔

آکا بھائی بولے تو کیا ہوا مرزائی مسلمان نہیں ہوتے ابا جی تیزی سے چیخ کر بولے مرزائی مسلمان کہاں سے آئے لاحول ولا قوۃ اول درجے کے کافر ہیں مکہ مدینہ معظمہ تک کے علماء نے ان پر کفر کا فتوی دیدیا ہے۔ آکا بھائی نے کہا تو ابا جی یہ تو شادی سے پہلے دیکھنے کی بات تھی اب کیا ہو سکتا ہے؟ ابا جی نے کہا اس وقت تو دس کی تین ہزار کی آمدنی نے ہمیں اندھا کر دیا تھا کہ تین ہزار روپیہ

ماہوار کی آمدنی ہے ہماری لڑکی آرام سے رہیگی مگر شادی کے بعد معلوم ہوا کہ وہ مرزائی ہے اس لئے اب میں فرخ کو اس کے پاس جانے ہی نہیں دونگا ورنہ وہ میری فرخ کو بھی مرزائی کریگا آکا بھائی نے کہا وہ بازدعوی کرکے آپ سے اپنی بیوی کو لے لیگا ابا جی نے کہا اگر اس نے عدالت کے ذریعہ میری لڑکی لے لی تو میری خانہ بربادی اور میرے اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ہونے اتنی بڑی ریاست کا وزیر اعظم ہونے پر لعنت ہے۔ آکا بھائی نے کہا ابا جی آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ وزیر اعظم کے بجائے اگر لفٹننٹ گورنر بھی ہوں تو عدالت کے حکم کے آگے آپ مجبور رہیں گے ابا جی نے کہا کہ عدالت تک نوبت ہی کیوں آنے دوں گا جب وہ اپنی بیوی کو لینے کے واسطے آئیگا تو میں اس کو قتل کرا دونگا یہ ریاستوں میں آئے دن ایسے قتل ہوتے رہتے ہیں کسی کے فرشتے خان کو بھی خبر نہیں ہوتی تم اطمینان رکھو میں نے تمام پروگرام بنالیا ہے مولویوں کا فتوی ہے کہ مرزائی کا قتل مباح ہے، مرزائی کی بیوی بھگانا جائز ہے مرزائی کا مال لوٹ لینا گناہ نہیں۔ اس کے بعد خادمہ نے آکر اطلاع دی کہ خربائی نس نے اسی وقت آپ کو یاد فرمایا ہے۔ ابا جی کھانے سے فارغ ہو کر چلے گئے اور قریباً بارہ بجے رات کو آکر سو گئے میں نے تمام رات پریشان کروٹیں بدل کر گذاری اور رو رو کر میری آنکھیں سوج گئی ہیں رات کو تین بجے سب سے خفیہ طور پر آپ کو خط لکھ رہی ہوں خدا کے لئے یہاں آنیکی کوشش نہ کرنا اللہ جامع المتفرقین ہے اپنی خیریت سے اطلاع دیتے رہیے اور اس خط کا کوئی ذکر نہ آنے پائے ہم بہن بھائیوں کی تربیت ہی ایسے

رنگ میں ہوئی ہے کہ ہم میں سے کوئی ابا جی کے سامنے نہیں بولتا اسلئے میں خاموش رہی نہ مجھ سے اس معاملہ میں کسی نے کوئی بات کی پھر کبھی موقع ہوا اور اب کبھی اس موضوع پر بات ہوئی تو میں کہہ دونگی کہ میں بھی زہر کھا کر مر جاؤں گی مگر ابا جی بڑے ظالم آدمی ہیں میرا خیال معلوم ہونے پر شاید وہ مجھے بھی قتل کرا دیں ہز ہائی نس کی بہن کے متعلق بدچلنی کا شبہہ ہو گیا تو ابا جی کے مشورہ ہی سے اس بیچاری کو قتل کرا دیا گیا اور کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوئی ریاستوں میں بڑا اندھیر ہوتا ہے خدا کے لئے یہاں آنے کا ہرگز نام نہ لینا فقط۔

آپ کی صورت کو ترسنے والی

آپ کی بیگم

(۱) خط کو پڑھکر طبیعت میں ایسا دھکا لگا کہ گویا میری بیوی کے خدا نہ کرے دشمن مر گئے دل پہلے ہی بھرا رہتا تھا اب دروازہ بند کر کے رونا شروع ہوا آنکھ سے آنسو بند ہی نہیں ہوتے تھے کوچ کے اوپر ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا مغرب کے بعد یکلخت طبیعت میں ایک بات پیدا ہوئی اور اسی وقت میں نے حجام کو بلا کر داڑھی مونچھ مونڈوا ڈالی اور بہت معمولی لباس پہنکر ریاست میں پہونچا تاکہ اپنی بیوی کو ان ظالموں کے پنجے اور متعصب لوگوں کے چنگل سے نکال لاؤں کیونکہ اگر سیدھے طریقہ سے لڑتا تو میری منکوحہ اور جائداد کا ان کے آہنی شکنجہ سے نکلنا غیر ممکن تھا بلکہ وہ میرے قتل کے درپے رہتے میری سسرال کے شہر میں ایک میرا دوست معزز دکاندار رہتا تھا اس کے ہاں جا پہونچا اس کی بیوی کا انتقال ہو گیا تھا

وہ بھی بڑا پریشان تھا اس کو میں نے منع کر دیا کہ میرے آنیکا کسی سے
ذکر نہ کرے آدمی ہر طرح قابل اعتبار تھا دو عورتیں میں نے ملازم
رکھ لیں اور لاہور سے ایک روپیہ میں سولہ سو صفحات فروخت ہونے
والے ناول پچیس روپئے سے منگوا کر میں نے ایک عورت کو دیئے
کہ جاؤ وزیر اعظم کے گھر میں لیجا کر ان کو فروخت کرو ان کے ہاں بہت
سی عورتیں پڑھی لکھی ہیں ایک آنہ کے پچاس ورقے گن کر دینا ایک
ہفتہ تک وہ عورت کتابیں لیکر وہاں جاتی رہی اور لڑکیاں اس کو
کہدیتیں کہ بیٹھ جا پڑھ کر دیکھ لیں کتاب اچھی ہوئی تو خرید لیں گے ایک
ہفتہ میں اس عورت کو وزیر صاحب کے تمام گھر سے بخوبی واقفیت
ہو گئی اب میں نے ایک روز اس عورت سے دریافت کیا کہ وزیر
صاحب کے ہاں کتنی عورتیں ہیں اور ان کے کیا کیا نام ہیں تو عورت
نے جواب دیا ایک بڑی ننھی ہیں ایک منجھلی ننھی ہیں اور ایک چھوٹی ننھی
ایک بڑی صاحبزادی ہیں ایک چھوٹی ہیں ایک بڑی بیگم صاحب ہیں
ایک منجھلی بیگم صاحب ہیں ایک بڑی دلہن ہیں ایک منجھلی دلہن ہیں ایک
ایک چھوٹی دلہن ہیں میں نے کہا بڑی ننھی کیا کرتی ہیں وہ بولی کہ بڑی
ننھی تو سب سے الگ تھلگ بیٹھی رہتی ہیں ان کا کمرہ الگ ہے وہ تو
کچھ غم زدہ سی معلوم ہوتی ہیں کسی سے بات چیت بھی نہیں کرتیں میں نے
کہا تو انھوں نے تجھ سے کوئی کتاب لیکر نہیں پڑھی۔ کہنے لگی کئی کتابیں تو
انھوں نے لیں مگر ان کو پسند نہیں آئیں، میں نے کہا کہ یہ ایک جلد بندھی
ہوئی کتاب تو بڑی ننھی کو دیدینا اور کہنا کہ بڑی ننھی یہ کتاب تو میں صرف
تمہارے واسطے لائی ہوں تم اس کو پڑھکر دیکھ لو اگر پسند آوے تو

خرید نا ورنہ نہیں، مگر یاد رکھ کہ یہ کتاب اور کسی کو ہرگز ہرگز مت
دکھانا جب اچھی طرح وہ عورت میری بات کو سمجھ گئی تو میں نے اس
کتاب کے اندر ایک خط لکھکر رکھدیا وہ عورت حسب دستور کتابیں
لیکر وزیر صاحب کے ہاں پہونچی اور تمام لڑکیوں نے حسب قاعدہ
اس کو گھیر لیا اور ایک ایک کتاب ہر ایک نے لیکر پڑھنی شروع
کردی عورت نے جب دیکھا کہ سب مصروف ہوگئی ہیں تو چپکے
سے وہ کتاب لیکر اوپر گئی اور جاکر کہا کہ یہ کتاب صرف تمہارے
واسطے لائی ہوں تم پڑھکر دیکھو اگر پسند آئے تو خرید نا ورنہ نہیں
چنانچہ وہ کتاب دیکر فوراً ہی نیچے اتر آئی تھوڑی سی دیر کے بعد اس
عورت کو بڑی ننھی نے بلایا اور اس سے دریافت کیا کہ تو یہ کتاب
کہاں سے لائی ہے عورت نے کہا ایک کتب فروش ہے جس کی
میں ملازم ہوں اس نے یہ کتاب دی تھی بڑی ننھی نے کہا کہ یہ کتاب
سیدھی اسی طرح بند کی بند اسی کتب فروش کے پاس لیجا اور اس سے
کہنا کہ اس کتاب کا دوسرا حصہ مجھے چاہیئے ۔ اور دیکھ کسی کو یہ کتاب
نہ دکھانا اگر تو اس کا دوسرا حصہ لیکر آئی تو تجھکو ایک روپیہ انعام دونگی
وہ عورت سیدھی کتاب کو لئے میرے پاس آئی میں نے کہا ذرا
ٹھیر جا دوسرا حصہ دیکھ لوں کتاب کو میں نے جس ڈورے سے
باندھ دیا تھا اسی طرح انھوں نے باندھ کر بھیجا تھا میں نے علیحدہ
کمرہ میں جاکر کھولا تو اس کے اندر میرے خط کا جواب تھا کہ تم آج
رات کو ایک بجے ہماری کوٹھی کے مشرقی حصہ کی طرف آکر یوکلپٹس
کے بڑے درخت کے پاس آجاؤ میں تار کے اندر سے نکل آؤنگی

پھر تمہارا جہاں جی چاہے مجھے بیجانا اگر یہ میرا پروگرام تمہیں منظور ہو تو
اس عورت کے ہاتھ صرف اتنا کہلوا کر بھیجدو کہ اس کتاب کا دوسرا
حصہ میرے پاس موجود نہیں ہے میں نے خط کو پڑھا اور اسی وقت
سجدہ میں گر گیا اس کے بعد عورت کو میں نے کہا کہ جا کر بڑی نخفی سے
کہنا کہ اس کا دوسرا حصہ میرے پاس موجود نہیں اگر تم ایک روپیہ دیدو
تو کل منگوا دوں گا وہ عورت اچھا کہکر چلی گئی رات کو ٹھیک وقت پر
میں پہونچ گیا قریبا پندرہ منٹ انتظار کرنے کے بعد بیگم آئیں میں نے
سواری کا انتظام کر رکھا تھا ان کو سیدھا اسٹیشن پر لیکر آگیا اور رات کو
چار بجے کے میل سے ان کو لیکر سوار ہو گیا دوسرے دن لاہور پہنچ
گیا بیوی پہلو میں آگئی مگر پریشانی رفع نہیں ہوئی وہی پریشان خوابی
سلسلہ بدستور جاری تھا۔ تمام دن استغفار پڑھتا اور آیت کریمہ
لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ کا تمام دن
ورد رکھتا تھا صدقہ اور خیرات کے علاوہ تہجد کو باقاعدہ اٹھکر دعائیں
کرتا بیگم بیچاری مجھے تسلی اور تشفی دیتی تھیں کہ میں تمہاری منکوحہ ہوں
باقاعدہ ہزاروں آدمی کی موجودگی میں میرا تمہارا نکاح ہوا ہے میں
عورت پریشان نہیں ہوں تم مرد ذات ہو کر اس قدر پریشان کیوں ہو
میں بخوشی تمہارے ساتھ آئی ہوں مثل مشہور ہے کہ میاں بیوی راضی
تو کیا کریگا قاضی میں نے کہا کہ تمہارے عزیز و اقارب ضدی کٹر
متعصب ظالم مغرور اور علم دین سے جاہل واقع ہوئے ہیں اسلئے
مجھے ان لوگوں سے خطرہ ہے بیگم بولیں کہ آخر یہ مرزائی کیا بلا ہے
ہمارے گھر میں تو نہ کوئی روزہ رکھتا ہے نہ نماز پڑھتا ہے نہ

نہ قرآن کی تلاوت کرتا ہے داڑھی منڈواتے ہیں شراب پیتے ہیں
اور وہ پھر بھی مسلمان ہیں اور تم نماز پڑھتے ہو روزہ رکھتے ہو قرآن شریف
پڑھتے ہو تہجد کو اٹھتے ہو صدقات خیرات زکوٰۃ دیتے ہو اور پھر بھی
تم کافر ہو آخر مجھے بتاؤ تو سہی کہ مرزائی کیا بات ہے ہم لوگ نماز
روزہ حج زکوٰۃ ترک کر کے بھی مسلمان ہیں اور تم نماز روزہ حج زکوٰۃ
ادا کر کے بھی کافر ہو؟ تمہیں میری جان کی قسم گلے میں باہیں ڈال کر بولیں
تمہارا کلمہ کیا ہے میں نے ہنسکر کہا میرا کلمہ لآ الٰہ الا اللہ محمد الرّ
سول اللہ۔ بیگم بولیں اور تم قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہو کلمہ
بھی وہی ہے قرآن شریف بھی وہی ہے سچ بتاؤ کہ یہ کیا گورکھ دھندا
ہے؟ اس قدر باتیں ہو نے پائی تھیں کہ ملازم نے آکر کہا چار پولیس
کے سپاہی اور ایک سب انسپکٹر آیا ہے اور آپ کو پوچھتا ہے میں
نے کہا ان کو بٹھاؤ میں ابھی آتا ہوں میں نے وضو کر کے دو رکعت
نماز پڑھی اور سلام پھیر کر بیگم سے کہا کہ اگر واقعی تم وفادار اور
فرمانبردار خاوند سے سچی محبت کرنیوالی بیوی ہو تو قسم کھاؤ خدا
کی تم کسی کے بہکاوے میں نہیں آؤ گی اور مجھے کسی طرح نہیں چھوڑو گی
اور میرے گھر سے بلا میری اجازت قدم نہیں اٹھاؤ گی اور ہر مصیبت کا
مقابلہ کرو گی بیگم نے قسم کھائی اور میں نیچے گیا تو سب انسپکٹر نے تین
وارنٹ میرے نام کے دکھائے ایک اغوا کا تھا دوسرا زیور
چوری کرنے کا تھا اور تیسرا ڈکیتی کا تھا۔ سب انسپکٹر نے کہا یہ
تینوں قابل ضمانت وارنٹ ہیں مگر میں کیا کروں مجھے پرائیویٹ طور پر
ہدایت ہے کہ میں ضمانت نہ لوں اور عدالت میں آپ کو پیش کروں۔

میں نے کہا میں کپڑے پہن کر ابھی آتا ہوں چنانچہ میں اوپر گیا اور بیگم کو
تمام حال سنا کر اور اچھی طرح سمجھا کر نیچے اتر آیا اس کے بعد ملازموں کو
ہدایات دیں اور پولیس کے ساتھ روانہ ہو گیا پولیس نے مجھے جس
عدالت میں پیش کیا اگرچہ وہ میرا واقف کار تھا مگر اس وقت اس نے
اس طرح مجھ سے برتاؤ کیا کہ گویا میری اس کی واقفیت نہیں اور
دراصل یہی فساد کی جڑ اور ہمارے اور ہمارے خسر صاحب کے
پروگرام کا بنیادی پتھر تھا، مجھے جیل میں بھیجدیا گیا جیل میں ایک جیل
کے ملازم سے واقفیت پیدا کر کے دس روپئے کا لالچ دے کر
دوات قلم منگوائی اور چند دوستوں کے نام رقعے لکھکر اپنے ملازم
کے پاس بھیجدیئے شام کو جواب آیا کہ کوئی ضمانت دینے کے واسطے
تیار نہیں ہوتا دوسرے دن معلوم ہوا کہ وہ سشن جج صاحب جو ہمارے
بڑے سالے تھے اور ان کا دوسرا بھائی جو منصف تھا اور تیسرا بھائی
بیرسٹر لاہور میں آئے ہوئے ہیں اور میرے ہی گھر میں ٹھیرے ہوئے
ہیں اپنے اثر اور رسوخ سے کام لے رہے ہیں اور ساتھ ہی میری
بیوی کو ہمراہ لیجانے کے واسطے ورغلا رہے ہیں مگر میں کیا کر سکتا
تھا خیر مختصر یہ کہ مردے از غیب بروں آید و کارے بکند۔ چوتھے
روز میری ضمانت ہو گئی جس روز میری ضمانت ہوئی اسی روز میں نے
ایک خواب دیکھا کہ کوئی مجھے کہہ رہا ہے کہ پوسٹ مین تمہاری رہائی کا
پروانہ لایا ہے اس کے بعد میں نے دیکھا کہ میں روزہ دار ہوں
مگر پاخانے میں لوگوں سے چھپ کر پانی پی رہا ہوں اور خود ہی دل میں
کہتا ہوں کہ میں بیمار ہوں اور بیمار کو روزہ رکھنا جائز نہیں۔ خواب

طویل ہے مختصر یہ ہے کہ اس خواب کے ماتحت سیدھا ڈاکخانہ گیا
قریباً ساڑھے نو بجے تھے ڈیوری کلرک میرا واقف تھا اس لئے میں
ڈیوری کلرک کے پاس پہونچا اور میں نے اس سے دریافت کیا
کہ فلاں ڈپٹی صاحب کی ڈاک کونسا پوسٹ مین تقسیم کرتا ہے ڈیوری
کلرک نے کہا نیاز محمد میں فوراً نیاز محمد کا پتہ لگا کر اس کے پاس پہونچا
اور دریافت کیا کہ فلاں ڈپٹی صاحب کا کوئی خط ہے۔ اسنے کہا ہاں تین اخبار
دو لفافے چار پوسٹ کارڈ اور ایک رجسٹری ہے میں نے کہا ذرا
مجھے دکھا دو اور دس روپئے کا نوٹ میں نے اس کے ہاتھ میں پکڑا دیا
اس نے کہا آئیے ذرا موقع پاکر دکھاؤنگا میں اس کے ساتھ ہو لیا
تو لائبنس بنک کے احاطہ میں اس نے داخل ہو کر مجھے ڈاک دکھائی
لفافہ جو رجسٹری تھا وہ ہمارے خسر صاحب کا تھا میں نے دس
روپیہ کا نوٹ اور اس کے ہاتھ میں دیا اور کہا کہ ذرا اس کو کھولکر
مجھے پڑھنے دو پوسٹ مین بولا کہ لاؤ میں اس کا کھولنا جانتا ہوں پوسٹ مین نے
بڑی احتیاط کے ساتھ رجسٹری کھولدی اور میں نے اس کو پڑھا پھر میں
نے اس سے کہا کہ یہ رجسٹری تم مجھے دیدو وہ بولا کہ رجسٹری تلف ہو جائیگی
سترہ پچیس روپیہ ہے۔ میں نے کہا یہ تم پچاس روپیہ لے کو پوسٹ مین
نے کہا کہ مجھے تو پچیس ہی ملیں گے میں نے کہا میں اس سے پہلے
دے چکا ہوں اس وقت میرے پاس روپیہ نہیں میرے اوپر اگر
اعتبار کرو تو میرے ساتھ چلو گھر چلکر تمہیں بیس روپیہ اور دیدوں گا۔
پوسٹ مین بولا کہ اس وقت تو میں آپ کے ساتھ چل نہیں سکتا قریباً
چار بجے اگر میں نہیں پہنچ لوں گا میں نے کہا منظور ہے پوسٹ مین رجسٹری

مجھے دیکھ چلا گیا میں سیدھا گھر پہونچا تمام ملازمین مجھے دیکھکر حیرت میں رہ گئے
میں نے ان سے کہا کہ میری ضمانت کس نے دی وہ سب حیرت سے
بولے کہ ہمیں تو معلوم نہیں میں اس کے بعد گھر میں پہونچا تو تینوں سالے
مجھے دیکھکر بکلیجت بولے کہ لو نتھی مبارک تمہارے دولھا آگئے جن کے
واسطے تم اس قدر پریشان تھیں میں نے ان میں سے کسی سے بات نہیں
کی اور سیدھا بیگم کے کمرہ میں چلا گیا اور جلیلن لٹکادی بیگم نے کہا کہ تمہارے
تمام یار دوستوں نے ضمانت دینے سے انکار کر دیا جب کسی طرف سے
بھی کوئی اُمید نہ رہی تو مجبوراً کل میں نے کپڑے پہنے اور ملازم سے
کہا کہ جاؤ ایک فٹن لاؤ میں کچہری جاؤں گی تو آکا بھائی نے کہا تم کچہری
جاکر کیا کروگی ؟ میں نے کہا ضمانت دیکر انھیں لاؤنگی تو منجھلے بھائی
بولے کہ اب یہ بھی ایک کسر رہ گئی تھی کہ ہمارے گھر کی عورتیں کچہریوں میں
جاکر اپنے باپ بھائیوں کی ناک نہیں کٹواتی تھیں اب تم جاکر یہ بھی کرو
میں نے کہا میری ناک تو جیلخانہ میں ہے اگر وہ بقول آپ لوگوں کے
کافر ملعون بے ایمان تھا تو کیوں میری اس سے شادی کری تھی میں خدا
نہ کرے اس کے ساتھ یارانہ کرکے تو نہیں بھاگی ہوں اگر وہ کافر ہے
تو میں اس کافر کے ساتھ تمام عمر گذاروں گی چھوٹے بھائی بولے بیشک
ہم سے غلطی ہوئی تب ہی تو ہم اس سے تمہیں چھوٹا رہے ہیں اور اپنی
غلطی کو بھگتنے کے واسطے تیار رہیں میں نے کہا کہ ہمارے ہاں لڑکیوں کا
ایک ہی خاوند ہوتا ہے اب تم نے جس سے میری شادی کر دی وہ میرا
خاوند ہے خواہ وہ کافر ہے یا ملعون ہے میں تو جاؤں گی اور ضمانت
دیکر چھوڑاؤں گی تم اسے قید کراؤ میں اس کو رہا کراؤں گی منجھلے بھائی

ہنسکر بولے کہ بیشک لڑکے کو لوہا ہی کاٹتا ہے آخر ہے تو ہم بھائیوں کی بہن؟ ؎

تمہاری تیغ کا منہ چڑھ کے بولیا لوسہ
کبھی نہ آپ سے ہم دیکے بانکپن میں رہے

آکا بھائی بولے کہ ہمارا ارادہ اس کو قید کرانیکا نہیں بلکہ ہمارا ارادہ تو یہ ہے کہ مقدمات میں پھنسکر ہمارے دباؤ میں آکر وہ تمہیں طلاق دیدے میں نے کہا کہ اسلام نے مساوات رکھی ہے جس طرح وہ طلاق دینیکا مجھے حق رکھتے ہیں اسی طرح میں بھی خلع کا حق رکھتی ہوں مگر تم طلاق چاہتے ہیں تو طلاق نہیں چاہتی مجھے تو آپ لوگ سمجھ لیں کہ میں مرگئی میں تو اس مرد کے سوا دوسرے مرد کا منہ دیکھنے کے واسطے کسی طرح بھی تیار نہیں خواہ ادھر کی دنیا ادھر ہو جائے۔ سب باتیں شادی سے پہلے دیکھنے والی تھیں میں سچ کہتی ہوں کہ میں ہرگز ہرگز اپنے خاوند کو نہیں چھوڑ سکتی وہ میرے آقا ہیں میں ان کی کنیز ہوں وہ کافر ملعون ہیں مگر تم بے نمازوں سے ہر طرح اچھے ہیں شریف زادہ ہیں شریف اطوار ہیں جملہ خوبیوں کے مالک ہیں۔ اتنے میں ملازم نے آکر آواز دی کہ فٹن آگئی ہے میں نے برقع پہنا تو جلدی سے منجھلے بھائی آئے اور کہنے لگے تو جا کر دیکھ میں تیرا سر پھاڑ دونگا۔ ناشدنی ہماری عزت برباد کرنے لگی ہے آکا بھائی جلدی سے اٹھے اور انھوں نے منجھلے بھائی کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہنے لگے وہ حق پر ہے تم ناحق غصہ کرتے ہو ایک اور نیا مقدمہ بنانے لگے ہو اس کے گھر میں بیٹھے ہو پندرہ سولہ اس کے جاں نثار ملازم موجود ہیں ہم سب کی تکا بوٹی کر ڈالیں گے

اُن کی آنکھوں میں خون اترا ہوا ہے پھر مجھ [illegible] ہو کر بولے کہ
بی بی تو اطمینان سے بیٹھ [illegible] ضمانت [illegible] تیرے خاوند کو لاتا ہوں
اگر کل تک وہ نہ آجائے تو [illegible] جو کچھ تیرا جی چاہے کرنا تو آزاد ہے
میں کیڑے [illegible] مار کر بیٹھ گئی پھر خدا جانے کہ ان لوگوں نے کس سے ضمانت
دلوائی؟

میں اس قدر باتیں سنکر انکے کمرہ میں گیا۔ اور میں نے کہا کہ تم لوگوں کو
میرے مکان میں ٹھیرتے ہوئے شرم نہیں آتی ایک طرف تو تم مجھے
قید کرانے کی فکر میں ہو اور پھر دوسری طرف تم لوگ میرے مکان میں
آکر ٹھیرے ہو شرافت اسی کا نام ہے؟

حسبہ دلا و راست دزدے کہ بکف چراغ دارد

سشن جج صاحب بولے کہ ہماری نیت بری نہیں بلکہ ہمارا مطلب
آپ کے مکان میں ٹھیرنے سے یہ تھا کہ تمہیں دق کر کے صلح صفائی
سے معاملہ طے کر لیتے میں نے کہا اب میری اور آپ کی صلح نہیں ہو سکتی
میں تو تم سب لوگوں کو قید کراؤں گا ان کے منجھلے بھائی بولے اخا آپ
کے اندر یہ دم خم ہے تو بہت اچھا ہم بھی دیکھیں گے اور جو تمہاری
طاقت میں ہے تم وہ کرو اور جو کچھ ہماری طاقت میں ہے ہم کریں گے
میں نے کہا کہ یہ انگریزی راج ہے کابل نہیں کہ جو آپ مجھے سنگسار
کرا دیں گے اور اگر کابل بھی ہوتا تو کیا میں اس صداقت کو چھوڑ دیتا
کہ جس کو میں نے علی وجہ البصیرت حاصل کیا ہے مجھے ان گیدڑ بھبکیوں کی
پرواہ نہیں میں نے بہت سے وزیر اعظم اور خان بہادر اور سشن جج
دیکھے ہیں اتنے میں بیگم آگئیں اور ان کا نام سنکر سشن جج صاحب

بولے کہ دیکھ تیرے میاں کے سر پر موت سوار ہے بیگم میرا ہاتھ پکڑ
کے لے گئیں اور مجھ سے کہنے لگیں کہ یہ لوگ بڑے اثر اور رسوخ
والے ہیں ان کو غصہ دلانے سے ہمارا فائدہ نہیں بلکہ نرمی سے جو
کام نکل جائے تو بہتر ہے آپ ایسے حلیم اور بردبار ہو کر غصہ میں آ گئے
میں نے کہا بیگم آپ کو معلوم نہیں میں ان لوگوں کو ناکوں چنے چبوا دونگا
میں شریفوں کے ساتھ شریف ہوں اور کمینوں کے [illegible] ہتھیار
بھی استعمال کرنا جانتا ہوں بیگم جس کو آپ ماہر ایک کام شدت
اور صداقت کے اندر رہتا ہے [illegible] کیا اب آپ بھی ان کے مقابلہ
میں [illegible] فریب سے کام لیں [illegible] الاذن بالاذن والسن بالسن
والجروح قصاص اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کی شریعت نے مجھے
اجازت دی ہے [illegible] باتوں کے جھوٹ باتوں سے نہیں مانگتے ہیں
بال جس وقت [illegible] میں شریعت اور سچائی کے خلاف کوئی بات کروں
تو [illegible] روک دینا اگر کتا کسی کے پاؤں میں کاٹے تو جواباً کتے کے
پاؤں میں نہیں کاٹا کرتے مگر کتے کے ڈنڈا مارا کرتے ہیں میں غصہ
کے ہاتھ فروخت نہیں ہوا کرتا اتنے میں وہ تینوں میرے سالے
اپنا اسباب لیکر دوسری جگہ چلے گئے۔ تھوڑی دیر ٹھیر کر عنل کہ ہے
اور کپڑے پہنکر رجسٹری خط خسر صاحب کا اور وہ خط جو سالے کہ لڑکا
تھا کہ یہاں آیا تو قتل کرا دونگا نیز اس سے پہلے بیگم کا بندھی کہ ہم نے
شادی سے پہلے کی تمام خط و کتابت لیکر نکلا اوپر دو تین مقدمے
کے پاس انجان بنکر گیا کہ جس کو میری مخالفت [illegible] وہ دب کر اور عجب
کیا ہوا تھا اور نہ صرف اس قدر بلکہ اس پارٹی سے [illegible] کوئی مطلب نہیں۔

صاحب کا بھی وہ بڑا گہرا دوست تھا کہ جن کے اشارے اور حکم سے
میرے وارنٹ نکلے تھے اور جن کے اجلاس میں میرا مقدمہ تھا اور
یہ ڈپٹی صاحب ہمارے خسر صاحب کے ساختہ پرداختہ تھے جس زمانہ
وہ گورنمنٹ میں اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر تھے اس زمانہ میں ڈپٹی صاحب کو
گرداور قانون گو سے انھوں نے نائب تحصیلدار اور پھر تحصیلدار اور
پھر ڈپٹی کلکٹر بنایا تھا۔ وکیل صاحب کے پاس پہونچکر میں نے کہا کہ میں
آپ کو اپنا وکیل کرنا چاہتا ہوں اور واقعات یہ ہیں کہ لاہور کے
افسر مال صاحب پانچ ماہ پیشتر میرے پاس آئے اور فرمانے لگے
کہ میرے ایک معزز دوست نے مجھے لکھا ہے کہ میں آپ کی آمدنی کی
تصدیق کروں اس لئے مجھے یقین دلائیے کہ واقعی آپ کی کیا آمدنی ہے
میں نے کہا کہ میری مقامی بکری ایک پیسہ کی بھی نہیں ہوتی جو کچھ آمدنی ہوتی
ہے وہ بذریعہ منی آرڈر ہوتی ہے آپ ڈاکخانہ سے تصدیق کر لیجئے
افسر مال صاحب کی جو کمبختی آئی تو باقاعدہ آفیشل حکم لکھکر ڈاکخانہ سے
کاغذات منگوا کر دیکھ لئے اور وہ ان کا حکم ڈاکخانہ میں موجود ہے اور
کچہری کے رجسٹروں میں موجود ہے محض ان ڈپٹی صاحب کی تصدیق
کی بنا پر فلاں وزیر اعظم کی بیٹی سے میری شادی ہو گئی اب وہ ڈپٹی
[illegible] کہتے ہیں کہ ناصر الدین احمد نے مجھے حنفی بتا کر میری لڑکی سے
[illegible] حالانکہ میں نے کبھی خط میں اپنے آپ کو حنفی نہیں لکھا وکیل
[illegible] آپ کو کس طرح معلوم ہے کہ ڈپٹی صاحب نے
[illegible] ق کری میں نے کہا کہ میری بیوی نے شادی
[illegible] خط کو اپنے والد کی میز سے اٹھا لیا تھا اور

اور وہ خط انہی کے پاس رہا اور اب وہ خط میرے قبضہ میں ہے وکیل صاحب بولے کہ ڈپٹی صاحب کے خط میں اور کیا لکھا ہوا ہے؟ میں نے کہا یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ میں نے نہ صرف آمدنی کی تحقیق کی بلکہ یہ بھی معلوم کیا کہ لڑکا نہایت نیک چال چلن کا اور سعید شریف مزاج کا ہے اور ہر طرح قابل اطمینان ہے وکیل صاحب بولے کہ اچھا پھر کیا ہوا؟ میں نے کہا کہ پھر میری شادی ہو گئی اور لڑکی میرے گھر میں تین ماہ تک رہی اور ان کا ایک بھائی جوسٹس جج ہے اپنی بہن کو لے گیا اور پھر ان کے باپ یعنی میرے خسر نے کہا کہ اگر وہ میری ریاست میں آیا تو میں اسے قتل کرا دوں گا وکیل نے کہا اس کا کیا ثبوت ہے میں نے کہا ان کی بیٹی کے ہاتھ کا خط میرے پاس موجود ہے وکیل صاحب بولے پھر کیا ہوا میں نے کہا کہ میں بھیس بدل کر ریاست میں گیا اور کسی ترکیب سے اپنی بیوی کو لیکر چلا آیا اب ان وزیر صاحب نے میرے اوپر تین مقدمات فوجداری چلا دئیے ہیں اور اس مقدمہ کو خود انہی ڈپٹی صاحب نے اپنے پاس رکھا ہے اور میرے تینوں سالے اس کی پیروی کر رہے ہیں اور ایک رجسٹری خط آج مجھے ملا ہے کہ جو ڈپٹی صاحب کے نام آیا ہے جو میرے خسر صاحب نے خود اپنے ہاتھ سے لکھا ہے اور اس میں لکھا ہے کہ تمہیں یہ تو معلوم ہی گیا کہ یہ وہی لڑکا ہے کہ جس کی آمدنی اور چال وچلن کی آپ نے تصدیق کی تھی مگر افسوس کہ لڑکا قادیانی ہے اور شادی سے قبل ہماری آنکھوں پر ایسی پٹی بندھی کہ ہم نے مذہب کے متعلق تحقیقات نہ کی اب جو تم نے اس کے اوپر دو تین مقدمے کرا کر گرفتار کرا لیا ہے تو اس بات کو یاد رکھو کہ کسی طرح وہ دب کر اور عجب میں آکر لڑکی کو طلاق دیدے اس سے زیادہ ہمارا کوئی مطلب نہیں۔

وکیل صاحب بولے کہ یہ خط آپ کے پاس کہاں سے آیا میں نے کہا کہیں سے آیا آپ کو اس سے کیا تعلق۔ وکیل کہنے لگا آپ مجھے وکیل بھی کرنا چاہتے ہیں اور حالات بھی مجھ سے پوشیدہ رکھتے ہیں اس طرح میں آپ کی وکالت کس طرح کروں گا۔ میں نے کہا مجھے کسی جگہ پڑا ہوا وہ خط ملا ہے۔ وکیل صاحب کہنے لگے آپ چاہتے کیا ہیں۔ میں نے کہا کہ اس ڈپٹی پر مقدمہ کرنا اور اپنے خسر اور سالوں پر مقدمہ کرنا چاہتا ہوں وکیل کہنے لگا اجی اس جھگڑے سے کیا فائدہ، اگر آپ مقدمہ کرنا ہی چاہتے ہیں تو میرا پیشہ وکالت ہے کاغذات آپ دیجائیں میں غور کر کے عرضی دعوی لکھونگا میں نے کہا میں کاغذات تو اپنے ہمراہ نہیں لایا رات کو لے آؤنگا وکیل صاحب نے کہا بہت اچھا رات کو لے آئیگا میں رخصت ہو کر چلا آیا اور ان کے مکان سے کچھ فاصلہ پر موٹر میں منہ چھپا کر بیٹھ گیا اب اپنا خواب پھر یاد آیا کہ اس رجسٹری خط کا حاصل کرنا پائخانہ میں چھپ کر پانی پینا خواب میں مراد تھا احمدی ہو جانے کے بعد انسان زندہ ولد ہو جاتا ہے لہذا میرا فرض ہے کہ دنیا پر دین کو مقدم کروں گناہ کا احساس ہوا مگر دل کی کمزوری نے فتوای دیا کہ جب وہ لوگ جھوٹ بولے، اور مجھے قید کرانے کے واسطے جوڑ توڑ کار ہے ہیں اور میں ان کے ہی خط سے اپنی سچائی ثابت کرنا چاہتا ہوں میں نے خط تو جعلی نہیں بنایا البتہ خط کے حاصل کرنے کا ذریعہ ناجائز حاصل کیا ہے مگر اس کے سوا اور کون سے ذریعہ سے حاصل کرتا، تھوڑی سی دیر کے بعد کپڑے پہن کر وکیل صاحب ایک ٹانگہ میں بیٹھکر روانہ ہوئے اور میں ان کے تعقب میں روانہ ہوا۔ آخر وکیل صاحب سیدھے انھی افسر مال صاحب کے

کے مکان پر پہونچے میں دور ہی کھڑا رہا نصف گھنٹہ کے بعد گھبرائے
ہوئے ڈپٹی صاحب معہ وکیل صاحب کے اپنی موٹر میں روانہ ہوئے
میں بھی ان کے پیچھے روانہ ہوا میرے دل نے پھر کہا کہ ان کا تعقب کرنا
اور جستجو کرنا نہیں چاہیئے پھر خود ہی دل نے کہا کہ یہ لڑائی ہے اور دشمن
کی نقل و حرکت سے واقف رہنا جاسوسی نہیں اور جنگ میں لڑائی میں کامیابی
دھوکہ بازی سے ہوتی ہے یہ سوچتا ہوا چلا جا رہا تھا کہ آخر وہ شیخ محمد صاحب
بیرسٹر کے ہاں پہونچے جہاں میرے تینوں سالے ٹھیرے ہوئے تھے
نصف گھنٹہ کے بعد معہ تینوں سالے وکیل صاحب اور ڈپٹی صاحب
ایک میرے بہت ہی معزز احمدی سوداگر کی کوٹھی پر پہونچے اور میں یہ
سمجھا کہ میرا تیر صحیح نشانہ پر لگا ہے اپنے گھر واپس لوٹ آیا اور تمام واقعات
میں نے بیگم کو سنائے بیگم کچھ غمگین ہو کر بیٹھ گئیں میں عصر کی نماز پڑھ کر
چائے پی رہا تھا کہ چھ سات میرے معزز دوستوں کو لیکر میرے تینوں
سالے تشریف لائے اور ان دونوں نے مجھ سے معاملات کے متعلق
گفتگو شروع کی میں نے کہا کہ اس جگہ جتنے آدمی اس معاملہ میں راضی
نامہ کرانے کے واسطے آئے ہیں اتفاق سے سب کے سب وہ لوگ
ہیں کہ جنھوں نے میری ضمانت دینے سے انکار کر دیا تھا لہذا میں اب ان
لوگوں کو یہ کہدینا چاہتا ہوں کہ جو لوگ میرے دکھ درد میں کام نہیں
آئے میرے اور کسی معاملہ میں ان کو دخل دیتے ہوئے شرم آنی چاہیئے
ان کو اپنی غلطی کا احساس ہونا چاہیئے جس تعلق اور رشتہ کی بنا پر آپ
لوگ صلح کرانے آئے ہیں وہ احمدیت کا رشتہ ہے اور اسی احمدیت کے
رشتہ سے آپ کو میری ضمانت دینی چاہیئے تھی مجھ سے ہمدردی کرنی چاہیئے

میری مخالفت کی وجہ احمدیت ہے نہ کچھ اور آپ لوگ خود اپنے دلوں میں غور کریں کہ میں اور آپ ایک ہی باغ کے پھل اور ایک ہی درخت شہنیاں ہیں چونکہ آپ لوگوں کی عزت میرے آقا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کیا کرتے تھے اس لئے میں آپ لوگوں کو کچھ کہنا گناہ سمجھتا ہوں کیونکہ خدا کے برگزیدہ نبی نے آپ کا احترام کیا ہے۔ میرا اس قدر کہنا تھا کہ ان لوگوں کے حلق میں کچھ اٹک گیا تھوڑی سی دیر تک وہ لوگ خاموش بیٹھے رہے اور پھر خود ہی شرمندہ ہو کر چلے گئے البتہ میرے تینوں سالے موجود رہے اور کچھ دیر کے بعد سشن جج صاحب نے فرمایا کہ اگر آپ اجازت دیں تو آپ کی ہمشیرہ آپ کی بیگم صاحبہ سے میں ایک بات کر لوں میں نے کہا اگرچہ آپ کے والد نے یہ فرمایا تھا کہ اگر وہ یہاں آیا تو میں اس کو قتل کرا دوں گا مگر میں اُس کے جواب میں آپ کو حضرت صاحب کا مصرع سناتا ہوں

گالیاں سنکر دعا دو پا کے دکھ آرام دو

جائیے صرف ایک آپ نہیں بلکہ آپ کے تینوں بھائی اپنی بہن سے میری عدم موجودگی میں گفتگو کر سکتے ہیں وہ تینوں زنانہ میں گئے میں دفتر میں بیٹھا رہا اور کاغذات ضروری جو تھے وہ میں نے قفل کر کے بینک میں احتیاطاً پہونچا دیئے۔

اب ہر روز دن میں دو چار بڑے بڑے آدمی میرے پاس آتے تھے کہ کسی طرح صلح ہو جائے چوتھے روز مجھے معلوم ہوا کہ سشن جج صاحب ریاست میں جا کر اور تمام واقعات سنا کر اپنے والد کو لیکر لاہور تشریف لائے ہیں اور ان کے ہاتھ کا ایک رقعہ بیگم کے نام

آیا کہ میں بہت بیمار ہوں مجھے آکر دیکھ جاؤ، بیگم نے مجھ سے دریافت کیا میں نے کہا کہ ہرگز مت جانا یہ کوئی نئی چال ہے۔

وہ کہنے لگیں اچھا کسی آدمی کو بھیجکر تصدیق کر لیجئے کہ واقعی وہ بیمار ہیں یا بہانہ بنا رہے ہیں میں نے کہا جس کو تم کہو اسے بھیجدوں بیگم نے خود ہی گھر کی خادمہ کو روانہ کیا اور اس نے آکر کہا وہ تو بالکل اچھے خاصے ہیں تب ان کو اطمینان ہو گیا۔ دوسرے دن سر فضل حسین کے ہاں سے ایک رقعہ آیا کہ مجھے بڑی خوشی ہوگی اگر آپ میرے ہمراہ چار بجے شام کو چائے پئیں میں نے چند اور بھی دوستوں کو چائے پر بلایا ہے۔ میرے دل میں تو خیال ہوا کہ اس سے پہلے مجھے کبھی چائے پر نہیں بلایا آج کیا بات ہے؟ پھر میں نے خیال کیا کہ شاید کوئی بات ہو۔ چائے پر جانے میں کیا حرج ہے چنانچہ میں وہاں پہونچا تو یہی ہوا کہ ہمارے وزیر اعظم صاحب معہ اپنے تینوں بیٹوں کے وہاں موجود تھے علیک سلیک مزاج پرسی کے بعد چائے آگئی اور سر فضل حسین نے فرمایا کہ مجھے بڑا افسوس ہے کہ آپ لوگوں کے درمیان غلط فہمی پیدا ہو گئی ہے میں نے کہا میاں صاحب ذرا بنائے مخاصمت تو ملاحظہ فرمائیے اور مخالفت کا اس درجہ بڑھ جانا کہ میں ان کی ریاست میں چلا جاتا تو یہ مجھے ضرور قتل کرا دیتے سر فضل حسین نے فرمایا کہ کیوں خان بہادر صاحب آپ اس درجہ مرزائیت کے کیوں مخالف ہیں؟ خان بہادر صاحب فرمانے لگے کہ مرزائی لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے سر فضل حسین نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیوں میر صاحب آپ لوگ

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے میں نے کہا جناب کی ملاقات حضرت مرزا صاحب سے وفات کے دو تین روز پہلے ہوئی تھی آپ کو خوب معلوم ہے کہ حضرت مرزا صاحب کا کیا یہ عقیدہ تھا؟ اور ان کے ہر ایک پیرو کا کیا یہ عقیدہ ہے؟ بلکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ جو حضور اکرم کو خاتم النبیین نہیں مانتا وہ کافر مردود اور ملعون ہے۔ خان بہادر صاحب تیزی سے بولے کہ یہ بالکل غلط ہے اگر یہ لوگ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین واقعی مانتے تو مرزا صاحب کو پھر کس طرح نبی مانتے؟ تمام دنیا کے علماء نے خواہ مخواہ تو ان مرزائیوں کو کافر نہیں کہا میں نے کہا آپ نے دو باتیں فرمائیں اوّل یہ کہ ہم خاتم النبیین مانتے تو حضرت مرزا صاحب کو کیوں نبی مانتے اس کا جواب یہ ہے کہ حضور کے بعد نبی کا ہونا خاتم النبیین کے مخالف نہیں دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم کے زمانہ کے علماء نے حضرت موسیٰ کو کافر کہا حضرت یعقوب کے زمانہ کے علماء نے حضرت یعقوب کو کافر کہا حضرت عیسیٰ کے زمانہ کے علماء نے حضرت عیسیٰ کو کافر کہا اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے علماء نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کافر کہا اور یہ سلسلہ پھر یہیں ختم نہیں ہو جاتا بلکہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر حضرت عثمان کو ان کے زمانہ کے علماء نے کافر کہا چنانچہ شیعہ اب بھی ان کو کافر مانتے ہیں سشن جج صاحب فرمانے لگے یہ غلط ہے شیعہ کافر نہیں مانتے بلکہ منافق مانتے ہیں میں نے کہا گو نہیں سہی؟ منافق اور کافر میں کیا

کیا فرق ہے؟ قرآن شریف فرماتا ہے انّ المنافقین فی الدرک الاسفل من النار کہ منافقوں کے واسطے اسفل درجہ کی جہنم ہے اور اسی طرح کافروں کے واسطے آتا ہے انّا اعتدنا للکافرین سلاسل اغلالاً وسعیراً ۃ کہ کافروں کے واسطے زنجیریں اور طوق جہنم ہے۔

غرضکہ جس طرح علماء پہلے بزرگوں کو کافر کہتے چلے آئے اسیطرح حضرت مرزا صاحب کو یہ لوگ کافر کہتے ہیں ورنہ ؎

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں ؐ

یہ حضرت مرزا صاحب کا شعر ہے اور یہ ہمارا عقیدہ ہے۔ جن مولویوں نے اپنے گھر کی ذلیل ترین پائخانہ اٹھانے والی بھنگن کو بھی تبلیغ کر کے مسلمان نہیں بنایا وہ سچے مسلمانوں کو کافر بنانے کا پیشہ اختیار کر چکے ہیں۔ خان بہادر صاحب فرمانے لگے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا میں نے کہا یہ بھی ویسی ہی بات ہے جیسی کہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں۔ آج صنائی اسی وجہ سے گمراہ ہو گئے کہ ان کا یہ عقیدہ ہو گیا کہ خدائے تعالیٰ کی صفت اور طاقت انبیاء کے پیدا کرنے والی قدرت کو وہ معطل سمجھتے ہیں، یہودی اسی وجہ سے گمراہ ہوئے کہ موسیٰ کے بعد کسی نبی کے آنے کے قائل نہیں، عیسائی بھی اسی وجہ سے گمراہ ہوئے کہ ان کے نزدیک حضرت عیسیٰ کے بعد نبی آنے کا عقیدہ انھوں نے ترک کر دیا اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا

کہ یہود جس طرح گمراہ ہو گئے تھے اسی طرح میری اُمت یہود کے قدم بقدم چلیگی چنانچہ آج رسول کریم کی اُمت بھی یہ عقیدہ رکھتی ہے حالانکہ قرآنشریف میں صاف طور پر یہ تنبیہ موجود ہے ولقد جاءکم یوسف من قبل بالبینٰت فما زلتم فی شک من ما جاءکم بہ حتّٰی اذا ھلک قلتم لن یبعث اللہ من بعدہ رسولاً کہ حضرت یوسف کے مبعوث ہونے پر ان لوگوں نے ان کی نسبت شک کیا جو توں کر کے حضرت یوسف پر ایمان لائے اور جب حضرت یوسف فوت ہو گئے تو یہ لوگ کہنے لگے کہ اب حضرت یوسف کے بعد کوئی رسول نہیں آئیگا اللہ تعالیٰ اس واقعہ کو بیان فرمانے کے بعد یہ ارشاد فرماتا ہے کذالک یضل اللہ من ھو مسرف مرتاب یہی حد سے گذر جانے والی گمراہی ہے۔ انسان کتنا ہی بڑا عاقل۔ عالم۔ تجربہ کار۔ دقیق النظر۔ آزاد طبع ہو لیکن خاندانی روایتیں قومی خیالات معاصرین کی صحبت، گرد و پیش کے حالات ایسی چیزیں ہیں کہ زیادہ تر انسان انہی باتوں کے قالب میں ڈھلتا ہے ہندوؤں کو دیکھو کہ کیسی عقل مند قوم ہے مگر گائے کے گوبر گئو کو متبرک مانتی ہے۔ عیسائی کیسی عقل مند قوم ہے مگر باپ بیٹا روح القدس اور کفارے کے گورکھ دھندے سے نہیں نکل سکتی اسی طرح آپ قرآنشریف کے عقیدہ اور ارشاد کے موافق گمراہی کی باتیں کر رہے ہیں اور لطف یہ ہے کہ مجھے آپ اُلٹا گمراہ بنا رہے ہیں۔ آپ چاروں باپ بیٹے ہر بات کے سمجھنے کی قابلیت رکھتے ہیں حساب آپ جانتے ہیں جغرافیہ آپ جانتے ہیں بیرسٹری

آپ جانتے ہیں فلسفہ آپ جانتے ہیں جغرافیہ آپ جانتے ہیں منطق
آپ جانتے ہیں قانون آپ جانتے ہیں اکونٹ آپ جانتے ہیں سیاست
اور تمدن آپ کو معلوم ہے غرضیکہ دنیا بھر کی باتیں سمجھنے کی آپ کے
اندر قابلیت ہے اور آپ اتنی سی معمولی بات کو نہیں سمجھ سکتے کہ نبی
پہلے کیوں آئے تھے اور نبیوں کی کیوں پہلے اس قدر ضرورت تھی کہ
چھ ہزار سال میں ایک لاکھ بیس ہزار نبی آئے یعنی قریباً ایک صدی میں
کئی سو نبی پہلے تو مبعوث ہوا کرتے تھے اور حضرت رسول کریم صلی اللہ
کے بعد نبی آنے قطعی بند ہو گئے آخر اس کا فلسفہ کیا ہے اور اس بات
میں کیا حکمت ہے۔ نبی کے آنے کا مقصد پہلے غور فرمائیے اللہ
تعالیٰ فرماتا ہے کہ ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ
یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ
کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ بھگوت گیتا میں بھی سری کرشن جی
مہاراج نے قریباً یہی بات فرمائی ہے جس کا ترجمہ بادشاہ اکبر کے وقت
فیضی نے کیا ہے ؎

چو بنیاد دیں سست گردد بسے
نمایم خود را بشکل کسے

کہ جب دھرتی پاپوں سے بھر جاتی ہے تو میں کسی شکل میں خود آکر
اصلاح کرتا ہوں اسی طرح اللہ نے فرمایا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کے مبعوث ہونیکی وجہ یہ ہے کہ جب انسان گمراہی میں جا پڑا
تو اللہ تعالیٰ نے حضرت رسول کریم کو مبعوث فرمایا تاکہ وہ اللہ کی آیات
آپ پڑھکر سنائے اور تزکیہ نفس کرائے اور کتاب اور حکمت

سکھائے۔ اس آیت میں انبیا کی بعثت کا مقصد بیان کیا ہے اس پر ٹھنڈے دل سے غور فرمائیے کہ نبی کا کام کتاب پڑھانا علم و حکمت سیکھانا اور تزکیہ نفس کرانا ہے اگر ہندو عیسائی سکھ پارسی بدھ یہودی مسلمانوں کی نسبت یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ مسلمان پیدا ہوتے ہی عالم دین اور دنیا کے تمام علوم کا فاضل ہوتا ہے وہ کبھی جھوٹ نہیں بولتا چغلی نہیں کھاتا گالی نہیں دیتا ہر مسلمان کے سپرد اپنی حسین بیوی بیٹی بہن کر دیتے ہیں کوئی حرج نہیں کیونکہ وہ بڑا مزکی انسان ہے مسلمان کو کبھی غصہ نہیں آتا وہ کبھی خیانت نہیں کرتا وہ کبھی دھوکہ فریب نہیں کرتا کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد ہر مسلمان مزکی پیدا ہوتا ہے میں کہتا ہوں کہ آپ کے بی۔ اے ہونے کو اور آپ کے ایل۔ ایل بی ہونیکو آپ کے سشن جج ہونے کو تو تمام قومیں تسلیم کرتی ہیں مگر آپ کے مزکی ہونیکو کوئی نہیں مانتا اور اگر مسلمانوں میں علم و حکمت کتاب اور تزکیہ نفس حاصل کرنے کے لئے ویسی ہی ضرورت ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ نبی کا آنا بند ہو جائے مجھے بار بار تعجب ہوتا ہے کہ آپ نہایت ذی شعور عقلمند لائق فائق منصف مزاج آدمی ہیں مقدمات کے تصفیہ کرنے میں مدعی اور مدعا علیہ اور گواہوں اور دستاویزوں کے جھوٹے اور سچے ہونے میں آپ کمال درجہ کی ذکاوت اور عقلمندی کا ثبوت دیتے ہیں مگر اس موٹی سی بات کے سمجھنے میں آپ کی عقل کہاں چلی جاتی ہے۔

تمام دنیا مر گئی اور مرتی چلی جا رہی ہے۔ کوئی بادشاہ حکیم ڈاکٹر جنرل شاعر مقرر مقنن بہادر بزدل نبی ولی ہر شخص کو موت ہے

موت ہے اور روزمرہ کا مشاہدہ ہے کسی کا مرنا کوئی تعجب انگیز
نہیں، جب کہا جاتا ہے کہ سکندر مر گیا یا دارا مر گیا یا برادر ہمایوں
مر گیا تو کسی کو ایک سیکنڈ کے واسطے تعجب نہیں ہوتا موت کا مسئلہ
اس قدر سیدھا سادھا ہے کہ احمق سے احمق انسان کے سمجھنے میں
بھی دقت نہیں ہوتی ہاں اگر کسی سے کہا جائے کہ فلاں آدمی دو ہزار
برس سے زندہ ہے تو عقلمند ہی نہیں بلکہ بے وقوف بھی اس بات پر
تعجب کریگا مگر حضرت عیسیٰ کے معاملہ میں ہمارے ہاں کے بڑے
بڑے فلاسفر اور منطقی بھی سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے ہم وہ بات
کہتے اور وہ کرتے ہیں کہ جو بالکل سیدھی سادھی ہے کہ حضرت عیسیٰ
بھی اسی طرح مر گئے جس طرح دوسرے انبیا علیہ السلام فوت ہو گئے
اس سیدھی سادھی بات کے تسلیم کرنے پر ہم کافر ہیں اور یہ دنیا سے
نرالی بات کہتے ہیں کہ جس کو عقل سلیم کبھی مان ہی نہیں سکتی کہ حضرت
عیسیٰ دو ہزار برس سے آسمان پر بیٹھے ہیں یہ لوگ سراسر عقل و فہم سے
بالا بات کہنے پر مسلمان ہیں اور عقلمند ہیں جسٹس جج صاحب فرمانے
لگے صاحبزادے ہمارا عقیدہ قرآن و حدیث کے مطابق ہے
اور تمہارا عقیدہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے میں نے کہا جناب
برعکس ارشاد فرما رہے ہیں کیونکہ آپ کے عقیدہ کو قرآن شریف
دھکے دیکر نکال رہا ہے۔ حضرت عیسیٰ کی دنیا میں تین پوزیشن ہیں
اول انسان کی اور اس کے متعلق صاف فرما رہا ہے۔ الم نجعل
الارض کفاتا احیاء و امواتا کہ ہم نے یہ زمین مردوں اور زندوں
کے واسطے کافی بنائی ہے یہ ایک قاعدہ کلیہ اور نہ ٹلنے والا قانون ہے

کہ کتنی ہی طاقت سے تم کسی چیز کو پھینکو وہ آخر نیچے ہی آتی ہے کشش
ثقل اس کا نام ہے لہذا انسان ہونیکی حیثیت سے تو وہ کل نفس
ذائقۃ الموت کے مطابق فوت ہو گئے دوم ان کی حیثیت نبی کی
ہے اور انبیا کی نسبت بھی ایک ایسا ہی اللہ تعالیٰ نے قاعدہ کلیہ فرمایا
کہ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل ۔ کہ محمد صلی اللہ
علیہ وسلم بھی ایسے ہی رسول ہیں کہ جس طرح حضرت رسول کریم سے
پہلے تمام رسول فوت ہو گئے آدم سے تا ایں دم نوح موسیٰ داؤد
سلیمان وغیرہ نبیری حیثیت ان کی معبود ہونیکی ہے جیسے کہ عیسائی
اور آپ جیسے مسلمان ان کو اللہ کی طرح حی وقیوم مانتے ہیں
جس کو اونگ ہے نہ نیند ہے خان بہادر صاحب بولے کہ استغفر اللہ
مسلمانوں کا تو یہ عقیدہ نہیں میں نے کہا کہ جو دو ہزار برس سے زندہ
ہے وہ حی اور قیوم نہیں تو پھر کیا ہوا منچلے صاحب بولے اور
اونگ اور نیند کا عقیدہ کس طرح پیدا ہوا میں نے کہا کہ اگر حضرت
عیسیٰ سوتے ہیں تو کھاتے پیتے بھی ہوں گے اور جو کھائیگا پیئے گا
اس کے لئے ہگنا موتنا بھی لازم و ملزوم ہیں اور آسمان کے اوپر
ہگنا موتنا غیر ممکن لہذا لا تاخذہ سنۃ ولا نوم چھوٹے صاحب
فرمانے لگے آپ تو عقلی باتیں کرتے ہیں سر فضل حسین ہنسکر فرمانے
لگے آئندہ بے عقلی کی باتیں کیجئے چھوٹے صاحب کھسیانے ہو کر
فرمانے لگے کہ میرا یہ مطلب تھا کہ قرآن کی رو سے دلائل پیش
کیجئے میں نے کہا کہ یہ تینوں طریقے میں نے قرآن شریف سے
ہی بیان کئے ہیں خان بہادر صاحب نے فرمایا کہ قرآن شریف میں

آتا ہے وما قتلوہ وما صلبوہ یقینا بل الرفعہ اللہ الیہ
میں نے کہا آپ کے والد کو صلیب ہوئی یا قتل ہوئے؟ خان بہادر
صاحب فرمانے لگے نہ وہ قتل ہوئے نہ وہ صلیب پائے تو میں بولا
پھر وہ آسمان پر چڑھ گئے یا جو شخص صلیب نہ پائے یا قتل نہ ہو تو اسکی
موت ہی واقع نہیں ہوتی فرمانے لگے اس جگہ بل رفعہ اللہ الیہ
کا صاف قرینہ بھی تو موجود ہے میں نے کہا تو پھر جب آپ کو
کوئی یہ آکر کہے کہ فلاں شخص کا انتقال ہوگیا اور آپ بیساختہ اس پر
فرمادیں انا للہ وانا الیہ راجعون تو کیا آپ اس الیہ کے قرینہ سے
یہ مان لیتے ہیں کہ ہر شخص مرجانے کے بعد آسمان پر چڑھ جاتا ہے فرمانے
لگے رفعہ بھی تو میں نے کہا کہ آپ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ
چوتھے آسمان پر ہیں حالانکہ قرآن شریف کی آیت میں نہ چوتھے کا لفظ ہے
نہ آسمان کا مگر دونوں لفظ آپ زبردستی قرآن کے اندر داخل کرنیکے
آرزومند ہیں حدیث میں آتا ہے اذ تواضع العبد رفع الی السماء
السابعۃ کہ جب کوئی میرا بندہ کسی کی تواضع کرتا ہے تو میں اُس کو
ساتویں آسمان پر اٹھالیتا ہوں اب اس حدیث میں رفع بھی موجود ہے
آسمان بھی موجود اور ساتواں بھی موجود ہے تو مجھے بتائیے کہ میاں
صاحب نے ہماری تواضع فرمائی تو کیا اب یہ ساتویں آسمان پر
بیٹھے ہوئے ہیں؟ حضرت میاں صاحب بھی آپ کے ہم عقیدہ ہیں
اب پانچوں آدمی ملکر مجھے جواب دیجئے اگر میرے لئے تشفی بخش نہ ہو تو خیر نہ ہو
تو آپ کو ہی مطمئن کردے۔ بھلا غور تو کیجئے کہ کس قدر بودا عقیدہ ہے
اے میاں صاحب اب میں اجازت چاہتا ہوں مغرب کا وقت

ہونے والا ہے میں نے کافی وقت آپ کا برباد کر دیا۔ چاروں اصحاب بیٹھے رہے اور میاں صاحب میرے ساتھ اٹھکر باہر آئے اور فرمانے لگے کہ یہ کیا جھگڑا ان لوگوں کے ساتھ ڈال لیا ہے میں نے کہا میں صرف اس قدر چاہتا ہوں کہ پہاڑ کے نیچے سے ایک دفعہ اونٹ گذر جائے تو اس کو یہ معلوم ہو جائے کہ مجھ سے بھی کوئی چیز بڑی ہوتی ہے میاں صاحب نے فرمایا کہ کل چھٹی کا دن ہے آپ دوپہر کو ایک بجے میرے ساتھ ہی کھانا کھائیں اس وقت تفصیل سے گفتگو کروں گا مصافحہ کر کے رخصت ہوئے اور میں اپنے گھر چلا آیا گھر آکر دیکھا تو مولوی محرم علی صاحب چشتی اور مولوی محبوب عالم صاحب اور شیخ رحمۃ اللہ صاحب مالک انگلش ویر ہوس ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب میرا انتظار کر رہے تھے میں ان کے پاس بیٹھ گیا مولوی محرم علی صاحب چشتی فرمانے لگے کہ آپ اجازت دیں تو ہم خان بہادر کو یا ایس میں نے کہا کہ میں ابھی سر فضل حسین صاحب کے پاس سے آرہا ہوں اور وہاں وہ چاروں باپ بیٹے موجود تھے مولوی محبوب عالم صاحب فرمانے لگے کہ ہاں ہمیں معلوم ہے مگر وہاں کوئی گفتگو نہیں ہو سکی ان کے ٹیلیفون کرنے پر ہم لوگ آئے ہیں اور ایک نہایت اہم گفتگو کرنا چاہتے ہیں میں نے کہا بلا لیجئے فوراً ایک آدمی موٹر میں روانہ ہو گیا تو مولوی محرم علی صاحب فرمانے لگے آپ جیسا سمجھدار آدمی ہو کر ایسے نیک ہر دلعزیز مسلمانوں کے سچے خیر خواہ وزیر اعظم اور ان کے دیگر رفقاء کی عداوت اتارنے پر تلا ہوا بیٹھا ہے۔ کیا کسی عقلمند کے نزدیک یہ اپ کا فعل مستحسن ہو سکتا ہے؟ میں نے کہا اگر ایسے وزیر اعظم کو آپ ہر دلعز

اور مسلمانوں کا خیر خواہ فرماتے ہیں تو مجھے شرم محسوس ہوتی ہے کہ جو
شخص اپنے حقیقی داماد کو قید کرانیکی فکر میں لگا ہو ہے اور ایک نہیں
تین مقدمے فوجداری کے قائم کر کے اس کے ہاتھ میں ہتھکڑیاں
ڈالکر جیل بھجوا چکا ہے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر ان کا جال کامیاب
ہو جاتا تو میں قید نہیں ہوتا بلکہ میں رنج و غم میں تڑپ کر مر جاتا آپ نے
اُن کی سنی مگر میری نہیں سُنی آپ کو شاید معلوم نہیں کہ وہ یہ فیصلہ کر چکے
تھے کہ میں اُن کی بیٹی کو دینے کے لئے اگر ان کے گھر پہونچا تو وہ مجھکو
قتل کرا دیتے مرزا یعقوب بیگ صاحب فرمانے لگے ویسے ہی
دھمکی دی ہوگی انگریزی حکومت میں کسی کو قتل کرا دینا آسان ہے
میں نے کہا وہ ہز ہائنس کی حقیقی بہن کو قتل کرا چکے ہیں عدالتوں میں
روپیہ اثر و رسوخ کام کرتا ہے آپ کو کیا معلوم ہے کہ میں کن مصیبتوں
اور پریشانیوں میں سے گذر رہا ہوں خود اپنی خوشی سے مجھے بیٹی
دی اور خود ہی مجھ سے درخواست کری اور اب مجھے قتل کرانیکی
فکر میں ہیں وہ میرے خسر ہیں میں ان کو خوب جانتا ہوں دور کے
ڈھول سوہاونے ہوتے ہیں آجکل مسلمانوں میں ظاہر داری کے
سوا کچھ بھی نہیں لوگوں کے سامنے نماز روزہ خیرات اور اپنی آپ
تعریف کر کے اور لوگوں سے تعریف سنکر خوش ہونے والے
یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں نہ خدا کا خوف ہے اور نہ خدا کی
مخلوق سے ہمدردی ہے اوّل درجہ کے منافق اور خصوصاً امراء
کا شریف میں آتا ہے کہ اکابر مجرمیہا کہ بڑے بڑے لوگ
ہی مجرم ہوا کرتے ہیں اور غرباء کو محض ان کے پاس دولت

نہ ہونیکی وجہ سے جرائم پیشہ کہکر پکارتے ہیں، شراب پیتے ہیں، زنا کرتے ہیں نماز روزہ حج زکوٰۃ کا نام بھی نہیں لیتے کوئی فاقہ مرتا ہو اپاہج اُن سے مانگے تو ایک پیسہ نہ دیں مگر جہاں ان کی ناموری اور شہرت ہو وہاں ہزاروں روپیہ دیدیں۔ میں نے تو یہ ارادہ کر لیا ہے کہ انشاء اللہ جو کچھ بھی مصیبت آئیگی برداشت کرونگا مگر ان کو ضرور سبق دونگا۔ میرا اس سے زیادہ کوئی گناہ نہیں کہ مُنادیًا ینادی للایمان ان اٰمنوا بربکم ایک خدا کے بھیجے ہوئے پیغمبر نے اللہ کے حکم کی منادی کی اور میں نے اس کو مان لیا۔ انکار نہیں کیا اور ان لوگوں نے اس خدا کے فرستادہ کی آواز کو کان لگا کر نہیں سنا جس طرح یہودیوں نے حضرت موسیٰ عیسیٰ کا انکار کیا اور حضرت محمد رسول اللہ کی آواز کو ٹھکرا دیا اسی طرح ان لوگوں نے ہمارے زمانہ کے رسول کی آواز پر لبیک نہ کہا میں اسی قدر کہنے پایا تھا کہ وہ چاروں اصحاب تشریف لے آئے اور ان کے بیٹھنے کے ساتھ ہی محرم علی صاحب نے فرمایا کہ خان بہادر صاحب! بھلا آپ اپنے داماد سے کیوں ناراض ہیں مولوی محبوب عالم صاحب ہنسکر فرمانے لگے باپ بیٹوں کی کیا ناراضگی؟ محض ایک ذرا سا اختلاف ہو گیا ہے خان بہادر صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت رسول کریم خاتم النبیین ہیں اور ان کے داماد صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت رسول کریم خاتم النبیین نہیں میں نے کہا کہ جناب معاف فرمائیے خود ہی اعتراض کر کے خود ہی جواب نہیں دیا کرتے محرم علی صاحب نے فرمایا کہ آپ ان سے جواب سنئے علمی بات ہے اگر ہم نے اس علمی نکتہ کو

نہیں سمجھا اور چودہ سو برس سے یہ علمی نکتہ کسی کی سمجھ میں نہیں آیا تو آج یہ صاحبزادہ صاحب ہمیں سمجھا دیں گے ہم اپنی غلطی کا اعتراف کریں گے میں نے کہا چودہ سو برس سے یہ مسئلہ جس طرح چلا آتا ہے آج بھی اسی طرح ہے اس نے کوئی پیچیدگی اختیار نہیں کی بلکہ مرورِ زمانہ سے ہم لوگ اصلیت کو بھول گئے ہیں مولوی محرم علی صاحب فرمانے لگے کس طرح؟ میں نے کہا اگر میں کوئی نئی دلیل پیش کروں تو آپ اس کو نہ سنیں اگر میں نئی ڈکشنری سے خاتم النبیین کے معنی کروں تو آپ نہ مانیں مولوی محبوب عالم صاحب فرمانے لگے لغت کے علاوہ قرینہ اور محاورات اور زبان کی روزمرہ کا بھی خیال ہو میں نے کہا میں اس بات کو مانتا ہوں مثلاً بیٹھ گئی قرینہ کے لحاظ سے مختلف معنوں میں استعمال ہوتا ہے سخن سنج صاحب ہنسکر فرمانے لگے کہ بیٹھ گئی کے آپ دو ہی معنی کر کے دکھا دیجئے خان بہادر صاحب نے اُن کی طرف گھور کر میں نے کہا یہ علمی بات ہے ہر شخص کو آزادی ہونی چاہیئے کہ وہ علمی طور پر اعتراض کرے میں اس کا جواب دوں گا یہ تو جہلا کا کام ہے کہ

سُنتِ جاہلان است

کہ جواب نہ آید غصہ آید۔

ایک شخص نے دریافت کیا کہ آپ کے مکان کے پاس سب کچھ اچھا ہے مگر وہ آپ کے مکان کے سامنے جو رنڈی آدھی رات تک گلا پھاڑ پھاڑ کر گاتی ہے مجھے وہ بڑی ناگوار معلوم ہوتی ہے اُس نے جواب دیا کہ وہ تو فلاں شخص کے گھر میں بیٹھ گئی بہ معنی

نکاح کر لیا۔
دوسرا شخص بولا کہو تمہاری لڑکی تو اچھی ہے بھئی ماشاء اللہ اس کی آنکھیں تو بہت بڑی بڑی ہیں اُس نے جواب دیا کہ ارے میاں افسوس ہے کہ اس مرتبہ اس کے چیچک نکلی اور اس چیچک میں اس کی ایک آنکھ بیٹھ گئی یہ معنی پھوٹ گئی تیسرا شخص بولا کہ آپ کا مکان تو بہت اچھی جگہ واقع ہے مگر افسوس کہ سامنے کے حصہ میں ایک دیوار اتنی بلند ہے کہ تمہارے مکان تک ہوا نہیں آنے دیتی اس نے جواب دیا کہ اس برسات میں وہ دیوار بیٹھ گئی یہ معنی گر گئی چوتھا آدمی ہنسکر بولا کہ آپ ماشاء اللہ ہیں تو بڑے وضع کے پابند آپ نے جوتا جو کلکتہ کی ایک فرم سے منگوانا شروع کیا تو عمر گذر گئی اس کے ہاں سے جوتا منگواتے جوتا منگواتے رہے کہئے اب بھی اس کے ہاں سے جوتا منگواتے ہیں اس نے جواب دیا کہ ارے بھائی اس کساد بازاری میں وہ فرم ہی بیٹھ گئی یہ معنی دیوالہ نکل گیا پانچواں بولا ارے میاں ہر سال تقریر کیا کرتے تھے اس دفعہ تم نے کیوں تقریر نہیں کی اس نے جواب دیا کہ میں کیا تقریر کرتا میری آواز ہی بیٹھ گئی یہ معنی گلا پڑ گیا۔
چھٹا آدمی بولا کہ اوّل تو وہ بڑے دوست تھے مگر اب تو ایک دوسرے کی شکل سے بیزار ہو گئے ہیں اس نے جواب دیا کہ اس دن کی شکایت [illegible] کے دل میں بیٹھ گئی یہ معنی اثر کر گئی محترم علی چشتی صاحب فرمانے لگے [illegible] قاضی محبوب عالم صاحب اس شخص کا کس قدر وسیع مطالعہ ہے [illegible] نے کہا آپ نے کبھی جاہل یا محدود علم اور واقفیت والا بھی احمدی دیکھا ہے جب کبھی آپ کو کوئی احمدی نظر آئے گا وہ خدا کے فضل و

کرم سے سمجھدار ہی آدمی ہوگا ھل یستوی الذین یعلمون والذین
لا یعلمون ۔ ھل یستوی الاعمی والبصیر اندھا اور سوجاکھا
کیا برابر ہوتا ہے غیر احمدی عموماً کنویں کے مینڈک اور لکیر کے فقیر
پورانی رسوم اور اندھی تقلید کے پابند ہوتے ہیں اچھا معاف
فرمائیے میں دوسری طرف چلا گیا مولوی محبوب عالم صاحب فرمانے
لگے کہ کیا خاتم النبیین کے معنی بھی اسی طرح مختلف ہیں محرم علی صاحب
فرمانے لگے کہ یا تیں تو بڑی دلچسپ اور معلومات میں بیحد اضافہ
کرنے والی ہیں ہم سب کو چاہیئے کہ جو کچھ کسی کے دل میں اعتراض
پیدا ہوتا ہے وہ اعتراض کر کے اپنے جواب لے مولوی محبوب عالم
فرمانے لگے اگر آج ہم نے ان کو معقولات سے لاجواب نہ کر دیا
تو ہم لوگوں پر بھی افسوس ہے چونکہ یہ بہت معقول پسند ہیں اسلئے
آج یا تو ہمنے ان سے مرزائیت سے توبہ کرائی مرزا یعقوب بیگ
صاحب فرمانے لگے یا پھر سب نے احمدیت کو قبول کیا۔ مولوی
محرم علی صاحب فرمانے لگے کہ تم تو مرزا صاحب کی نبوت کے
قابل نہیں اس لئے آپ کو ہماری مدد کرنی چاہیئے شیخ رحمت اللہ
صاحب فرمانے لگے ہمارا اور ان کا تقطی اختلاف ہے اور وہ
اختلاف آپس میں گھر کے اندر فیصلہ کر لینے والا ہے اور اس وقت
ڈاکٹر مرزا یعقوب صاحب کو میں نے خود خاموش کر رکھا ہے،
لوگ بات بگاڑنے کے واسطے نہیں آئے بلکہ بات سنوارنے کے
واسطے آئے ہیں اصل مسئلہ ختم نبوت کا نہیں یہ تو اس وقت جملہ
معترضہ کے طور پر آگیا ہے بلکہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ آیا خان بہادر

صاحب کے داماد واقعی کافر مرتد ہیں اور ان سے لڑکی کو طلاق دلوانی
ضروری ہے یا نہیں اور یہ مسئلہ ایسا ہے کہ جو ہمارے اور ان کے درمیان
اختلافی نہیں آپ کے مولوی صاحبان تو لاہوری اور قادیانی دونوں کو
کافر سمجھتے ہیں اس لئے ہم اس معاملہ کو خان بہادر صاحب کے
سامنے صاف کر دینا چاہتے ہیں محترم علی صاحب فرمانے لگے دیکھئے
قرآن شریف میں آتا ہے ماکان محمد ابا احد من الرجالکم
ولکن الرسول اللہ وخاتم النبیین یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم
تم میں سے کسی ایک مرد کے بھی باپ نہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں
ان کے بعد کوئی نبی نہیں۔ ٹوٹی پوائنٹ صرف اس قدر ہے اسلئے
اس پوائنٹ سے الگ نہ ہو جئے میں نے کہا بہت اچھا سنئے خاتم النبیین
سے پہلے کی عبارت اس طرح نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اب تک ایک لاکھ
بیس ہزار نبی بھیجے مگر یہ دنیا ان کو جھٹلانے سے باز نہیں آتی اب
اللہ تعالیٰ ناراض ہو کر اس مردود قوم کے اوپر ہمیشہ کے واسطے اپنی
نبوت کی نعمت سے دنیا کو محروم کرتا ہے اس لئے محمد صلی اللہ علیہ
وسلم پر نبوت ختم کر دی گئی مولوی محترم علی صاحب نے فرمایا کہ ہاں
خاتم النبیین سے پہلے ایسی کوئی عبارت نہیں مگر قرآن شریف کا ترجمہ
کرتے وقت اس آیت کا شان نزول بھی تو دیکھنا ضروری ہے میں
نے کہا کہ قرآن شریف شان نزول کا ہرگز محتاج نہیں کیوں جج صاحب
پانسو اور دفعہ ایکسو تریپن الف قانون میں داخل ہونے کے
وقت ملک میں کیا حالات پیش آئے تھے فیصلہ لکھتے وقت کیا
آپ کو معلوم کرنے ضروری ہوتے ہیں جج صاحب نے فرمایا ہرگز نہیں

مومن محبوب عالم صاحب نے فرمایا اگر شانِ نزول اس آیت کا آپ
آپ بیان کر دینگے تو کیا حرج ہے۔ میں نے کہا کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کی کامیابی کو دیکھ کر ایک طرف اسود عنسی نے نبوت کا دعویٰ کر کے
ہزاروں آدمی اپنے ہمراہ کر لئے۔ اور دوسری طرف مسیلمہ کذاب نے نبوت
کا حیرت انگیز کارنامہ دیکھکر نبوت کا دعویٰ کر کے لاکھوں اپنے مرید بنا لئے۔
تیسری طرف ایک عورت سجاح نے نبوت کا دعویٰ کر کے ہزاروں اپنے پیرو
بنا لئے۔ اور خان بہادر صاحب جو اب تک خاموش تھے بڑی تیزی سے بولے
اس سے صاف ظاہر ہے کہ جھوٹی نبوتوں کا سدباب کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ
نے فرمایا کہ اب کوئی نبی نہیں آسکتا۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔

خان بہادر صاحب بولے واہ مولوی محرم علی صاحب آپ تو واقعی مولوی
ہیں۔ آپ نے تو ہمارے گرے ہوئے ایمان کو خود انھی کے ذریعے کھڑا کر دیا
سر فضل حسین کے ہاں جو انھوں نے گفتگو کی تھی وہ اس قدر معقول اور مدلل تھی
کہ میرے جیسا راسخ العقیدہ ڈگمگا گیا تھا۔ اس شانِ نزول کو سن کر تو میرا ایمان
اس قدر پختہ ہو گیا کہ اب اگر یہ ایک ہاتھ میں آفتاب اور دوسرے میں ماہتاب
لے کر بھی بات کریں تو میں مرزا صاحب کی نبوت کو نہیں مان سکتا۔ تب ہی
یہ صاحب آیت کا شانِ نزول بیان کرنے سے کتنی کترا تے تھے۔ جج
صاحب فرمانے لگے اگر اس آیت شریف کا یہ شانِ نزول ہے تو واقعی بڑی سے
بڑی دلیل بھی پرلشہ کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتی۔ مولوی محرم علی صاحب
فرمانے لگے کہ آپ ان کا استدلال تو سنئے۔ خان بہادر صاحب نے فرمایا کہ
اب تو میں کوئی بات بھی اس موضوع پر سننے کے واسطے تیار نہیں۔ جس شخص کو
ان کے کافر اور مرتد ہونے میں شک ہو وہ ان کی بات سنے گا۔ یہ ایمان کا

معاملہ ہے۔ خواہ میری نوکری چلی جائے اور میرے یار دوستوں پر اس حق و باطل کے مقابلہ میں کتنی ہی بڑی آفت آئے۔ میں اس کا مقابلہ کرونگا۔ یہ کہکر وہ اُٹھے اور فرمانے لگے اب تو صرف طلاق ہی میرا اور ان کا تصفیہ کر سکتی ہے۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب صاحب مجھ سے فرمانے لگے کلم الناس علی قدر عقولھم۔ ان لوگوں کا مبلغ علم تو صرف اسی قدر ہے آپ ان سے طنزاً کلام کیوں کرتے ہیں؟ خان بہادر صاحب مجھ سے سنئے! میر صاحب کا طرزِ کلام ہی ایسا ہے کہ الزامی جوابات دیکر مخالف کو بند کیا کرتے ہیں۔ اس آیت کا یہ شانِ نزول نہیں اور ہرگز نہیں۔ یہ کہکر مجھ سے فرمایا کہ آپ دو تین تفاسیر اُٹھا کر اس آیت کا شانِ نزول پہلے ان کو دکھا دیجئے۔ میں نے قریباً ایک درجن تفسیروں کا ڈھیر ان کے سامنے رکھ دیا۔ جس کے اندر لکھا ہوا تھا۔ کہ جب حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کفارِ مکہ نے یہ اعتراض کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی اولادِ نرینہ نہیں جو حضور کے بعد حضور کے نام کو زندہ رکھ سکے۔ تب سورۂ کوثر نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انا اعطینا الکوثر فصل لربك وانحر ان شانئك ھو الابتر کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کا دشمن ابتر ہے اور آپ کو تو کثرت سے اولادِ نرینہ عطا کی گئی ہے جو آپ کا نام جب تک زمین آسمان اور آفتاب موجود ہے روشن کرے گی۔ اس کے بعد آپ نے حضرت زید کی (جو آپ کے غلام اور منہ بولے بیٹے تھے) مطلقہ بیوی حضرت زینب سے نکاح کر لیا تو مخالفین میں ایک شور برپا ہو گیا کہ نعوذ باللہ حضرت رسول کریم کی شہوت پرستی اس قدر بڑھ گئی ہے کہ یہ اپنی شہوت رانی کے مقابلہ میں اپنی بہو کا بھی خیال

نہیں رکھتے اور اپنے متبنیٰ بیٹے کی مطلقہ سے بھی شادی کر لیتے ہیں
اُن کو دریغ نہیں۔ اِس اعتراض کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی
کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی بیٹا موجود نہیں یعنی
تم مردوں میں سے وہ کسی ایک مرد کے بھی باپ نہیں اور وہ اللہ کے
رسول ہیں۔ مگر ایسے رسول نہیں کہ جیسے دوسرے نبی گذرے ہیں۔ بلکہ

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضرت یوسف اگر صرف حسین اور پاکدامن تھے اور حضرت عیسیٰ
ایک نفخ سے مُردہ تنوں میں رُوح پھونک دیتے تھے اور حضرت موسیٰ جس طرح
ید بیضا کا معجزہ رکھتے تھے وغیرہ وغیرہ۔ مگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایسے
کامل نبی ہیں کہ تمام انبیائے سابقین کے کمالات اپنے اندر رکھتے ہیں
پس ایک آیت میں تو یہ بتایا گیا کہ حضرت رسولِ کریم کا دشمن ابتر ہے اور
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی بکثرت اولاد دی جیسی کہ حضرت ابراہیم
کو۔ چنانچہ خود قرآن شریف نے ارشاد فرمایا ان اللہ وملئکتہ یصلون
علی النبی یا ایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ کہ حضرت
رسول کریم کے اوپر اللہ تعالیٰ درود و سلام بھیجتا ہے اور تمام ملائکہ درود و
سلام بھیجتے ہیں۔ اِس لئے مسلمانوں تمہارے اوپر بھی فرض ہے کہ حضرت
رسول کریم پر درود بھیجا کرو۔ چنانچہ ہر نماز میں جو درود شریف مقرر کی گئی
ہے وہ یہ ہے کہ اللھم صل علی محمد کما صلیت علی ابراھیم
وعلی اٰل ابراھیم انک حمید مجید۔ اللھم بارک علی محمد
وعلی اٰل محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلی اٰل ابراھیم

انک حمید مجید۔ یعنی اے خدا حضرت رسول کریم اور ان کی آل پر ایسی سلامتی بھیج جیسی کہ حضرت ابراہیم اور ان کی آل پر تو نے بھیجی اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسی بڑھوتی اور افزونی اور برکت کی بارشیں کر جیسی کہ تو نے حضرت ابراہیم اور ان کی اولاد پر کی۔

اب غور طلب امر ہے کہ خود اللہ کے حکم سے حضرت رسول کریم پر درود و سلام بھیجا جاتا ہے اور آج چودہ سو برس سے برابر درود بھیجا جا رہا ہے۔ اگر اس درود و سلام کا یہ نتیجہ ہے کہ حضرت ابراہیم کی اولاد میں تو ہزاروں نبی پیدا ہو جائیں اور حضرت رسول کریم کی امت میں جھوٹے نبیوں، جھوٹے مہدیوں، جھوٹے رسولوں کے سوا اور کوئی سچا پیدا ہی نہ ہو! پھر اس مضمون کی تائید میں احمد شریف ہے کہ جو ہر نماز میں بلکہ ہر رکعت میں پڑھنی لازمی ہے۔ اور اس کے اندر بھی یہی دعا ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم کہ اے اللہ ہمیں اس راستہ پر چلا جس پر چلنے والوں پر تو نے انعام کیا۔ پھر جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ان کی تشریح بھی خدا تعالیٰ نے خود ہی فرما دی۔ انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین۔ کہ اللہ کا جن پر انعام ہوا وہ نبی، صدیق، شہید اور صالح لوگ ہیں۔ اب آپ لوگ غور فرما دیں ہم نماز میں درود شریف پڑھ کر کہتے ہیں کہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل پر ایسی برکت اور سلامتی بھیج جیسی کہ حضرت ابراہیم اور ان کی آل پر بھیجی۔ پھر احمد میں دعا مانگتے ہیں کہ تو ہمیں بھی اس راستہ پر چلا کہ جو نبیوں، صدیقوں، شہیدوں، صالحوں کا راستہ ہے، اس قدر صاف دلائل کے بعد بھی بنی نہیں آسکتا؟

مولوی محبوب عالم صاحب فرمانے لگے کہ ایسی کھلی اور صاف آیت سُنائیے جس کے اندر یہ لکھا ہو کہ اب بھی نبی آتے رہینگے۔ میں نے کہا ایسی ایک دو نہیں بہت سی آیات موجود ہیں۔ سب سے پہلی آیت یا بنی آدم اما یأتینکم رسل منکم یقصون علیکم آیاتی فمن اتقی واصلح فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ۰ کہ اے انسانو جب کبھی تمھارے اندر رسول آئیں تو تم میں سے پرہیزگاری اور اصلاح اختیار کرنے والے پر کوئی خوف اور غم نہ ہوگا۔ مولوی محرم علی صاحب فرمانے لگے کہ آپ کہاں کے کہاں نکل گئے۔ خاتم النبیین کے معنے لغات سے محاورات سے اور ضرب الامثال سے بیان فرمایئے۔ ہم نے تو صرف لفظ خاتم النبیین کے معنے دریافت کئے ہیں۔ خان بہادر صاحب بیچ میں بول پڑے یہ تقریر تو ہمارے ایمان کو سلب کرنے والی ہے۔ ہم تو اس تقریر کو سننے کے لئے تیار نہیں۔ مولوی محرم علی صاحب فرمانے لگے واقعی بڑی دلفریب تقریر ہے۔ ایمان خراب ہوتا ہے۔ میں نے کہا جانے دیجئے۔ میں نے آپ کو کب مجبور کیا ہے کہ آپ ضرور میری تقریر سنئے۔ میرے اوپر آپ نے خود اعتراض کیا تھا اس کا جواب دے رہا تھا۔ شیخ رحمت اللہ صاحب فرمانے لگے پھر اصلی معاملہ کیونکر طے ہوگا۔ آپ ان کو کافر سمجھتے ہیں اور اپنی لڑکی کو طلاق دلوانا چاہتے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ میں مسلمان ہوں۔ لڑکی کو ہرگز ہرگز طلاق نہیں دونگا۔ یہ سن کر جج صاحب بولے تو پھر ہم خلع کیواسطے عدالت میں درخواست پیش کر دینگے۔ میں نے کہا ہاں اگر میری بیوی مجھے چھوڑنا پسند کرتی ہے تو پھر مجبوری ہے۔ خان بہادر صاحب فرمانے لگے اس سے بہتر ہے کہ آپ طلاق ہی دے دیں۔ میں نے کہا میری بیوی مجھ سے جدا ہونے

کو طیار نہیں۔ نہ میں اسے چھوڑنے کے لئے تیار ہوں۔ خان بہادر صاحب بولے آپ ایک گھنٹے کے واسطے مجھے اس سے تنہائی میں گفتگو کرنے کا موقع دیدیجئے۔ میں نے کہا اس کے تو یہ معنے ہوئے کہ میں مجبور ہوں اور اپنی بیوی کو جدا کرنا چاہتا ہوں اور وہ مجھ سے جدا ہونے کو طیار نہیں۔ لہٰذا آپ سے استدعا کروں کہ خدا کے لئے اس کو سمجھا بجھا کر آپ ضرور جدا ہونے پر مجبور کیجئے۔ اور کسی نہ کسی طرح اس کو راضی کیجئے کہ وہ میرے گلے سے اپنی محبت و زوجیت کا پھندا نکال لے۔ آپ میرے قابو میں ہیں اور میں کسی طرح آپ سے دبا ہوا نہیں۔ وہ میری بیوی ہے اور منکوحہ بیوی ہے۔ اور آپ لوگوں کی گردنیں میرے ہاتھ میں ہیں۔ میری گردن آپ کے ہاتھ میں نہیں۔ آپ کی شرطیں وہ شخص مان سکتا ہے جو آپ سے کسی طرح کم ہو۔ آپ سے ہیٹا ہو۔ آپ کا دبیل بستا ہو۔ میں آپ کو بتائے دیتا ہوں اور اتنے معزز آدمیوں کے درمیان بتائے دیتا ہوں کہ آپ کی پنشن، آپ کی وزارت، آپ کا خطاب، آپ کے صاحبزادے کی مسٹر جی، آپ کے دوست افسر مال صاحب کی ملازمت میرے رحم و کرم پر ہیں۔ جب چاہوں آپ کے گلے میں کمند ڈال سکتا ہوں۔ میں اسی قدر کہنے پایا تھا کہ شیخ رحمت اللہ صاحب نے میرا گھٹنا آہستہ سے دبایا۔ میں خاموش ہوگیا اور میرے خاموش ہونے کے بعد فرمانے لگے میر صاحب احمدی ہیں اور پرجوش ہیں۔ مگر ابھی تک ان کے اندر احمدیت داخل نہیں ہوئی۔ پٹھانوں کی طرح جاہل اور کٹر مسلمان ہیں۔ حضرت صاحب نے جس قدر ہوتوا قبل ان تموتوا اور اپنے جذبات کو فنا کر دینے کا ارشاد فرمایا وہ ابھی تک ان پر اثر پذیر نہیں ہوا۔ میر صاحب کی بیہودہ گوئی کا مجھے افسوس ہے۔ اس کے بعد پانچ منٹ تک

بالکل خاموشی رہی۔ خان بہادر صاحب اور سشن جج صاحب کو گویا سانپ سونگھ گیا۔ مولوی محرم علی صاحب چشتی نے فرمایا کہ آخر ہم بھی تو سنیں کہ کس طرح آپ کے ہاتھ میں ہندوستان کی ویسرائلٹی آگئی ہے کہ آپ ان کی وزارت، پنشن، خطاب، سشن ججی چھین کر جیل میں ڈلوا سکتے ہیں۔ میں نے کہا وقت پر تمام باتیں ظہور میں آجائینگی۔ اگر آپ کو کچھ اتا پتا معلوم کرنا ہے تو اس ایک بات سے اندازہ کر لیجئے کہ انھوں نے ایک چھوڑ تین تین مقدمات میرے اوپر دائر کر رکھے ہیں۔ ساتھ ہی شہر بھر کی یورش میرے اوپر کرا رکھی ہے کہ کسی طرح صلح ہو جائے۔ مقدمہ جس کے ہاں دائر ہے وہ سولہ آنے ان کا آدمی ہے اور اسی کے اثر اور رسوخ کی وجہ سے تمام لاہور کے معززین بیچ بچاؤ اور صلح صفائی و راضی نامہ کرانے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔ خدا کو آنکھ سے نہیں دیکھا تو عقل سے پہچانا ہی آپ لوگوں کا تکلیف فرمانا بھی افسر مال صاحب کی وجہ سے ہے۔ اسپر وہ سب آپس میں ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ میں نے کہا دیکھئے کیسی پتہ کی باتیں بتاتا ہوں۔ مرزا یعقوب صاحب نے گھڑی دیکھی اور فرمایا کہ ساڑھے آٹھ بج گئے۔ کھانے کا وقت ہو گیا ہے۔ اب چلئے پھر کسی وقت مشورہ کر کے گفتگو کرینگے۔ میر صاحب ہمارے آدمی ہیں اور ہم انھیں خوب جانتے ہیں مگر یہ اول درجہ کے ضدی آدمی ہیں۔ ان کی ضد کو حسن اخلاق اور حسن تدبیر سے ہی نرم کیا جا سکتا ہے۔ اور ان کی بعض حرکتیں تو احمدیت کے واسطے بے حد بدنامی کا باعث ہیں۔ حضرت صاحب کی تعلیم یہ ہے کہ دین پر دنیا کو مقدم نہ کرو۔ مگر ہمارے میر صاحب اپنی ضرورت کے موقع پر دین کی بالکل پرواہ نہیں کرتے اور جذبات کی رو میں بہ جاتے ہیں۔ میں نے کہا ہماری

جان و مال کی حفاظت کے لئے پولیس اور عدالتیں ہیں۔ اگر کہیں جنگل میں ڈاکو مل جائیں تو ہم اسواسطے ڈاکوؤں پر ہاتھ نہ اُٹھائیں کہ یہ کام پولیس اور عدالت کا ہے۔ اس لئے میں ایسی باتوں کا قائل نہیں کہ دشمن ہر فریب ہر دغا ہر چال چلے، ہر قدم پر جال پر جال بچھاتا چلا جائے۔ اور ہم متقی بنے بیٹھے رہیں۔ واقعی میرے اندر یہ کمزوری ہے۔ میں جانتا ہوں کہ دنیا دارالاسباب ہے اور عدالت میں گواہی اور دستاویزوں پر فیصلہ ہوتا ہے۔ اگر میں دھوکہ بازی کا علاج نہ کروں تو جیل کی ہوا کھاؤں۔ اپنے بچاؤ کے لئے مجھے دوسرے کو قتل کرنا پڑے گا تو میں ضرور قتل کروں گا ورنہ دشمن مجھے قتل کر دیگا۔ حفاظتِ خود اختیاری میں قتل جائز ہے تو سب کچھ جائز ہے۔ یہ میری فاتی رائے اور میرا ذاتی فعل ہے۔

شیخ صاحب فرمانے لگے بھوک تو ہمیں بھی لگ رہی ہے۔ مگر بات کو ایک طرف ضرور کرنا چاہیئے۔ میں نے کہا یہ آپ لوگوں کا گھر ہے۔ آپ کو تکلف نہ ہو تو کھانا آسکتا ہے۔ مولوی محبوب عالم صاحب فرمانے لگے درکار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست، ڈاکٹر صاحب کا بھوک بھوک کہنا صاف یہ معنی رکھتا ہے۔ میں جلدی سے اُٹھ کر گھر میں گیا اور کھانے کے واسطے کہکر واپس ہوا۔ مگر اندر داخل نہیں ہوا۔ میری تنہائی سے ان لوگوں نے فائدہ اُٹھا کر گفتگو شروع کر رکھی تھی۔ ہمارے منجھلے سالے صاحب فرما رہے تھے کہ آپا جی میری تو یہ رائے ہے کہ آپ ان کی باتیں سنیں اور اپنی سنائیں تو انشاء اللہ کوئی نہ کوئی راستہ نکل ہی آئے گا۔ چھوٹے سالے صاحب بولے کہ وہ تو مذہب کا پورا پورا واقف ہے اور ہم سب کے سب مذہب سے کورے ہیں۔ کسی ایسے شخص کو لانا چاہیئے کہ جو ان کے مذہب سے واقف ہو اور انکی

شکوک رفع کر سکے۔ میرا اندازہ یہ ہے کہ میر صاحب نہایت نیک فہمیدہ۔ سنجیدہ اور سمجھدار سعید الفطرت آدمی ہیں۔ دو تین سال ہوئے کہ یہ مرزائی بنے ہیں۔ پہلے یہ بھی حنفی تھے۔ جس طرح کسی فاضل مرزائی نے ان پر مرزا صاحب کی صداقت واضح کر دی ہے اسی طرح دلائل کے ساتھ اگر حضرت رسول کریم کی صداقت ان پر واضح کی جائے تو یہ مرزائیت سے توبہ کر لینگے اور تمام جھگڑا ہی ختم ہو جائے گا۔ مولوی محرم علی صاحب نے فرمایا صاحبزادے آپکی عمر تو کم ہے مگر بات بڑی ہے۔ ہماری بھی یہی رائے ہے کہ جو شخص مصری سے مر سکتا ہے اس کو زہر کیوں دیا جائے۔ اگر یوں ہی کوئی استعمال کا نکل آئے تو بہت بہتر ہوگا۔ مولوی محبوب عالم صاحب فرمانے لگے مگر یہ یاد رکھئے یہ ایک دو روز کا کام نہیں ہفتے عشرے تک برابر محنت کرنی ہوگی۔ خان بہادر صاحب فرمانے لگے ہفتہ عشرہ کیا اگر یہ شخص راہ ہدایت پر آجائے تو مہینہ بھر لگا دوں گا اور ایمان کی بات یہ ہے کہ چراغ لے کر بھی ڈھونڈھونگا تو ایسا نیک داماد مجھے نہیں ملیگا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ واقعی ہماری عزتیں اس شخص کے ہاتھ میں پھنسی ہوئی ہیں سشن جج صاحب فرمانے لگے اجی لل مسکو سو روپیہ کی بھی آمدنی ہوتی ہے اس کی ایک بغل میں رنڈی اور دوسری بغل میں شراب کی بوتل ہوتی ہے۔ اور اس نوجوان کی تین ہزار روپیہ ماہوار کی آمدنی ہے اور پھر کسی قسم کا عیب نہیں۔ منجھلے سالے صاحب بولے کہ جی نہایت پابندی کے ساتھ تہجد پڑھتا ہے۔ اس جیسا متقی میری نگاہ سے نہیں گذرا۔ مولوی محبوب عالم صاحب فرمانے لگے۔ کیوں شیخ صاحب یہ کیا بات ہے کہ مرزائی ہونے کے ساتھ ہی انسان شیطان سے فرشتہ کی طرح بن جاتا ہے۔ میں نے بڑے بڑے اوباش اور بدمعاشوں اور بدچلنوں کو دیکھا ہے اور ایسے آدمی دیکھے ہیں کہ جن میں پورے

پانچوں عیب شرعی تھے۔ اور پھر جب مرزائی ہو گئے تو اُن کی تبدیلی عقیدہ کے بعد تبدیلی سیرت اس غضب کی ہو گئی کہ گویا نیک چلنی کا اُن کو نمونہ کہا جا سکتا ہے۔ اِسی قدر میں نے گفتگو سُنی اور پھر دبے پاؤں میں واپس ہو گیا۔ کہ یہ لوگ آزادی سے گفتگو کر سکیں اور میں کھانا ہی لے کر آؤں۔ کھانا تیار تھا۔ اگرچہ پر تکلف نہ تھا۔ بیگم آخر وزیر زادی تھیں۔ امیر گھر میں بیاہ کر آئی تھیں۔ اِس لئے ان کی سیر چشمی میں فرق نہیں آیا تھا اور جب ان کو یہ معلوم ہو گیا کہ ان کے باپ اور بھائی کے علاوہ دیگر شہر کے رئیس بھی موجود ہیں تو انھوں نے فوراً چار پانچ انگیٹھیوں میں اور دو تین چولھوں کے اوپر متعدد کھانے منٹوں میں پکا ڈالے۔ روٹیاں بازار سے منگوا لیں دسترخوان بچھا۔ کھانا آنا شروع ہو گیا۔ مولوی محرم علی صاحب فرمانے لگے کہ دسترخوان کے پر تکلف کھانے تو بتا رہے ہیں کہ پیر کی طرح مرید کو بھی الہامات ہونے لگے ہیں کہ اتنے آدمی آج ناخواندہ مہمان بن کر آئیں گے اُن کے واسطے مکلف کھانے تیار کرا لئے جائیں۔ مولوی محبوب عالم صاحب نے فرمایا کہ الہامات کا تو میں قائل نہیں مگر میر صاحب کی کرامت کا تو میں قائل ہوں کہ بطور کرامت خارق عادت دال کا پلاؤ اور ساگ کا قورمہ بنا دیا۔ خان بہادر صاحب فرمانے لگے واقعی ان دونوں میں سے ایک بات ضرور ہوئی ہے۔ تب ہی تو دو میاں بیوی کے کھانے میں دس آدمی کا کھانا بن گیا۔ میں نے کہا جناب مجھے اِن باتوں سے آپ خوش نہیں کر سکتے۔ میرے لئے تو خوشی کی بات یہ ہے کہ آپ لوگ ایک ڈرانے والے کی آواز پر توجہ فرمائیں حضرت مرزا صاحب کا معمولی دعویٰ نہیں کہ جسکو ایک عقلمند ایک کان سے سُنکر دوسرے کان سے اُڑا دے۔ آپ لوگ قانون داں ہیں۔ ایک منٹ

کے لئے تصور فرمائیے آپ کے پاس لاہور کا ڈپٹی کمشنر آتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں اس شہر کا ڈپٹی کمشنر ہوں۔ آپ اس کا احترام کرنے کی بجائے اس کی حقارت اور تذلیل کریں اور اس کا مضحکہ اڑائیں۔ اس کو جھوٹا بے ایمان۔ دکاندار، لالچی، کافر، مردود، ملعون، دجّال ٹھہرائیں تو آپ کا کیا حشر ہوگا۔ جب ملک معظم کے نمائندہ کے متعلق آپ کا یہ طرزِ عمل اچھا نتیجہ پیدا نہیں کر سکتا تو بھلا خدائے تعالیٰ کے نمائندے کے ساتھ آپ کا یہ طرزِ عمل کیونکر مستحسن تصور کیا جا سکتا ہے۔ دیکھئے ایک شخص آکر تحصیلدار بن کر آپ سے سرکاری مالیہ طلب کرتا ہے اور آپ اس کی تذلیل کرتے ہیں اور سرکاری مطالبہ نہیں ادا کرتے تو کیا آپ سزا سے بچ جائینگے۔ آپ نے کبھی تحصیلدار کی تصدیق نہیں کی۔ اور جس زمانہ میں آپ تحصیلدار تھے اور پہلی مرتبہ ضلع گجرات میں آپ نے دورہ کیا تو کیا آپ کے ساتھ ولیسرائے تصدیق کر رہا تھا یا ڈپٹی کمشنر ساتھ کے ساتھ آپ کی تائید کرتا پھر رہا تھا۔ اور ایک اس کا دوسرا پہلو بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر وہ جھوٹا تحصیلدار ہے تو قانون میں اس کی کافی سزا موجود ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جھوٹے نبی کی سزا مقرر کی ہے۔ اور ساتھ ہی اس نبی کو جھٹلانے والے کی سزا مقرر کر دی ہے۔ پس آپ کی قانون دانی تب ہی تک مانی جا سکتی ہے جب تک آپ ہر تحصیلدار کی فرمانبرداری کریں ورنہ آپ غدّار باغی تصور کئے جائینگے۔

میں پھر کہتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب کا معمولی دعویٰ نہیں کہ جس پر انسان تدبّر اور غور و فکر نہ کرے۔ ایک منٹ کے واسطے غور کیجئے کہ اگر حضرت مرزا صاحب واقعی وہی مسیح موعود ہیں کہ جس کا انتظار کرتے ہوئے بے بڑے صلحا گذر گئے اور آپ نے ان کو نہ مانا تو کیا ہوگا۔ فرض کیجئے

کہ حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ غلط ہے۔ مگر آپ نے محض اس خیال سے ان کو مان لیا کہ اگر یہ جھوٹا ہے تو میرا اور اس کا عذاب اس کی گردن پر۔ آپ کے واسطے قرآن شریف نے کوئی سزا مقرر نہیں کی بلکہ ظن المؤمنون خیرا کے مطابق آپ کو نیکی مل گئی۔ ایمان کی نعمت سے آپ محروم نہ رہے۔ انکار کرنے والے کو عربی میں منکر اور کافر کہتے ہیں جس نے حضرت مرزا صاحب کو نہیں مانا اس کا نام عربی میں منکر اور کافر ہے۔ جس نے مان لیا وہ مومن ہے مسلم ہے۔ پس آپ کا جو جی چاہے نام اختیار کر لیجئے۔ مولوی محرم علی چشتی صاحب فرمانے لگے کہ ان مرزائیوں میں ریاکاری بہت ہے۔ میں نے کہا مثال کے طور پر فرمائیے۔ کہنے لگے فٹ بال ٹورنامنٹ میں مرزائی لڑکے کھیل رہے تھے جب ان کا گول ہوا تو سب کے سب جو جہاں تھا وہیں سجدے میں گر گیا۔ یہ ریاکاری نہیں تو اور کیا ہے۔ بھلا یہ سجدے کا کیا موقع تھا؟ شکر ہی ادا کرنا تھا تو گھر جا کر ادا کرتے۔ کافروں کو دکھانے سے کیا فائدہ؟

میں نے کہا حافظ عبداللہ وکیل ہائیکورٹ حیدرآباد سے میں نے دریافت کیا کہ آپ کو احمدیت کی کون سی بات پسند آئی کہ جو آپ احمدی ہو گئے۔ وہ فرمانے لگے کہ میں ایک مرتبہ لاہور گیا اور وہاں فٹ بال کا میچ دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ ان میں ایک فریق کا جب گول ہوا تو وہ تمام کھلاڑی سجدوں میں گر گئے۔ مجھے ان کی یہ ادا بہت پسند آئی اور میں نے وہیں لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں ایک شخص نے کہا یہ مرزائی ہیں۔ تبھی نمازی اللہ ہی اللہ پکارے

ان کی ریح بھی خارج ہوتی ہے تو سجدہ کیا کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ بتانے والا متعصب تھا۔ مگر میں نے ان کے متعلق لاہور میں تحقیقات کری اور پھر میں احمدی ہوگیا۔

ایک شخص کو وہی بات اچھی معلوم ہوتی ہے اور دوسرے کو بُری۔ اگر کپڑا دُھلا ہوا ہو تو اُس پر فوراً رنگ چڑھ جاتا ہے اور میلے کپڑے پر رنگ نہیں چڑھتا۔ مگر ہاں سیاہ رنگ کو وہ قبول کرسکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو صاف دل ہوتے ہیں وہ نیکی کو قبول کرلیتے ہیں اور جو گناہگار اور بد باطن ہوتے ہیں اُن کے اندر بلاتحقیق غلط باتیں اور غلط نتیجے، بدگمانیاں گھر کرلیتی ہیں۔

میرا بچپن کا واقعہ ہے کہ سرسید مرحوم چندہ جمع کرنے کے لئے آئے تو ایک شخص نے اپنے بیٹے کو سرسید کے گلے کی رسولی دکھا کر کہا کہ دیکھو اس آدمی کے اندر شیطان گھسا۔ مگر اندر نہ جاسکا۔ اسلئے گلے میں اٹک کر رہ گیا۔ اس کے بعد ایک اور شخص آیا۔ اس کے ساتھ بھی بچہ تھا۔ اس نے اپنے بچے سے کہا کہ ہم مسلمانوں کی ڈوبتی ہوئی کشتی کا یہ ناخدا ہے۔ اس کا سر دیکھو کتنا بڑا ہے۔ اس کا سر بڑا ہونے کی یہ وجہ ہے کہ خدا نے اس سے مسلمانوں کی بھلائی کا کام لینا تھا۔ اس لئے خدا کے پاس جتنی عقل موجود تھی وہ اس کے سر میں بھر دی۔ اور جب سر میں وہ نہ سما سکی تو گھڑی باندھ کر اس کے گلے میں لٹکا دی۔

اب دیکھئے وہی ایک رسولی ہے۔ اُس کو ایک شخص کہتا ہے کہ شیطان اٹک کر رہ گیا ہے۔ دوسرا کہتا ہے کہ یہ عقل کی گھڑی ہے۔ لاکھوں آدمی گالیاں دیتے تھے۔ کافر، مردود، ملعون،

اسی سرسید کو علیہ الرحمہ کہا جاتا ہے۔ اسی طرح متعصب اشخاص کو احمدیوں کی ہر بھلی بات ریاکاری معلوم ہوتی ہے۔ اتنے میں کھانا ختم ہو گیا۔ مولوی محرم علی صاحب ہنسکر فرمانے لگے میں نے یہ بات جان بوجھ کر اس لئے کہی تھی کہ آپ یہ نہ خیال کریں کہ میں آپ کے ہاں کھانا کھایا ہوں اور قاعدہ کی بات ہے۔ منہ کھائے اور آنکھ لجائے۔ اس لئے میں حق اور صداقت کو چھوڑ کر خوشامد نہیں کروں گا۔ میں نے کہا حضرت آپ شوق سے اعتراض کیجئے۔ میں بھی اس بات کا امیدوار نہیں کہ آپ لوگ کھانا کھانے کے بعد حق بات نہ کہیں۔ آپ شوق سے اعتراض کیجئے ؎

تیر پہ تیر چلاؤ تمھیں ڈر کس کا ہے ؟
سینہ کس کا ہے مری جان جگر کس کا ہے !

اس شعر پر بڑے زور سے قہقہہ پڑا اور مولوی صاحب ذرا سے محجوب ہو گئے۔ مولوی محبوب عالم صاحب فرمانے لگے کہ اب کھانا کھالیا۔ میں بات کاٹ کر بولا ؎ نان کہ خوردی خانہ برد۔ نہ کہ تو کردی خانہ گرد

مولوی محبوب عالم صاحب فرمانے لگے نہیں میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ اب کوئی کام باقی نہیں رہا۔ تمام رات اپنی ہے۔ خوب دل کھول کر اعتراضات کرو اور میر صاحب کا ناطقہ بند کردو۔ میں نے کہا ایک کی دوا دو ہوتی ہے مگر آپ تو ماشاء اللہ آٹھ ہیں۔ خان بہادر صاحب فرمانے لگے کل اتوار ہے آپ سب صاحبان یا نیڈو ہوٹل میں تشریف لائیں یا پھر ہم سب یہاں آجائیں اسوقت تک گفتگو کا مزا نہیں آسکتا جب تک کہ کوئی مولوی نہ ہو۔ اسلئے محبوب عالم صاحب آپ کسی مولوی کا انتظام کریں۔ میں نے کہا مولوی بلا لیجئے۔ اور ہوٹل کی بجائے یہی غریب خانہ ہی رہے

دیجئے۔ ماحضر حاضرین کی خدمت میں پیش کردوں گا۔ دعوت آپ ہی کی طرف سے تصور کی جائے گی۔ خان بہادر صاحب بولے واقعی یہ جگہ تو بالکل محفوظ ہے کوئی غیر آدمی یہاں نہیں آسکتا اور ہوٹل میں خواہ مخواہ ہماری باتیں سننے کے لئے لوگ تیار ہو جائینگے۔ خان بہادر صاحب نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک سو روپیہ کا نوٹ نکال کر مجھے دینا چاہا اور فرمایا کہ بیٹی کے ہاں کھانا معیوب بات ہے اس لئے یا تو اسکو میری طرف سے بحیثیت داماد کے آپ قبول فرمائیے یا میری طرف سے میری بیٹی کو دیدیجئے۔ میں نے کہا یہ معمولی سی بات ہے۔ مولوی محبوب عالم صاحب فرمانے لگے ہندوستان میں چار قسم کے کتے کہلاتے ہیں۔ بہن کے گھر بھائی کتا۔ ساس کے گھر جوائی کتا۔ اور جو کتا پالے وہ کتا۔ اور ایک کتا ڈاگ یا کلب سگ۔ میں نے کہا ہندوستان میں تو عورت کو پاؤں کی جوتی سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ مگر اسلام نے هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ فرماکر اس کی عزت بڑھادی ہے۔ عورت مرد کے مساوی حقوق ہیں۔ میں کل کی مجلس کو تبلیغی مجلس تصور کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ میرے دسترخوان پر اکثر دس پندرہ مہمان ہوجاتے ہیں۔ خان بہادر صاحب سے کم میری آمدنی نہیں ہر طرح خدا کا فضل ہے۔ مولوی محبوب عالم صاحب فرمانے لگے۔ اچھا پھر ہمیں اجازت دیجئے۔ کل صبح کو ۹ بجے ہم سب لوگ آجائینگے۔ میں نے بہت بہتر کہکر رخصت کیا۔ بیگم برابر کے کمرے میں بیٹھی ہوئی باتیں سن رہی تھیں جب میں اندر گیا تو فرمانے لگیں ماشاء اللہ آپ تو بڑے زبردست مقرر ہیں ہر شخص کو بڑی معقولیت اور خوبصورتی کے ساتھ جواب دیا۔ اور [illegible] پیدا ہونے دی۔ میں نے بڑی دلچسپی سے اس تقریر کو سنا [illegible] سو رہا۔ صبح کو تمام اصحاب پونے نو بجے سے ہی آ[illegible]

محبوب عالم صاحب چار مولویوں کو ہمراہ لائے۔ انہیں سے ایک مولوی صاحب کو میں بھی جانتا تھا۔ جو اکثر احمدیوں سے اُلجھتے رہتے تھے اور ہمیشہ صرفی نحوی قابلیت بگھار کر صرف و نحو کی آڑ میں پناہ لیا کرتے تھے۔ خان بہادر صاحب نے فرمایا مباحثہ شروع ہونا چاہئے۔ میں نے کہا شوق سے۔ مولوی صاحب فرمانے لگے صداقتِ مرزا پر گفتگو ہوگی۔ میں نے کہا یہ ایک لمبی کا مکان ہے جو پایۂ ثقاہت اور درجۂ تہذیب سے گری ہوئی گفتگو کرنے کا عادی نہیں آپ مہربانی فرما کر آئندہ لفظ مرزا نہ فرمائیں۔ بلکہ حضرت مرزا صاحب فرمادیں۔ مولوی صاحب بولے کہ میں تو مرزا کو جھوٹا دجّال سمجھتا ہوں اور تمام مرزائیوں کو کافر، ملعون، مردود، مرتد۔ ان کو سلام کرنا حرام، ان کے ہاں کھانا حرام ان سے مناکحت حرام۔ میں نے مولوی محبوب عالم صاحب سے عرض کیا کہ ان کو فرمائیے کہ یہ احتیاط کریں۔ خان بہادر صاحب فرمانے لگے مولوی محبوب عالم صاحب یہ تو فائدہ کے بجائے نقصان ہوا۔ یہ لوگ تو معمولی مجلسوں میں بھی شائستہ گفتگو کرنے کے عادی نہیں۔ ان مولوی صاحب کا طرزِ کلام جب ہمیں ناگوار ہے تو بھلا جناب مرزا صاحب کے مریدوں کو تو بہت ہی زیادہ برا معلوم ہونا چاہئے۔ مولوی محبوب عالم صاحب نے دوسرے مولوی صاحب کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ یہ مولوی صاحب بہت ہی نرم طریقہ پر گفتگو کریں گے۔ ہاں مولوی صاحب آپ فرمائیے۔ وہ مولوی صاحب فرمانے لگے موضوع تو یہی ہونا چاہئے کہ حضرت مرزا صاحب اپنے دعویٰ میں صادق تھے۔ میں نے کہا یہ موضوع ایک ایسے شخص کے واسطے جو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعاوی سے بھی ناواقف ہو۔ لہٰذا احمدیت کو سمجھنے کے واسطے سب سے پہلا مسئلہ

وفاتِ مسیح علیہ السلام ہے۔ کیونکہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام
بجسم عنصری آسمان پر حیات ہیں تو خواہ زید مسیح ہونے کا دعویٰ کرے یا بکر
ہر ایک جھوٹا تصور کیا جائے گا۔ کیونکہ جگہ ہی خالی نہیں۔ اور اگر ثابت ہو جائے
کہ حضرت عیسیٰ تمام انبیاء اور تمام انسانوں کی طرح فوت ہو گئے تو پھر ہر مدعی
کے دعوے کو گوشِ ہوش سے آپ کو سننا پڑیگا۔ مولوی محرم علی صاحب فرمانے
لگے آئی ایگری وِد ہیو (میں آپ کی تائید کرتا ہوں) مولوی صاحب
فرمانے لگے کہ اگر حضرت مرزا صاحب کی صداقتِ دعویٰ پر بحث ہو تو آسانی
سے تمام ہی مسائل حل ہو جائینگے۔ خان بہادر صاحب فرمانے لگے ہر
شخص جناب مرزا صاحب کی صداقت پر بحث کرنے کے لئے کیوں
مصر ہے اور حضرت عیسیٰ کی حیات و ممات پر بحث کرنے سے کیوں انکار کرتا
ہے۔ میں نے کہا حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئیوں میں بحث کرنے سے
ہمارے مولویوں کا مبلغ علم چھپ سکتا ہے اور مباحثہ سننے والے مولویوں کی
کمزوریوں کو محسوس نہیں کر سکتے۔ مولوی صاحب فرمانے لگے حیات مسیح
ہمارا پامال شدہ مسئلہ ہے۔ میں حیاتِ مسیح پر بھی گفتگو کرنے کو طیار
ہوں۔ مباحثہ کو باقاعدہ کر لیجئے۔ اور حاضرین میں سے ایک صاحب کو صدر
مقرر کر دیجئے۔ میں نے کہا مسٹر جج صاحب اس کے واسطے نہایت موزوں
ہیں۔ مولوی صاحب نے پوچھا کہ کیا یہ صاحب احمدی ہیں۔ مولوی محرم علی صاحب
بولے نہیں حنفی مسلمان ہیں۔ میں نے کہا میں نے تو ان کو اسلئے انتخاب
کیا ہے کہ قتل کے مقدمات کو سن کر یہ فیصلہ کرنے میں مشاق ہیں اور
محض مثل اور مقدمات میں فریقین کے دلائل پر یہ فیصلہ صادر کرتے
ہیں۔ اس لئے ان سے بہتر اس مباحثہ یا مقدمہ کا دوسرا آدمی فیصلہ نہیں

کر سکتا اور حضرت عیسیٰ کی حیات و ممات کا مسئلہ بھی قتل اور صلیب سے تعلق رکھتا ہے۔ آپ مہربانی فرما کر گھڑی نکال لیجئے اور فریقین کو پانچ پانچ منٹ تقریر کرنے کی اجازت دیجئے۔ پہلی تقریر میری ہوگی اور آخری تقریر بھی میری ہوگی۔

خان بہادر صاحب نے فرمایا یہ معقول بات ہے۔ آپ تقریر کیجئے۔ مولوی صاحب فرمانے لگے نہیں پہلی تقریر میری ہوگی اور آخری تقریر بھی میری ہوگی میں نے کہا یہ مجلس جیلا کی نہیں اور نہ ہارنا جیتنا مقصود ہے۔ مجھے یہ بھی منظور ہے۔ میں بیٹھ گیا اور مولوی صاحب نے فرمایا وقولهم انا قتلنا المسيح عيسى ابن مريم رسول الله وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم وان الذين اختلفوا فيه لفي شك منه ما لهم به من علم الا اتباع الظن وما قتلوه يقينا بل رفعه الله اليه کہ یہود کا یہ کہنا کہ حضرت عیسیٰ جو ابن مریم ہے اور خود کو رسول اللہ کہتا ہے ہم نے اس کو قتل کر دیا۔ تو اللہ تعالیٰ اُن کے قول کی تردید فرماتا ہے کہ وہ نہ قتل ہوا اور نہ سولی دیا گیا۔ بلکہ ایک اور شخص اُن کے مشابہ بنا دیا گیا اور اسکو صلیب دے دی گئی۔ اور یہ یہودی محض اپنے گمان کی پیروی کرتے ہیں اور حضرت عیسیٰ تو نہ قتل ہوئے بلکہ وہ آسمان پر اٹھا لئے گئے۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر چلے گئے۔ اور مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ قیامت کے قریب دوبارہ آسمان سے نازل ہونگے۔ چنانچہ صاف حدیث شریف میں آتا ہے کیف انتم اذا نزل عیسی ابن مریم فیکم کہ اسوقت تمھارا کیا حال ہوگا کہ جب حضرت عیسیٰ نازل ہونگے تمھارے اندر۔ اس آیت اور حدیث میں نزول اور رفع کا لفظ صاف طور پر

بتا رہا ہے کہ وہ آسمان پر تشریف لے گئے۔ اور پھر دوبارہ نازل ہونگے۔
اِس قدر فرما کر مولوی صاحب بیٹھ گئے۔ میں کھڑا ہوا۔ اور میں نے کہا
معزز حاضرین تمام مذاہب کے اندر اس قسم کی روایات جہلا کو اچنبے
اور حیرت میں ڈالنے کے لئے بنالی جاتی ہیں۔ جن کو عوام کالانعام تو سُنکر
خوش ہوتے ہیں مگر عقلاء ان پر اعتراضات کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ عجیب غریب
روایات عقل و فہم سے اس قدر بالا ہوتی ہیں کہ وہ ان گورکھ دھندوں
کی باتیں سُن کر اپنے باپ دادا کے مذہب کو چھوڑ کر نیچری یا عیسائی ہو
جاتے ہیں۔ چنانچہ ہندو مذہب میں ایک روایت ہے کہ جب ہنومان جی
پیدا ہوئے تو انھیں کچھ معدہ کی شکایت ہوگئی۔ ویدوں نے ان کو مشورہ
دیا کہ آپ لال لال چیزیں کھایا کریں۔ اس سے آپ کے معدہ میں گرمی
پیدا ہوگی۔ مثلاً لال مرچیں، چقندر، شلجم، سیب وغیرہ۔ ہنومان جی نے کہا
بہت اچھا۔ صبح کو جب آفتاب سُرخ سُرخ برآمد ہوا تو انھوں نے آفتاب
کھالیا۔ جس کی وجہ سے دن نہیں نکلا۔ اور رات ہی رات کئی دن تک رہی
دن نہ نکلنے سے دُنیا پریشان ہوکر ادھر اُدھر بھٹکتی پھر رہی تھی کہ یہ کیا ہوگیا۔
نجومیوں نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ ہنومان جی مہاراج پیدا ہوگئے ہیں۔ کیونکہ انکی
پیدائش کی یہ نشانی ہے کہ وہ سورج کو کھا جائینگے اور اسوجہ سے کئی دن تک
سورج ان کے پیٹ میں رہنے کی وجہ سے دن نہیں نکل سکیگا۔ ہر مبصر نے انکی
اس بات سے اتفاق کیا۔ اور سب نے گھر گھر پھر کر ہنومان جی مہاراج کی
تلاش کی۔ جب ان کا پتہ مل گیا تو سب نے ہنومان جی مہاراج سے
درخواست کی جس پر ہنومان جی نے سورج کو اُگل دیا۔ اور دنیا کو چین
میسر آیا۔ آپ اس بات کو سُن کر قہقہہ لگا رہے ہیں اور جب

ہندوؤں میں بیٹھ کر پنڈت جی مہاراج کتھا کہا کرتے ہیں تو بڑے بڑے وِدوان، ذی علم، سمجھدار لوگ دھن ہے دھن ہے، کہکر ہنومان جی مہاراج کی جے اور کمال کی تعریف کرتے ہیں۔ ہندوؤں کو دیکھو کتنی عقلمند قوم ہے۔ علم میں، دولت میں، عزت میں، حکومت میں ترقی کر رہے ہیں۔ مگر ایسے عقل و فہم سے بالا مذہبی ڈھکوسلوں کے سامنے سر جھکا کر اس کی تعریف کرتے ہیں۔ اسی طرح ہمارے مسلمانوں کے اندر ایسے اصحاب موجود ہیں کہ وہ دوسروں کی آنکھ کا تنکا دیکھ کر اسپر مذاق اڑاتے ہیں۔ مگر اپنی آنکھ کا شہتیر بھی نہیں دیکھ سکتے۔ مجھے افسوس ہے کہ ایک ایسے شخص کی موت ثابت کرنا میرے ذمہ لگایا گیا ہے کہ جسکو دو ہزار سال ہوئے فوت ہو گئے۔ اور اُن کا ہی فوت ہونا کوئی عجیب اور انوکھی بات نہیں۔ بلکہ دُنیا کے بڑے بڑے بادشاہ بڑے بڑے نبی، بڑے بڑے فلاسفر بڑے بڑے سائنسداں، بڑے بڑے طبیب پیوند خاک ہو گئے اور اُن میں سے کسی کی وفات پر کسی کو خفیف سا بھی شبہ نہیں۔ مگر عیسائی قوم کے حضرت عیسیٰ کی موت ہماری قوم کے اوپر موت وارد کئے دیتی ہے۔ ہماری قوم پریشان اور حیران ہے اس امر پر کہ یہ احمدی لوگ حضرت عیسیٰ کو مُردہ کہتے ہیں۔ آہ! حضرت محمد رسول اللہ جو واقعی حیات النبی ہیں اُن کو کوئی شخص حیات النبی ثابت کرنے کے لئے زور نہیں لگاتا۔ مگر حضرت عیسیٰ کو زندہ نبی ثابت کرنے کے ہم لوگ قرآن شریف اور تفاسیر و احادیث سے اور دیگر عقلی و نقلی دلائل سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چونکہ پانچ منٹ ختم ہو گئے تھے اس لئے میں بیٹھ گیا اور مولوی صاحب

کھڑے ہوئے۔ اور فرمانے لگے کہ فاضل مقرر نے مشرق میں بھی بہت سے تیر چلائے اور مغرب میں بھی، شمال میں بھی، جنوب میں بھی۔ مگر جس مقام پر تیر چلانے کے واسطے اور جس اعتراض کے توڑنے کے واسطے کھڑا کیا گیا تھا اس مقام پہ ایک تیر بھی نہیں چلایا۔ اور اپنے پیر و مرشد اور اپنے گرد گھنٹال کی طرح لغو اور بیہودہ باتیں بنا کر اور ادھر اُدھر کی کہانیاں سُنا کر وقت ضائع کرنے کی کوشش کی۔ میں نے قرآن شریف سے بل رفعہ اللہ الیہ کی دلیل اور حدیث قدسی سے دوبارہ نازل ہونے کا ثبوت دیا تھا۔ اور یہ ایسی زبردست چٹان تھی کہ جسکو فاضل مقرر معہ اپنے پیر و مرشد کے زور لگا کر ہلا نہیں سکتے۔ اِن مرزائیوں کا یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ غلط مبحث کر کے بات کو ٹالا کرتے ہیں۔ مگر میں ایسا کچا کھلاڑی اور نئے اکھاڑے کا پہلوان نہیں ہوں کہ جو معزز مقرر صاحب کی اڑن گھائیوں اور بغلیں جھانکنے سے سامعین کو متوجہ نہ کروں گا۔ تین منٹ اپنے وقت میں سے مقرر صاحب کو دیتا ہوں اور صرف دو منٹ میں تقریر ختم کر کے بیٹھ جاتا ہوں۔ میں نے کہا مجھے افسوس ہے کہ پہلے مولوی صاحب کی طرح یہ دوسرے مولوی صاحب بھی بازاری اور عامیانہ طرز پہ آ گئے ہیں اور اپنی کمزوری کا دوسری ہی تقریر میں اظہار فرما دیا۔ میں پھر عرض کرتا ہوں کہ جارحانہ الفاظ، تلخ جملوں اور پایہ ثقاہت و درجہ تہذیب سے گری ہوئی گفتگو تقریر میں خوبی یا دلائل کو زبردست نہیں بنایا کرتے ؎

لب شیریں سے ایسی سخت باتیں میری تربت پر
کہ گویا کوہ کن کی قبر پہ پتھر برستے ہیں

چونکہ میرے پاس پانچ منٹ تھے اسلئے میں نے عقل کی روشنی میں اپنی

تقریر کی تمہید بیان کی تھی۔ اب میں پہلے نزول کے لفظ کی حقیقت بیان کرتا ہوں کہ جس لفظ نے مولوی صاحب کو مغالطے میں ڈالا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بجسم عنصری نازل ہونگے۔ مگر یہ قلت تدبر کا نتیجہ ہے۔ قرآن شریف میں آتا ہے وانزلنا الحدید کہ ہم نے لوہا نازل کیا تو کیا مولوی صاحب نے کسی دن پانی کی بجائے لوہا آسمان سے اترتے دیکھا ہے۔ اسی طرح دوسری جگہ آتا ہے وانزلنا علیکم لباساً کہ ہمنے لباس نازل کیا۔ تو کیا مجھے مولوی صاحب بتائینگے کہ یہ جو مولوی صاحب نے عمامہ، کرتا۔ پاجامہ کوٹ پہنا ہوا ہے یہ ان کے اوپر آسمان سے اسی طرح نازل ہوا ہے۔ تیسری جگہ ارشاد فرمایا کہ انزلنا الانعام کہ ہم نے چوپائے نازل فرمائے۔ تو یہ گھوڑے، بیل، گائے، اونٹ، بکری، بھیڑ، دنبے آسمان سے اسی شکل میں اترے ہیں، پھر چوتھی جگہ ارشاد ہوتا ہے واللہ انبتکم من الارض نباتاً۔ کہ اللہ نے تم کو اگایا زمین سے، تو مولوی صاحب مجھے بتائینگے کہ مولوی صاحب کس کھیت کی مولی ہیں یا کس کھیت کے بھٹوے ہیں۔ میں نے چار شہادتیں نزول پر پیش کر دیں اور ہمارے معزز صدر صاحب تو صرف ایک دو شہادت پر موت کا فتویٰ صادر کر دیا کرتے ہیں۔ مگر میں نے تو ان کے سامنے چار شہادتیں پیش کر دی ہیں۔ چونکہ میرا ٹائم پورا ہو چکا اسلئے میں جناب صدر سے درخواست کروں گا کہ مولوی صاحب کو اس تحقیر آمیز تقریر سے باز رکھیں۔ مولوی محبوب عالم صاحب کھڑے ہوئے اور انھوں نے فرمایا کہ میں بھی گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ ان مولوی صاحب کی باتیں ہم نے دیکھ لی کہ یہ بھی میر صاحب کے مقابلے کیواسطے کسی طرح موزوں نہیں ہیں، اسلئے میں نے تیسرے

مولوی صاحب کو جوابات کے لئے تیار کر لیا ہے۔ لہٰذا ان تیسرے مولوی صاحب کو ان کی جگہ تقریر کی اجازت دیجئے۔ چنانچہ تیسرے مولوی صاحب نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ میں تسلیم کرتا ہوں کہ نزول کا لفظ مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے، اس لئے نزول کے لفظ پر اڑنے سے اور لفظ نزول پر مسلسل بحث کرنے سے حاضرین کا وقت ہی ضائع ہوگا۔ مگر لفظ وما قتلوہ وما صلبوہ کہکر حضرت عیسیٰ کی وفات کی اللہ تعالیٰ نے قطعی نفی فرمادی ہے اور بل رفعہ اللہ الیہ نے حضرت عیسیٰ کے آسمان پر تشریف لے جانے پر مہر تصدیق کردی ہے اور اس آیت کی تشریح دوسری جگہ بھی فرمائی۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ یٰعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی یعنی اے عیسیٰ میں تجھے اپنی طرف اٹھاؤنگا اس کے بعد تجھے وفات دونگا۔ یہ اس قدر صاف دلیل ہے کہ اسکو کسی مزید شہادت کی ضرورت نہیں۔ اور میں بھی اپنے سابق مولوی صاحب کی طرح صرف دو منٹ لے کر تین منٹ اپنی طرف سے بدیتاً یہ جانتے ہوئے پیش کرتا ہوں کہ میرے اعتراض کو تو یہ توڑ نہیں سکینگے مگر ہاں ہنومان یا گنیش جی کی ایک دو دلچسپ کہانی تو سنا ہی دینگے۔ اس کے بعد میں کھڑا ہوا۔ اور میں نے کہا فاضل مولوی صاحب نے فرمایا ہے کہ میں کوئی دلیل تو نہیں دے سکوں گا باوجودیکہ میرے نزول کے استدلال کو اس طرح تسلیم فرمالیا کہ اس سے زیادہ آجتک کسی مخالف فریق نے کسی مباحثہ میں تسلیم نہ کیا ہوگا۔ خیر الحمدللہ۔ میرا مقصد بھی سمجھانا ہی ہے نہ کہ ضد کرنا یا ہار جیت۔ اور میں دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ ہم سب کو حق کے تسلیم کرنے اور صداقت کے سامنے سر جھکانے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

نزول کے معنی تو معلوم ہو گئے کہ بجسم عنصری اُترنے اور نازل ہونیکے معنی نہیں۔ اب میں مولوی صاحب کے دوسرے اعتراض کی طرف رجوع کرتا ہوں وما قتلوہ وما صلبوہ سے مولوی صاحب نے یہ استدلال کیا کہ حضرت عیسیٰ کی حیات کی قطعی دلیل ہے۔ مگر میں نہایت ادب سے اس قدر ضرور دریافت کروں گا کہ سوائے قتل اور صلیب کے کیا اور کوئی موت کا تیسرا ذریعہ نہیں۔ اور اگر اکبر بادشاہ کے متعلق یہ کہدیا جائے کہ وہ ہرگز قتل نہیں ہوا اور ہرگز صلیب نہیں پایا تو سننے والے کو یہ یقین ہوگا کہ وہ طبعی موت بھی نہیں مرا۔ اور کیا دنیا میں صرف صلیب اور قتل ہی ذریعہ وفات ہوا کرتا ہے اور جو قتل اور صلیب نہ پائے اس کے متعلق یہ یقین کر لیا جاتا ہے کہ وہ آسمان پر چلا گیا۔ شاید مولوی صاحب فرماویں کہ الیہ کا لفظ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ نہ قتل ہوئے اور نہ صلیب پائے۔ بلکہ اللہ کی طرف اٹھائے گئے تو میں دریافت کرتا ہوں کہ کیا اللہ تعالیٰ آسمان پر ہے اور پھر خصوصاً چوتھے آسمان پر ہے۔ باوجودیکہ قرآن شریف میں صاف وارد ہے کہ نحن اقرب الیہ من حبل الورید کہ اللہ تعالیٰ شہ رگ سے بھی قریب تر ہے۔ پھر جب کوئی شخص کہتا ہے کہ افسوس آج فلاں شخص کا انتقال ہوگیا تو اس خبر کو سننے والا جواب میں کہتا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون کہ ہر شخص کو اللہ کی طرف جانا ہے جو انا الیہ اس آیت میں ہے وہی بل رفعہ اللہ الیہ میں موجود ہے۔ مگر انا للہ وانا الیہ راجعون کو سن کر کسی کے وہم میں بھی یہ بات نہیں آتی کہ مرنے والا آسمان پر چلا گیا۔ اگر بجسم عنصری نہیں تو کم از کم کوئی یہی سمجھ لیتا کہ اس مرنے والے کی روح آسمان پر چلی گئی۔

بلکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہود کے اس عقیدے کا قلع قمع کیا ہے کہ یہود کے عقیدہ کے مطابق جھوٹا نبی کاٹھ (یعنی صلیب) پر چڑھ کر مرتا ہے اور سچا نبی کبھی قتل اور صلیب نہیں پا سکتا۔ اور چونکہ انبیاء علیہم السلام کی مخالفت کرنے میں یہود سب سے بڑھے ہوئے تھے۔ چنانچہ یہود کی نسبت قرآن شریف میں آتا ہے یقتلون النبیین بغیر الحق۔ کہ یہ لوگ ہر نبوت کے مدعی کو قتل کرنے کے درپے ہو جاتے تھے۔

اسی عادت قدیم کے مطابق انہوں نے حضرت مسیح کو بھی قتل کرنے کی کوشش کی۔ تم اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ انا لننصر رسلنا والذین والذین امنوا فی الحیوۃ الدنیا کے مطابق حضرت عیسیٰ کی مدد فرمائی۔ اور ان کو بچا لیا۔ یہود نے عیسائیوں کو طعنہ دیا کہ تم جس کو نبی کہتے ہو وہ تو قتل ہو گیا یا صلیب پر مر کر نعوذ باللہ لعنتی ہو کر مر گیا اور اس صلیب پانے سے اپنے جھوٹے ہونے پر مہر کر گیا۔ اس عقیدہ کا اللہ تعالیٰ نے قلع قمع اس آیت میں فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ قتل نہیں ہوئے اور نہ صلیب پر مرے۔ لیکن ان کی صورت موت کے مشابہ صلیب پر ہو گئی تھی مگر وہ صلیب پر ہرگز نہیں مرے۔ اور جب وہ صلیب پر نہیں مرے تو شریعت کے مطابق ان کو لعنت کی موت بھی نہیں ہوئی بلکہ مقربین الی اللہ کی طرح ان کا بھی رفع الی اللہ ہوا۔

اسی طرح دوسری آیت جو مولوی صاحب نے اپنی تائید میں پیش کی ہے وہ میرے ہی معانی کی تائید کرتی ہے نہ کہ مولانا کے معانی کی۔ مولانا نے تو اپنے غلط عقیدہ کو ثابت کرنے کے لئے آیت کے الٹے معنے کئے ہیں جس سے وہ قرآن میں تحریف کے مرتکب ہوئے میری

سیدھی سادی بات ہے۔ اسلئے آیت کے معانی میں نہ کسی تحریف کی ضرورت پیش آتی ہے نہ آیت کو توڑ مروڑ کر معنے کرنے کی۔ دیکھئے آیت میں صاف لکھا ہے یعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الخ۔ یعنی اے عیسیٰ میں تجھے وفات دے کر تیرا مقرب الی اللہ کی طرح رفع کروں گا۔ مگر مولانا کو اپنا غلط عقیدہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش میں رافعک پہلے لگانا پڑتا ہے اور متوفیک بعد میں۔ اور بغیر قرآن کی آیت میں تحریف کئے ان کا عقیدہ نہیں بنتا۔ ان کا بس چلتا تو جس طرح معانی میں یہ لوگ تحریف کرنے سے باز نہیں آتے اسی طرح قرآن شریف کی عربی عبارت میں بھی تحریف کر دیتے۔ میں تمام حاضرین سے درخواست کرتا ہوں کہ میری میز پر قرآن شریف مترجم موجود ہے۔ ان میں شاہ رفیع الدین (۲) شاہ عبدالقادر (۳) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۴) مولوی نذیر احمد (۵) شیخ سعدی (۶) مولوی محمد احسن امروہوی (۷) مولانا اشرف علی تھانوی (۸) مرزا حیرت (۹) سرسید (۱۰) مولوی ثناء اللہ۔ تلک عشرۃ کاملۃ دس ترجمے غیر احمدیوں کے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک میں یہی لکھا ہے کہ وفات کے بعد رفع کروں گا۔ اگر ایک جگہ بھی رفع کے بعد وفات لکھی ہوتو میں علانیہ اپنے غلط عقیدہ سے توبہ کرنے کے واسطے تیار ہوں۔ میں یہ ایک آخری بات کہکر اپنی تقریر ختم کرتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں دو قومیں موجود تھیں یعنی یہود اور عیسائی۔ اور وہ دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ واقعی حضرت مسیح پر مقدمہ چلا اور ان کو صلیب پر چڑھایا گیا۔ اور وہ صلیب پر ہی فوت ہوگئے۔ اور اسی غرض کے لئے یہود نے ان پر حکومت سے مقدمہ

چلوایا۔ کہ اگر یہ صلیب پر مرگیا تو جھوٹا اور لعنتی موت مرا۔ اور اگر یہ صلیب سے بچ گیا تو یہ سچا۔ یہود کی اسی حرکت کی طرف قرآن شریف میں بار بار اشارہ کرتا ہے کہ یہود کی یہ عادت ہوگئی ہے کہ یہ ہر نبی کے سچے اور جھوٹے ہونے کا معیار ہی قتل سمجھتے ہیں چنانچہ قرآن شریف میں بار بار اس بات کا ذکر کیا گیا ہے۔ جہاں جہاں قرآن میں قتل کے ساتھ انبیاء کا ذکر ہے وہاں صرف یہود ہی مخاطب ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ یہودی جو اسوقت موجود تھے وہ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت عیسیٰ کو قتل کیا۔ اور چونکہ ہزاروں آدمی کے سامنے کا واقعہ ہے اس لئے عیسائیوں نے دروغ گو یم بروزی توکی دیدہ دلیری سے تو کام نہیں لیا۔ مگر اس طرح اپنے دل کو تسلی دے لی کہ مسیح کی لعنتی موت تو ٹھیک ہوئی۔ مگر ہمارے گناہوں کا کفارہ ہوگیا۔ چشم دید اور موقع کے جو گواہ ہیں وہ تو کہتے ہیں کہ ہاں جناب واقعی وہ صلیب پر فوت ہوگئے۔ اور ایسی صاف ظاہر بات کی کوئی تاویل نہ کر سکے۔ مگر ہم احمدیوں کے نزدیک قرآن شریف کی رو سے واقعہ یہ ہے کہ واقعی وہ فوت نہیں ہوئے تھے اور وہ مردہ کے مشابہ ہوگئے تھے اور چند روز کے بعد وہ تندرست ہوگئے اور اپنے تمام مریدوں سے ملے اور یہ واقعہ بھی عیسائیوں نے دیکھا۔ مگر چونکہ مرکر کوئی زندہ نہیں ہوا کرتا۔ اور مرتے ہوئے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے اس لئے انھوں نے حضرت مسیح کو زندہ دیکھ کر کہا کہ اُن کی رُوح ہے۔ دراصل مشاہدہ کا اثر تھا کہ جو انھوں نے تنہا نہیں بلکہ ہزاروں آدمیوں کے سامنے حضرت مسیح کو مرتے دیکھا۔ اور باوجودیکہ وہ ان کو

نبی اللہ اور ابن اللہ سمجھتے تھے مگر وہ ان کو زندہ دیکھ کر بھی یہ ہی کہتے رہے کہ ان کی رُوح ہے۔ غرضیکہ صلیب کا واقعہ اس قدر اظہر من الشمس ہے کہ مخالف، موافق، غیر جانبدار کوئی شخص بھی اس واقعہ سے انکار کرنے کی جرأت نہیں کرتا۔ مگر ایک ہزار سال کے بعد ایک گروہ ایسا پیدا ہوتا ہے جو کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ صلیب پر چڑھے ہی نہیں۔ اگر کوئی دنیا میں آج ایسا جج اور مجسٹریٹ موجود ہے کہ جو موقع پر موجود چشم دید ہزاروں آدمی کی موجودگی میں دیکھنے والوں کی گواہی کو جھٹلا دے اور کئی سو سال کے بعد پیدا ہونے والے لوگوں کی گواہی پر یہ فتویٰ دیدے کہ حضرت عیسیٰ ہرگز صلیب پر نہیں چڑھے تو میں اس جج کو اُس پرانے زمانے کے جج سے تشبیہ دونگا کہ جس نے ایک زندہ آدمی کے لئے حکم دیا تھا کہ لیجاؤ اس کو قبر میں دفنا دو۔ یہ مر گیا ہے۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ کوئی قاضی عادل کہلاتا تھا جو اپنے عدل و انصاف کی وجہ سے عادل کا خطاب حاصل کر چکا تھا اس کے سامنے ایک گروہ پیش ہوا اور انھوں نے کہا بکر ہمارے ساتھ تجارت کو گیا اور راستے میں فوت ہو گیا۔ اس لئے اس کی بیوہ عورت کا نکاح کسی سے کر دیا جائے۔ قاضی نے ان چشم دید گواہوں کی گواہی لی اور اس کے بعد اس نے اجازت دے دی کہ بکر کی بیوہ جس سے چاہے نکاح کرے۔ کچھ عرصہ کے وہ بکر زندہ سلامت آگیا اور قاضی کے سامنے اس نے درخواست پیش کی کہ میں زندہ ہوں میری بیوی مجھکو دلوائی جاوے۔ قاضی نے مثل کو دیکھا اور حکم صادر کیا کہ بکر مر گیا ہے۔ چشم دید گواہوں کے حلفی بیان موجود ہیں۔ لہٰذا عدالت فتویٰ صادر کرتی ہے کہ بکر واقعی مر گیا۔ بکر کو مغالطہ لگا ہے۔

اِس کی بیوہ غلط کہتی ہے کہ بکر میرا وہی خاوند ہے جس کے متعلق لوگوں نے کہا تھا کہ وہ مرگیا۔ بکر کے ماں باپ جھوٹ گواہی دے رہے ہیں کہ یہ بکر وہی ہمارا بیٹا ہے کہ جس کے فوت ہونے کی اطلاع ان لوگوں نے دی تھی۔ بکر کے یار دوست ایک سازش کے ماتحت غلط حلف اُٹھا رہے ہیں کہ واقعی یہ بکر فلاں بن فلاں ہے جو فلاں تاریخ کو فلاں قافلہ کے ساتھ تجارت کو گیا تھا۔ اور قافلہ والے اس کے ساتھیوں نے مشہور کر دیا کہ وہ فوت ہوگیا۔ لہٰذا اس کو لیجا کر دفن کر دو۔ اور اس کے ماں باپ بیوی بہن، یار دوستوں پر حلف دروغی کا مقدمہ چلایا جائے۔ بکر نے بہت کچھ واویلا کی۔ مگر حاکم عادل کے حکم کے خلاف کون منہ کھول سکتا تھا۔ اس مدعی بکر کو عدالت کے حکم سے پولیس اور فوج کے ذریعے زندہ ہی دفن کر دیا گیا۔ اگر وہ عادل قاضی دوبارہ آجائے تو شاید اِن گواہوں کے فیصلہ کے مطابق حضرت عیسیٰ کے معاملہ میں موقع کے چشم دید گواہوں کو چھوڑ کر چھ سو برس کے بعد پیدا ہونے والے گواہوں پر اعتماد کرلے۔

اب میں پھر آپ کو بتاتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دنیا میں تین پوزیشن ہیں اور ان ہی تین حیثیتوں سے حضرت عیسیٰ کو دیکھیے۔ اوّل نبی رسول۔ دوم معبود۔ سوم انسان۔ نبی ہونے کی حیثیت سے تو قرآن شریف کی آیت وما محمدٌ الا رسول۔ قد خلت من قبلہ الرُّسل۔ افائن مات اور قُتِلَ فیصلہ کر دیتی ہے کہ حضرت رسول کریم بھی تمام رسولوں کی طرح ایک رسول ہیں۔ جسطرح ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی کھاتے پیتے چلتے پھرتے گرمی سردی کا احساس رکھتے تھے اسی طرح

محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی۔ اَفَائِنْ مَاتَ اَوْ قُتِلَ نے تشریح کر دی اور بتا دیا کہ تمام انبیاء اور رسول فوت ہو گئے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی فوت ہونے والے ہیں۔ یہ ایسی جامع آیت ہے کہ جو تمام انبیاء علیہم السلام کی وفات پر قطعی الدلالت ہے۔

دوسری پوزیشن ان کی معبود ہونے کی ہے۔ جیسا کہ عیسائی ان کو ابن اللہ معبود مانتے ہیں۔ اس کے متعلق بھی قرآن شریف فرماتا ہے وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّھُمْ یُخْلَقُوْنَ اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ (سورہ نحل رکوع ۲)

"سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں جس نے کسی کو پیدا کیا۔ بلکہ وہ تو خود پیدا ہوئے اور وہ سب مر گئے۔ اور کوئی ان میں سے زندہ نہیں۔ ان کو تو اتنا بھی شعور نہیں کہ وہ کب اٹھائے جائینگے۔"

اس آیت نے بالکل ہی صاف کر دیا کہ کوئی معبود زندہ نہیں اور آج دنیا جانتی ہے کہ چالیس کروڑ عیسائیوں کا معبود اور دنیا کی سات عظیم الشان سلطنتوں کا معبود ہے۔ وہ اس آیت سے مستثنےٰ نہیں ہو سکتا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ فوت ہو گئے۔

تیسری پوزیشن انسان ہونے کی ہے۔ ان کے نبی ہونے اور ابن اللہ ہونے پر تو تمام دنیا متفق نہیں۔ مگر ان کے انسان ہونے پر ہر شخص متفق ہے اور انسان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قانون مقرر فرما دیئے ہیں۔ پہلا قانون یہ بتایا فِیْھَا تَحْیَوْنَ وَفِیْھَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْھَا تُخْرَجُوْنَ (سورۃ اعراف رکوع ۳) یہ انسان کے واسطے ایک مقررہ قانون اور قاعدہ کلیہ بنا دیا گیا وَلَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ کہ جیتک

تم زندہ رہو گے یعنی حین حیات کے واسطے یہ زمین تمھارے لئے
جائے قرار ہے۔ اسی میں سے تم پیدا ہوئے ہو اسی میں تم مرو گے اور
اسی میں سے دوبارہ اٹھائے جاؤ گے۔ دوسری جگہ فرمایا۔ اَلَمْ نَجْعَلِ
الْاَرْضَ كِفَاتًا اَحْيَاءً وَّاَمْوَاتًا (سورۃ مرسلات) کہ کیا نہیں بنائی
ہم نے زمین تم زندوں اور مردوں کے واسطے کافی؟ اس آیت نے
یہ فیصلہ کر دیا کہ ہر مردہ اور زندہ کے لئے یہ زمین ہی ہے اور ہرگز اس کا
جائے قرار آسمان نہیں۔ تیسری جگہ فرمایا وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا
کہ ہم اپنا قانون قدرت کبھی تبدیل نہیں کیا کرتے۔ چنانچہ کفار نے
حضرت رسول کریم سے بطور معجزہ کے چاہا کہ تو اگر سچا ہے تو اَوْ تَرْقٰى فِى
السَّمَآءِ آسمان پر چڑھ کر ہمیں دکھا۔ مگر افضل الرسل کو معجزہ کے طور
پر آسمان پر نہیں لیجایا گیا۔ اور جواب دیا کہ تمھاری طرح محمد الرسول بھی
انسان ہیں۔ پھر بھلا یہ کس طرح ممکن ہے کہ حضور کو چند منٹ کے واسطے
آسمان پر جانا غیر ممکن اور نظام عالم کا درہم برہم کر دینے والا واقعہ قرار دیا
جائے۔ اور حضرت عیسیٰ کو دو ہزار برس تک آسمان پر بٹھا لیا جائے۔

قاضی محبوب عالم صاحب بولے اور معراج کا واقعہ؟ میں نے
کہا ایک چیز کو ختم کر لو بعد میں معراج کا مسئلہ بھی طے ہو جائے گا۔
اب صاف ظاہر ہے کہ زمین ہی انسان کے واسطے جائے قرار بنائی
گئی ہے۔ اور اس کے مقررہ قانون سب کے واسطے مساوی ہیں۔ ایک آم
کے درخت کے لئے جائے قرار اس کی وہ ٹہنی ہے جس کے اندر اوّل
پھول پیدا ہوا پھر اس کی کیری بنی پھر اس کا آم بنا۔ اس کے بعد وہ اپنی
عمر طبعی پوری کر کے پک گیا اور ٹہنی سے جدا ہو گیا۔ اب چونکہ قانون کے

سنت اللہ کے مطابق وہ الگ ہوا ہے۔ اب اس کو اس ٹہنی میں دوبارہ لگانے کے واسطے دنیا بھر کے سائنس داں آجائیں اور دنیا بھر کے باغبان جمع ہوں اور ایڑی چوٹی کا زور لگالیں کہ وہ آم دوبارہ اس درخت کی ٹہنی میں لگ جائے تو ناممکن ہے۔ یہ کیا ہے؟ قانونِ قدرت ہے۔ جو اس کے مستقر اور جائے قرار کے لئے مقرر تھا۔ ایک چنبیلی کی کلی جو کھلنے کے لئے بالکل تیار ہے اور صبح کے وقت جب نسیم سحر اٹھکیلیاں کرتی ہوئی اس کلی کو چھیڑے گی تب وہ کھلیگی۔ اس کے علاوہ کوئی صورت نہیں۔ امریکہ جرمنی۔ جاپان۔ فرانس، اٹلی۔ روس۔ ترکی اپنا توپ خانہ بندوق۔ رائفل پستول۔ ہوائی جہاز۔ بم ڈیڈ ناٹ سب لے کر آجائیں اور اس کو کہیں کہ اے کلی کھل جا تو وہ اسکی پرواہ نہیں کرے گی۔ اور کوئی قانون اس کو نہیں کھلا سکتا۔ بالکل اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے جو قانون بنا ہے وہ صرف آپ کے لئے نہیں بلکہ ہر ذی روح اور ہر انسان اور حیوان کے لئے ہے۔ خواہ بادشاہ ہو یا وزیر ہو عالم ہو اوتار ہو فاضل ہو یا نبی ہو رشی ہو یا منی ہو سب قانونِ قدرت کے پابند ہیں۔ جہلاء جتنی جی چاہیں کہانیاں بنالیں خود آپ خوش ہولیں لوگوں کو مسرور کرلیں خود احمق بنیں دوسروں کو احمق بنالیں قانونِ قدرت تو سب کے لئے ایک اور اٹل ہے۔

اب میں جج صاحب اور جناب صدر سے گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ حضرت مسیحؑ جن لوگوں کے سامنے صلیب پر چڑھائے گئے وہ تو ان کے صلیب پر چڑھائے جانے کے قائل ہیں معترف ہیں۔ مقر ہیں۔ اور یہود بھی یہی کہتے ہیں۔ عیسائی بھی یہی کہتے ہیں۔ مگر جن کے سامنے کا

واقعہ نہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ نہیں یہ دونوں جھوٹے ہیں
سو برس کے بعد پیدا ہوئے ہمارا قول سچا۔ ہماری شہادت اور گواہی پر
ایک لطیفہ مجھے یاد آ گیا۔ وہ اور سن لیجئے۔ بس اسی پر میں اپنی تقریر ختم
کرتا ہوں۔ کہ ۔

جسوقت یہ خلافت کمیٹی کا ڈیپوٹیشن ولایت گیا اور کچھ روز وہاں رہکر
واپس آیا تو خلافت کے مخالفوں نے اخبارات میں شور مچایا کہ خلافت
کے ڈیپوٹیشن نے غریب مسلمانوں کے روپیہ سے صرف اسی ہزار روپیہ کی
شراب خرچ کی اور اس بل کی نقل ولایت کے کسی اخبار نے شائع کی۔
اور اس کا فوٹو انگلشمین وغیرہ نے شائع کیا تو ایک اخبار نویس نے
لکھا کہ حکومتِ عباسی کا کوئی قاضی دریا میں سفر کر رہا تھا۔ مزیدار ابر تھا۔
ٹھنڈی اور خوش گوار ہوا چل رہی تھی۔ اس کشتی میں کوئی یہودی امیر بھی
سفر کر رہا تھا۔ یہودی نے اپنے ملازم کو کہا کہ ایک گلاس شراب لاؤ۔ ملازم
نے شراب پیش کی۔ یہودی نے قاضی کے لباس سے اس کو کوئی معزز
آدمی سمجھکر تواضع کی اور ملازم کو اشارہ کیا کہ ان کے سامنے گلاس پیش
کرو۔ ملازم نے گلاس پیش کیا۔ قاضی ایک ہی سانس میں پی گیا۔ اور منہ
بگاڑ کر قاضی بولا کہ یہ کیا تھا۔ یہودی نے کہا یہ شراب تھی۔ قاضی نے بگڑ
کر کہا تو کون ہے؟ یہودی نے کہا میں یہودی ہوں۔ قاضی نے کہا تو
ثقہ راوی نہیں۔ یہودی کا ملازم بولا میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ یہ واقعی
شراب تھی۔ قاضی نے کہا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا عیسائی ہوں۔
قاضی نے کہا تو عیسائی اور یہ یہودی، تم دونوں میں کسی کی شہادت
ثقہ نہیں۔ جاؤ ایک اور گلاس بلب کر کے لاؤ۔ تو خلافت ڈیپوٹیشن کا

والا عیسائی۔ بلاک بنانے والا پارسی، اس کی نقل کرنیوالا یہودی، ان میں ایک بھی ثقہ راوی نہیں۔ لہٰذا ہم کس طرح یہ مان لیں کہ خلافت کمیٹی کے مقدس ڈیپوٹیشن نے اسّی ہزار کی شراب خریدی۔

بالکل اسی طرح اگر آپ لوگ بھی یہودیوں اور عیسائیوں کی حضرت مسیح کے صلیب پانے کے متعلق ثقہ شہادت نہ تصور فرمادیں۔ اور ان بیدینوں کی عیسیٰ شہادت کو جھوٹا سمجھکر اور آج دو ہزار برس کے بعد اس عجوبہ کہانی اور عقل وفہم سے بالاقصے کو آپ ان غیر معتبر اور غیر ثقہ راویوں کی شہادت کو رد کردیں تو آپ حق بجانب ہیں۔ میں آپ کو مجبور نہیں کرتا یہ ایک اس قدر موٹی سی بات ہے کہ میرے ایک دوست جو سکھ ہیں انھوں نے رات دن وفات مسیح پر بحثیں سن سن کر اصل حقیقت سمجھ لی اور ان کی سمجھ میں بھی مسئلہ آگیا۔ اور انھوں نے ایک رباعی کہی ہے وہ آپ سن لیں۔ وہ فرماتے ہیں ؎

دل دے وچہ توں سمجھ بھائی کدی گدھا کتب پڑھینو ندای
ہاتھی اڈوا تے ریچھ وید بنیان اتے بانڈرا کپڑے سینو ندای
تھوٹا تخت تے بیٹھ کے عدل کروا تے چڑا سمندرا پیو ندای
گلاں ایہہ جے سچیاں بدھ سنگھا تان پھر عیسیٰ آکاش تے جو ندای

سردار بدھ سنگھ فرماتے ہیں آپ اپنے دل میں ذرا غور کیجئے کبھی گدھا بھی کتابیں پڑھا کرتا ہے۔ ہاتھی اڈوا کرتا ہے یا ریچھ ڈاکٹر اور حکیم بن کر لوگوں کے علاج کیا کرتا ہے یا بندر چسٹر کوٹ پتلون کالر نکٹائی سیا کرتا ہے۔ یا بھینسا تخت پر بیٹھ کر عدالت کیا کرتا ہے یا چڑیا سمندر پی سکتی ہے؟ جس طرح یہ تمام باتیں غیر ممکن ہیں اسی طرح ہمیں عقل سلیم کہتی ہے کہ حضرت

عیسیٰ کا آسمان پر جانا غیر ممکن ہے۔ یہ ایسی موٹی اور معمولی بات ہے کہ ہر معمولی عقل کا آدمی اس کو سمجھ سکتا ہے۔ مگر آپ لوگ نہیں سمجھ سکتے تو خیر یہ آپ کی مرضی۔

معاف فرمایئے نہ تو جناب صدر نے مجھے مطلع فرمایا کہ تمہارے پانچ منٹ پورے ہو گئے اور نہ مجھے خود ہی سلسلۂ تقریر میں یاد رہا اس لئے میں بیٹھتا ہوں۔

میرے بیٹھتے ہی جناب صدر کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے جیسا کہ آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ میں سشن جج ہوں اور میرا یہ مخصوص قاعدہ ہے کہ بعض قتل کے ملزموں کو میں پبلک پراسی کیوٹر کی بحث سننے سے پہلے محض شہادتیں ختم ہونے پر ہی چھوڑ دیا کرتا ہوں اور بعض کو بحث سننے کے بعد فیصلہ لکھنے سے پہلے۔ اور میرے فیصلہ کو آج تک ہائیکورٹ نے بھی نہیں توڑا۔ اسی طرح میں نے اس بحث کو بہت اچھی طرح سمجھ لیا اور میں یہ فیصلہ دیتا ہوں کہ واقعی حضرت عیسیٰ وفات پا گئے۔ ہمارے تینوں مولوی سوائے تعلّی اور شیخی کے کوئی معقول بات نہیں کہتے نہ مہذب طریقے پر بحث کرتے ہیں۔ نہ اُن کے پاس کوئی واقعی دلیل ہے۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ جس طرح میرے فیصلہ کو آج تک ہائیکورٹ کے جیوری کے معتدد جج نہیں توڑ سکے اسی طرح اس میرے فیصلہ کو کوئی نہیں توڑ سکتا۔ عقیدہ تو ابتک میرا بھی وہی تھا جو ہمارے مولویوں کا ہے۔ مگر اب میں نے اس مسئلہ کو اتنا عمدہ سمجھ لیا ہے کہ شاید میر صاحب نے بھی اتنا عمدہ نہ سمجھا ہو اور میں دس ہزار روپیہ کا انعام مقرر کر کے جس جلسہ میں کہو جمع کر کے تمام مولویوں کو چیلنج کرتا ہوں

کہ مسٹر راٹیگن جو پنجاب ہائیکورٹ کے چیف جسٹس ہیں ان کے
سامنے اس عقیدہ کا مقدمہ دائر کر کے اور میں میر صاحب کے بجائے
جاتا ہوں اور ہندوستان بھر کے وکیل بیرسٹر اور مولوی میرے مقابلہ میں
آکر اس عقیدہ کے خلاف دلائل پیش کریں۔ اگر مسٹر راٹیگن نے میرے
خلاف فیصلہ صادر کر دیا تو میں دس ہزار روپیہ انعام ان کو دونگا
ہمارے پنجاب میں سر میاں محمد شفیع اور سر شہاب الدین سر شاہدین
سر فضل حسین۔ سر شادی لال بہترین مقنن ہیں۔ ان کے علاوہ بھی دوسرے
تمام قابل مقننین آجائیں تو وہ اس مقدمہ کو جیت نہیں سکتے۔ یہ میرا فیصلہ
جس سعید روح کا دل چاہے مانے نہ مانے۔ یہ کہہ کر کرسٹن جج صاحب
بیٹھ گئے اور مجلس میں اس فیصلہ کو سن کر سناٹا آگیا۔ مگر میں بھاگ کر جج
صاحب سے لپٹ گیا اور میں نے کہا واہ آپکا بھائی مرد ایسے ہی ہوا
کرتے ہیں۔ جو حق کہنے میں بڑی سے بڑی ہستی کے سامنے مرعوب
نہیں ہوا کرتے۔ بارہ بج چکے تھے۔ میں نے کھانا منگوایا۔ مولوی صاحبان
جانے لگے۔ میں نے کہا مولوی محبوب عالم صاحب ان کو ٹھہرایئے۔ کیونکہ
یہ آپ کے آوردہ ہیں۔ کھانا کھا کر تشریف لے جائیں۔ مولوی محبوب عالم
صاحب نے سب کو ٹھہرالیا اور کھانا سب نے مل کر کھایا۔ اس کے بعد
چاروں مولویوں کو میں نے دس دس روپیہ دیئے۔ انھوں نے جیب میں
رکھ لئے اور کہا اس کی تکلیف کی کیا ضرورت تھی۔ میں نے کہا آپ لوگ
فتح کی امید میں آئے تھے اور آپ کا خیال تھا کہ یہ بھی عام مناظروں
کی مجلس کی طرح ہوگی اور آپ کے ہم عقیدہ جہلاء آپ کی واہ واہ کریں گے
مگر یہ جہلاء کی مجلس کی بجائے عقلاء کی مجلس تھی۔ آپ حنیف اور رنجیدہ

ہو کر نہ جائیں۔ آپ کی تکلیف فرمائی کا میں شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپنے اپنا قیمتی وقت ضائع فرما کر اپنے علم سے ان لوگوں کے علم میں بھی اضافہ فرمایا۔ میں کئی روز سے ان لوگوں کی سمع خراشی کر رہا تھا اور یہ لوگ میری باتوں کو یکطرفہ سمجھکر توجہ نہیں کرتے تھے۔ آج ان لوگوں نے آپ لوگوں کے دلائل سُن کر حقیقت کو معلوم کر لیا۔ یہ دوسری بات ہے کہ جج صاحب کیطرح مردانگی کے ساتھ صداقت کا اظہار نہ کریں۔ مگر عقلمند اور سمجھدار لوگوں کے دِل آج ضرور احمدیت کی صداقت کیطرف جھک گئے اِس لئے میں کیوں نہ آپ لوگوں کا شکریہ اور شادمانی نہ کروں۔ وہ چاروں مولوی سلام علیکم کر کے اور مجھ سے مصافحہ کر کے یکے بعد دیگرے رخصت ہوئے۔ پہلے مولوی صاحب نے سب سے اخیر میں مجھے سلام علیکم کہی اور سب سے اخیر میں مصافحہ کیا۔ میرے چھوٹے سالے صاحب فرمانے لگے ابھی آپ نے فرمایا تھا۔ اِن مرزائیوں کے ہاں کا کھانا حرام ہے۔ سلام علیکم حرام ہے۔ پھر آپ نے سلام بھی کیا۔ روپیہ بھی لئے۔ کھانا بھی کھالیا۔ معلوم ہوا کہ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور ہیں اور دکھانے کے اور۔ مولوی صاحب خفیف ہو کر چلے گئے اور دروازے پر پہنچکر بولے مالِ موذی نصیب نمازی۔ میرے چھوٹے سالے صاحب تیز ہو کر بولے لعنت تم کمبخت مولویوں پر۔ میں نے کہا بھائی جان بس جانے دیجئے سالے صاحب بولے اس جگہ یہ کہتا تو ایسا تھپڑ رسید کرتا کہ بدذات کی بتیسی باہر آجاتی۔ خبیث کہیں کے۔ اِسی کا نام ہے کھانا اور غرّانا۔ خان بہادر صاحب جھٹ کر بولے۔ بس خاموش رہو۔ چھوٹے سالے صاحب بولے آپ دیکھتے نہیں کس قدر گندی فطرت رکھتے ہیں۔ آپ ہی

ان کے فتاوے اور ان کی باتوں کی قدر کرتے ہیں۔ میرے نزدیک تو یہ سب سے ذلیل ہیں۔ میں نے کہا حدیث شریف میں آتا ہے :- علماء ھُمْ شرّ مَنْ تحت ادیم السّماء۔ کہ اخیر زمانہ کے مولوی آسمان کے نیچے سب سے زیادہ شریر ہونگے۔ اکبر نے کیا خوب کہا ہے ؎

چار فاضل مل کے بیٹھیں تو کھڑے ہوں سو فساد
جب یہ صاحب جاگتے ہوں فتنہ سوسکتا نہیں
عقل پر یہ زور دینے سے ہلا مجھکو جواب
رہلیں اور عالم نہ ٹکرائیں یہ ہوسکتا نہیں

ان مولویوں کا کیا کہنا ہے۔ انھوں نے فرشتوں کو زانی بنایا اور ایک زانیہ کو آسمان پر پہنچا دیا۔ سشن جج صاحب نے فرمایا کیا مطلب ؟ میں نے کہا ہاروت و ماروت کا قصہ آپ نے نہیں پڑھا کہ دو فرشتے ایک رنڈی زہرا پر عاشق ہوگئے اور زنا کی قیمت میں اس کو اسم اعظم سکھا دیا۔ وہ رنڈی اسم اعظم کے ذریعے آسمان پر پہنچی اور زہرا ستارہ بن گئی اور ان دونوں فرشتوں کو بابل کے کنوئیں میں الٹا لٹکا دیا گیا۔ اور تمام دنیا کا دھواں اس کے اندر جاتا ہے۔ یہ عذاب ہے فرشتوں کے علاوہ انبیاء پر انھوں نے تہمت باندھی۔ ہر نبی پر ایک بہتان انھوں نے باندھ رکھا ہے۔ داؤد علیہ السلام پر دوسروں کی بیویاں لینے کے لئے ان کے خاوند کو مروانے کی تہمت لگائی۔ سلیمان علیہ السلام کو ایک غیر عورت کی پنڈلیاں بہانے سے دیکھنے کی تہمت لگائی۔ حضرت ابراہیم کو مشرک ثابت کیا کہ چاند سورج کو انھوں نے خدا کہا

جج صاحب کہنے لگے یہ واقعات تو ہم نے بھی سُنے ہیں مگر کیا یہ غلط ہیں۔ میں نے کہا بالکل اتہام۔ عوام اور انبیاء میں فرق ہی کیا ہوا۔ اور تو اور، خود حضرت رسول کریم پر بھی یہ تہمت لگانے سے نہیں جھجکتے چنانچہ حضرت رسول کریم کی نسبت انھوں نے لکھا ہے کہ حضرت زینب کو دیکھکر آپ عاشق ہو گئے۔ اور آپ نے حضرت زید سے ان کو طلاق دلوا کر خود نکاح کر لیا۔ اسی پر اکتفا نہیں بلکہ انبیاء اور مرسلوں پر انھوں نے الزام لگائے۔ اللہ نے جسکو کہا شیطان الرجیم کافر۔ اسی شیطان کے متعلق یہ فرماتے ہیں کہ وہ پکا موحد تھا۔ دس لاکھ برس اسی عرش کے نیچے عبادت کی۔ تب ہی تو خدا کے سوا کسی کے سامنے سجدہ کے لئے طیار نہیں ہوا۔ تم جہنم کو عذاب سمجھتے ہو۔ وہ اپنے پیارے خدا کے ہر عطیہ کو نعمت سمجھتا ہے۔ زمین کا کوئی چپہ ایسا موجود نہیں کہ جہاں اس نے سجدہ نہ کیا ہو۔ وہ معلم الملکوت تھا۔ اس کے نزدیک خدا کا دیا ہوا ہر خطاب قابل عزت ہے۔ خواہ وہ درود ہو یا لعنت علیہا لعنتی الی یوم الدین، ہو۔ ان کی ذہنیت دیکھو۔ کس طرح انکی عقلیں ماری گئی ہیں۔ (دیکھو تذکرۂ غوثیہ)

میں ابھی اتنا ہی کہنے پایا تھا کہ ہماری خادمہ آئی اور ایک چھوٹا سا کاغذ کا ٹکڑا اسسٹنٹ جج صاحب کو دے کر چلی گئی۔ اسسٹنٹ جج صاحب اس رقعہ کو پڑھ کر زنانے مکان میں گئے۔ مجھ سے محرم علی صاحب کچھ بات کرنے لگے۔ تھوڑی ہی دیر میں جج صاحب واپس آگئے اور اپنے چھوٹے بھائی کو گھر میں بھیجدیا اور خود خان بہادر صاحب سے باتیں کرنے لگے۔ خان بہادر صاحب ہنس ہنس کر ان کی باتیں سُننے لگے۔

بقول شخصے کہ ع عشق است ہزار بدگمانی

مجھے پریشانی ہوئی۔ اور میں فوراً گھر میں گیا تو میں نے دیکھا کہ بیگم اپنے بھائی سے کہہ رہی ہیں کہ تم لوگوں نے بلا تحقیق و تفتیش حالات کے میری شادی کیوں کر دی۔ اور جب کر دی تو مردانہ وار پیش آنیوالے واقعات کا مقابلہ کرو۔ مجھے یہ بات ہرگز پسند نہیں کہ تم اپنے بہنوئی کو خوش کرنے کے لئے اور اپنے کئے کی سزا سے بچنے کے لئے اس طرح علماء کرام کو برا بھلا کہو اور اُن کی تذلیل کرو۔ تم نے سُنا نہیں کہ العلماء ورثۃ الانبیاء کہ علمائے کرام انبیاء کے وارث اور جانشین اور اُن کے قایم مقام ہوتے ہیں۔ اُن کا بھائی جھڑک کر بولا۔ تم جب سمجھ ہی نہیں سکتیں تو خواہ مخواہ دخل در معقولات کیوں کرتی ہو۔ ایسے علماء پر لعنت ہے۔ تم نے قرآن میں پڑھا نہیں کمثل الحمار یحمل اسفاراً کہ ایسے علماء کی مثال ایسی ہے کہ جیسے گدھے پر کتابیں لدی ہوتی ہیں۔ میں نے جو کچھ کہا وہ ٹھیک کہا۔ میں نے ہرگز کسی زید بکر کی خوشامد میں اپنی ضمیر اور کانشنس کے خلاف کچھ نہیں کہا۔ جو کچھ میں نے کہا وہ دلی جذبات سے کہا ہے۔ یہ کہکر وہ تو نکل کر چلے گئے۔ میں نے خادمہ سے پوچھا کہ بیگم نے جج صاحب کو بُلا کر کیا کہا تھا۔ وہ کہنے لگی بیگم صاحب ناراض ہو رہی تھیں کہ دہشت اور خوف اور خوشامد میں تمھیں ہرگز ایسا فیصلہ نہیں دینا چاہئے۔ جج صاحب بولے جو کچھ کہا وہ خدا کو حاضر ناظر جان کر ایمانداری سے میں نے کہا ہے۔ بیگم صاحب بولیں کہ میں تو چار مہینہ سے اس گھر میں رہ کر بھی مرزائی نہیں ہوئی اور تم نے تو ہمارے خاندان کی ناک کٹوا دی۔ بس جج صاحب یہ کہتے ہوئے

چکے گئے کہ بہشت تو کیا جانے۔ تم عورتوں کی عقل تو بالوں کی ربی سے مضبوط بندھی رہتی ہے۔ میں یہ سن کر بیگم سے بغیر کچھ بات کئے پیچھے چلا آیا۔ کہ خان بہادر صاحب اسی بات پر ہنس رہے ہونگے کہ میری بیٹی اس قدر راسخ الاعتقاد ہے کہ بقول شخصے ؎

زمیں جنبد نہ جنبد گل محمد

جب میں ادھر آیا تو میں نے دیکھا کہ خان بہادر صاحب اپنی بیٹی کے پاس گئے۔ میں بھی ان کے پیچھے پیچھے دبے پاؤں چلا گیا۔ خان بہادر صاحب کو دیکھکر بیگم نے سلام کیا۔ کیونکہ جب سے وہ لاہور میں آئے تھے بیٹی سے نہیں ملے تھے۔ بیگم کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا کہ بیٹی مجھے معلوم نہ تھا کہ تو اس قدر پکے عقیدہ کی ہے۔ تیری بات سن کر مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ جو تو نے اپنے چھوٹے اور بڑے بھائی سے کہی۔ مگر میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ جب تو اس قدر پختہ عقیدہ کی ہے تو اپنے خاوند کے ساتھ کیوں بھاگ آئی۔ بیگم بولیں خدا نہ کرے میں کیوں بھاگ آتی۔ بھاگیں میرے دشمن۔ میرے ماں باپ اور شریعت نے جس کو میرا خاوند بنایا ہے اس کے ساتھ میں آئی۔ دنیا کا یہی رسم و رواج اور خدا اور رسول کا حکم ہے۔ بیاہی بیٹی پڑوسی برابر۔ جب آپ نے ایک شخص کو میرا ہاتھ پکڑا دیا تو اب میرا فرض ہے کہ میں اس کی فرمانبرداری کروں۔ جب تک میں کنواری تھی آپ کی محکوم اور فرمانبردار تھی۔ اور جب آپ نے میری شادی کر دی تو میں اس کی کنیز اور خادمہ اور وفادار بیوی ہوں ؎

میں بیاہی بیٹی کو بیٹی نہیں سمجھتی اب
پرائے دھن پہ کسی کا کچھ اختیار نہیں

عقیدہ کے معاملے میں ہر شخص آزاد ہے۔ آج تک اُنھوں نے مجھے مجبور نہیں کیا۔ اور اگر وہ مجھے مجبور بھی کریں تو جان دے دوں گی مگر ایمان نہیں دونگی۔ خان بہادر صاحب بولے شاباش بیٹی۔ اس میں شک نہیں کہ تیرا خاوند دُنیا بھر کی خوبیوں کا مالک ہے۔ کاش یہ مرزائی نہ ہوتا۔ لے یہ سو روپے کا نوٹ اپنے خاوند کو یہ کہکر دیدینا کہ ابا جی نے مجھے بحیثیت بیٹی کے دیا ہے۔ بیگم بولیں کہ ابا جی اس کی کیا ضرورت ہے۔ رہنے دیجئے۔ خان بہادر صاحب فرمانے لگے نہیں نہیں ضرور لے اور اپنے دودھ کو بتا دینا۔ کیونکہ آج اُس نے چالیس روپیہ تو صرف ان آنے والے مولویوں کو دیئے ہیں۔ اور کل اور آج اس نے ہم سب کو کھانا کھلایا ہے۔ بیگم بولیں تو ابا جی کیا ہوا؟ وہ بڑے وسیع الاخلاق بیحد مخیّر اور سیر چشم انسان ہیں۔ تین سو روپیہ ماہوار تو وہ صرف قادیان میں چندہ بھیجتے ہیں اور ویسے بھی ہر ضرورتمند اور غریب کی مدد کرتے ہیں اور مجھے بھی ہمیشہ تاکید رکھتے ہیں کہ کبھی کسی گھر آنے والے کو خالی ہاتھ مت جانے دیا کرو۔ ضرور کچھ نہ کچھ دے دیا کرو۔ کل پرسوں ہی چالیس ہزار روپیہ میرے نام بنک میں داخل کرایا ہے کہ خدا جانے مقدمہ کس کروٹ بیٹھے۔ تم بنک کی پاس بک اور چیک بک اپنے ہاتھ میں رکھو تاکہ ضرورت کے وقت خرچ کر سکو۔

مقدمہ کا نام سُن کر خان بہادر صاحب سناٹے میں آگئے اور سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔ بیگم بولیں کہ کیوں ابا جی کیا ہوا۔ خان بہادر صاحب بولے بیٹی مقدمہ کا نام سُن کر کمر ٹوٹ گئی۔ بڑا پریشان ہوں۔ بہت

بڑی طرح تیرے خاوند کے پھندے میں پھنس گیا ہوں۔ تو اپنے خاوند کو سمجھاتی کیوں نہیں۔ بیگم بولیں کہ ابا جی مجھے معاف فرمایئے۔ پھندا تو آپ نے ڈالا ہے اور آپ اپنے پھندے میں خود پھنس گئے ہیں جب آپ نے ان پر ایک چھوڑ تین تین فوجداری مقدمات دائر کئے تو بھلا وہ کسی طرح اپنے بچاؤ کی ترکیب نہ کرتے۔ خان بہادر صاحب فرمانے لگے کہ میں نے تو یہ سنا ہے کہ وہ تیرا عاشق ہے۔ تیرے ہر اشارے پر وہ جان قربان کرتا ہے۔ تو کہے گی تو وہ ضرور مانے گا۔ میری بیٹی! تیرے بڈھے باپ کی عزت تیرے ہاتھ میں ہے۔ کیا تجھے یہ پسند ہے کہ اس بڑھاپے میں تیرے باپ کی ذلت ہو۔ بیگم بولیں کہ ابا جی۔ میں کل آپ کو جواب دوں گی۔ غور کروں کہ کیا طریقہ اختیار کیا جائے۔

خان بہادر صاحب اس قدر باتیں کر کے مردانے میں آ گئے۔ جہاں سب آدمی ان کے منتظر بیٹھے تھے۔ میں بھی وہیں پہنچ گیا۔ مولوی محبوب عالم صاحب ہنسکر فرمانے لگے کھانا بھی کھا لیا گیا۔ مولوی محرم علی صاحب بولے اجی یوں کہئے سورج بھی کھا لیا گیا اور چوتھے آسمان سے حضرت عیسیٰ کو بھی اتار لیا گیا۔ اور سشن جج صاحب نے ان کو زمین میں بھی دفنا دیا۔ سشن جج صاحب فرمانے لگے میرے خیال میں یوں زیادہ موزوں ہوگا کہ جب زمین سے آدمی مثل نباتات کے اُگنے لگے لوہا برسنے لگا۔ چوپائے آسمان سے نازل ہوئے۔ حلۂ بہشتی بھی آسمان سے اتر آیا۔ آئندہ کے واسطے کیا پروگرام ہے۔ مولوی محرم علی صاحب فرمانے لگے ہماری یہ رائے ہے کہ ہم آج رات کو ایک بڑے قابل

آدمی کو لے کر آئینگے۔ اور آج رات پھر اسی قدر روحانی اور جسمانی مکلف دعوت اُڑنی چاہیئے۔ بات تو ہوئی اور خوب ہوئی۔ مگر ادھوری رہی۔ ہم لوگ کسی ایک مقام پر پہنچ نہیں سکے۔ مولوی محبوب علی صاحب ہنسکر بولے خدا کے لئے اس سلسلہ کو بند کیجئے۔ یہ میر صاحب تو ہمیں روٹیاں کھلا کھلا کر مرزائی بنا کر چھوڑینگے۔ میں نے کہا خدا کرے ایسا ہو آپ تمام اصحاب کو مع اپنے احباب کے رات کو دعوت پہ منت پیش کرتا ہوں۔ خان بہادر صاحب اسوقت تک مجھ سے مخاطب نہیں ہوئے تھے۔ مگر اب پہلی مرتبہ مخاطب ہوکر فرمانے لگے کہ تمہیں تکلیف تو نہیں ہوگی۔ میں نے کہا ہرگز نہیں۔ بلکہ خدا کی قسم راحت ملتی ہے۔ خان بہادر صاحب نے فرمایا کہ برخوردار بات یہ ہے کہ اس سے زیادہ رازداری کا مقام نہیں دوسرا نہیں ملتا۔ اس لئے ہم اس جگہ کو پسند کرتے ہیں میں اس بات سے بیحد ڈرتا ہوں کہ ان مجالس اور گفتگوؤں کا کسی کو علم ہو یہ جو چار آدمی مولوی محبوب عالم صاحب لائے تھے ان میں سے کسی کو بھی یہ علم نہیں ہوسکا کہ ہم کون لوگ ہیں۔ دوسری جگہ مجھے یہ خطرہ رہتا ہے کہ میرا کوئی واقف نہ آجائے۔ میں نے کہا میری آپ کی غلط فہمی ضرور ہے۔ مگر میں آپ سے حلفیہ وعدہ کرتا ہوں کہ ان واقعات کا کبھی بھی کسی کے سامنے ذکر نہیں ہوگا۔ مولوی محرم علی صاحب اپنی جیب میں سے ڈائری دیکھکر بولے کہ میں آج رات کو نہیں آسکتا۔ یا تو آپ کل رات کو دعوت کریں یا میری غیر حاضری منظور فرماویں۔ سشن جج صاحب فرمانے لگے کہ آج کی دعوت کل پر ہی ملتوی رکھئے۔ آپ کے بغیر مجلس سونی ہوجائے گی۔ مولوی محبوب عالم اور شیخ رحمت اللہ اور

ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب بھی فرمانے لگے ہم بھی اس بات پر اتفاق کرتے ہیں۔ کل شب کو سات بجے تمام اصحاب یہاں پہنچ جائیں۔ تمام اصحاب نے اس کو منظور کیا۔ اور ہر شخص رخصت ہو کر چلا گیا۔ خان بہادر صاحب جب دروازہ سے نکلنے لگے تو خادمہ نے کہا بیگم صاحبہ کہہ رہی ہیں کہ آپ صبح کو چائے یہاں آکر پئیں۔ اور اگر آپ کو ہوٹل میں تکلیف ہو تو یہاں تشریف لے آئیں۔ خان بہادر صاحب نے فرمایا کہ صبح کو آکر جواب دوں گا۔

دوسرے دن صبح ہی صبح بیگم بولیں کہ ہم ایک بات کہیں تو مانو گے میں نے کہا ضرور۔ کہنے لگیں ہم نے آپا جی کو چائے پر صبح بلایا ہے۔ اُسوقت آپ ہمارے کمرے میں نہ بیٹھیں۔ میں نے کہا اس برابر کے کمرے میں جا بیٹھونگا۔ بیگم بولیں مگر اس طریقہ پر بیٹھنا کہ ان کو یہ نہ معلوم ہو کہ تم یہاں موجود ہو۔ کیونکہ میں چاہتی ہوں کہ وہ آزادی کے ساتھ میری باتیں سنیں۔ میں نے کہا اچھا انشاء اللہ میں کھانسونگا بھی نہیں۔

تھوڑی ہی دیر میں وہ چاروں باپ بیٹے آگئے۔ اور میں برابر کے کمرے میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ بیگم نے بڑی نفاست نے چائے ناشتہ کا اہتمام کیا ہوا تھا۔ ان کے آتے ہی وہ سب چائے پر بیٹھ گئے۔ ان لوگوں نے مجھے دریافت کیا تو بیگم نے جواب دیا یہ وکیلوں بیرسٹروں سے مشورہ کا وقت ہے۔ اکثر وہ صبح کو چلے جایا کرتے ہیں۔ میں جھانک کر چلمن میں سے دیکھ رہا تھا۔ وکیلوں کا نام سن کر ان چاروں کے چہرے متغیر ہو گئے اور کئی منٹ تک سب خاموش چائے وغیرہ میں مشغول رہے کچھ دیر کے بعد خان بہادر صاحب نے فرمایا کہ بیٹی تم نے وعدہ کیا تھا کہ کل سوچکر

جواب دونگی۔ اگر تم نے کوئی تجویز سوچی ہے تو مشورہ دو۔ بیگم بولیں کہ ابا جی یہ جتنے آدمی آپ کے ساتھ آتے ہیں ان میں سے کسی شخص کے کہنے پر وہ مجبور نہیں ہونگے۔ مگر ہاں ان کے خلیفہ صاحب اگر ان کو کہیں تو یہ ضرور مان لیں گے اور بالکل عذر بھی نہ کرینگے۔

شاید ۲۴ء کا واقعہ ہے کہ تین چار مرزائی کابل میں سنگسار کر دیئے گئے۔ اسوقت ان کے خلیفہ صاحب ولایت میں دیسلی کی نمائش میں احمدیت کا پیغام پہنچانے کے واسطے گئے تھے۔ اسی جگہ ان کو سنگسار ہونے کی خبر ملی تو ان کو بڑا رنج ہوا۔ اور بے حد غصہ میں آکر کہا کہ میں کابل کو دیکھنا چاہتا ہوں کہ اس کے اندر کتنے آدمیوں کو سنگسار کرنے کی طاقت ہے۔ اس لئے میں ہر مہینہ سو سو آدمیوں کے جتھے بھیجنا چاہتا ہوں۔ پھر دیکھوں گا کہ وہ کتنے آدمیوں کو سنگسار کر سکتا ہے اس وقت سنگسار ہونے کے واسطے جانے والے لوگ نام درج کرائیں۔ تو شاید چودھری ظفر اللہ خاں بی اے بیرسٹر نے گڑگڑا کر اور ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ حضور میرا نام سب سے پہلے اس جتھے میں درج کیا جائے۔ اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ جماعت کس طرح اپنے امام کی فرمانبرداری کرتی ہے۔ سشن جج صاحب کہنے لگے چودھری ظفر اللہ خاں ایکدفعہ میری عدالت میں پیروی مقدمہ کے لئے آئے تھے۔ رات کو میں نے ان کو اپنے ہاں ڈنر پر بلایا۔ بڑا ہی قابل انسان ہے۔ میری نگاہ سے ایسا قابل انسان نہیں گذرا۔ جب اس قدر قابل آدمی اپنی جان کو اس طرح قربانی کے واسطے پیش کر سکتا ہے تو بھلا دوسروں کا تو کیا حال ہوگا۔ منچھلے صاحب بولے جہاں ایک طرف یہ جماعت اس طرح فرمانبردار ہے

وہاں ساتھ ہی عملی جماعت بھی ہے۔ ۱۴ سو برس میں سینکڑوں بادشاہ ہوئے مگر ایک شخص کو بھی یہ توفیق نہ ہوئی کہ لندن میں مسجد بنواتا۔ اسی جماعت کا کام تھا کہ سب سے پہلی مسجد انھوں نے بنوادی۔ چھوٹے صاحب بولے کہ حضور نظام نے ستی لاکھ روپیہ لندن کی مسجد کیواسطے دیا ہے اور بڑی شاندار مسجد بننے والی ہے۔ بیگم بولیں کہ اب خواہ کوئی لندن میں سونے چاندی کی مسجد بنادے مگر السابقون الاولون کا مرتبہ تو ان کو ہی حاصل ہوا۔ خان بہادر صاحب بولے کہ خالی مسجد بنوادینے سے کیا ہوتا ہے۔ ایک دفعہ میں ریاست دھار میں گیا تو وہاں کے مہاراجہ نے مجھے مقام مانڈو کی سیر کرائی۔ یہ مقام مانڈو ایک پہاڑ پر واقع ہے۔ جسکو دیکھکر میرے سینہ پر سانپ لوٹ گیا۔ کہ ایسی ایسی شاندار مساجد اور محلات اور مقبرے وہاں میں نے دیکھے کہ میں نے آجتک کسی جگہ نہ دیکھے۔ مگر مسجد ویران ہے۔ سال بھر میں ایک آدمی بھی وہاں نماز پڑھنے والا نہیں مسلمانوں کے بڑے بڑے عظیم الشان کارنامے ہیں۔ مگر مانڈو کو دیکھکر انسان مسلمانوں کی اولوالعزمی پر محو حیرت ہو جاتا ہے۔ پس خالی مسجد بنوا دینا کس کام کا۔ اس جماعت نے نہ صرف مسجد بنوائی بلکہ تبلیغ کرکے مسجد کے واسطے نمازی بھی پیدا کر دیئے۔ وہ کون سا ملک ہے جہاں ان کے مستقل تبلیغی مشن موجود نہیں۔ چھوٹے صاحب ہنکر بولے اور کیا ہماری جماعت کسی سے کم ہے۔ اگر ان لوگوں نے ڈیوک اور بیرن اور لارڈ مسلمان کئے تو ہماری قوم کا کیا یہ کم کارنامہ ہے کہ یہ اپنے گھر کی بھنگن کو بھی مسلمان نہ کرسکے۔ اور اس کے برعکس پہاپشت

کے مسلمانوں کو بیک جنبش قلم کافر کر دیا۔ یہ اگر کافروں کو مسلمان بناتے ہیں تو ہمارے علماء مسلمانوں کو کافر بناتے ہیں۔ منچلے صاحب ہنسکر کہنے لگے کسی بازار میں ایک عیسائی پادری عیسائیت کی تبلیغ کر رہا تھا۔ اور اپنی تقریر کے دوران میں کہا کہ حضرت عیسیٰ کا کمال قرآن میں بھی لکھا ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے۔ ایک مسلمان زمیندار بول پڑا۔ یہ کون سا کمال ہے۔ اپنی لاٹھی اٹھا کر کہا کہ امتِ محمدی کے ایک ادنیٰ غلام کے اندر یہ طاقت اور کمال موجود ہے کہ وہ ایک ہی ضرب میں تجھے مار سکتا ہے۔ اگر تمھارے عیسیٰ مردوں کو زندہ کر سکتے تھے تو میں تجھے جان سے مار سکتا ہوں۔ پادری بولا کہ جان سے مارنا کون سا کمال ہے۔ زندہ کرنا کمال ہے۔ وہ شخص پھر بولا کہ میں زندہ بھی کر سکتا ہوں۔ آ تو میرے سامنے بیٹھ۔ لے اوّل ایک ہی لاٹھی میں تجھے جان سے مار دوں گا اور پھر ایک ٹھوکر میں تجھے زندہ بھی کر دونگا۔ اگر تیرے اندر ہمت ہے تو آکر میرا کمال دیکھ۔ ہمیں میداں وہیں چوگاں۔ پادری خاموش ہو گیا۔ اسی طرح اگر مرزائی کافروں کو مسلمان کرتے ہیں تو ہمارے علماء مسلمانوں کو کافر بناتے ہیں۔

خان بہادر صاحب بولے تو پھر تمھارا قطعی اور یقینی مشورہ ہے کہ خلیفہ صاحب سے کسی طرح زور ڈلوایا جائے۔ بیگم بولیں اباجی میری تو یہ رائے ہے کہ خلیفہ صاحب کی ہی ایک ایسی ہستی ہے کہ وہ اگر ان کو کہیں گے تو پھر ان کا کہنا ہرگز نہیں ٹال سکتے۔ جب یہ شدھی شروع ہوئی تو تمام ہندوستان میں ایک ہلچل مچ گئی اور ایک باقاعدہ انجمن تبلیغ الاسلام بن گئی جس کے پریذیڈنٹ سر رحیم بخش بنائے گئے۔ اور

سکریٹری سید غلام بھیک صاحب نیرنگ، پیر جماعت علیشاہ صاحب اور دیوبندی مولوی اور جمعیۃ علمائے ہند غرضیکہ ہر ایک جماعت نے مل کر جن میں شیعہ سنی اہلحدیث سب ہی فرقے کے لوگ تھے۔ مگر ایک فوری جوش تھا جو ختم ہوگیا۔ اُن کے خلیفہ صاحب نے قادیان میں بیٹھ کر تقریر کی کہ چند سال ہوئے جبکہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے فرمایا تھا کہ مرزائیوں کے خلیفہ صاحب اور میں دور تک سفر کر کے دیکھ لیں تو اُن کو معلوم ہو جائے گا کہ کس پر پتھر برستے ہیں اور کس پر پھول برستے ہیں۔ میں مولوی ثناء اللہ صاحب کی بات کو سُن کر خاموش ہوگیا۔ اور موقع کا منتظر تھا۔ کہ کوئی موقع آئے تو میں مولوی ثناء اللہ صاحب کو اس بات کا جواب دوں۔ آج مجھے موقع ملا ہے۔ اور اس بات کا جواب دینے لگا ہوں کہ آج کلمہ گو مسلمانوں کو آریہ بنانے پر ایک جماعت تلی ہوئی ہے اور اس موقع پر اسلام کی حفاظت جس طرح دوسرے مسلمانوں کا فرض ہے اسی طرح ہمارا بھی فرض ہے۔ اس لئے تین سو مبلغ اور پچاس ہزار روپیہ میں اپنی جماعت کی طرف سے اس خدمتِ اسلام اور حفاظت ناموسِ رسولِ انام کے واسطے پیش کرتا ہوں ہماری جماعت کی تعداد کے لحاظ سے دوسرے فرقے حنفی، دیوبندی، شیعہ، اہلحدیث بھی روپیہ اور مبلغ مہیا کر کے میدانِ فتنۂ ارتداد میں لاکر آج حفاظتِ اسلام کے واسطے سینہ سپر ہو کر اپنی غیرت ایمانی کا ثبوت پیش کریں۔ آج میں مولوی ثناء اللہ کو مخاطب کرتا ہوں اور چیلنج دیتا ہوں کہ وہ بھی اپنی جماعت سے اپیل کر کے روپیہ اور مبلغین کی جماعت کو حفاظتِ اسلام کے واسطے میدان میں لائیں اب میں مولوی ثناء اللہ کو

دکھاؤں گا اور اُن کے سوال کا جواب دونگا کہ کس کی آواز پر لبیک کہنے والوں کی جماعت فوج در فوج آتی ہے اور کس کی آواز پر روپیہ کی جھنکار پیدا ہوتی ہے۔ یہ تقریر قادیان میں ہوئی اور اُسی وقت گیارہ ہزار روپیہ جمع ہوگیا۔ اور تین سو مبلغین نے اپنا نام لکھوا دیا۔ اور جب یہ آواز احاطہ مکان کے باہر پہنچی تو ہزاروں انسانوں نے اپنے خلیفہ اور امام کی آواز پر اپنے نام درج کرا دیئے۔ اور اِس غرض کے لئے جو سب سے پہلی مجلس مشاورت ہوئی، اس کے اندر لاہور کی جماعت کی طرف سے اور نمائندوں کے علاوہ یہ بھی گئے تھے۔ مجلس مشاورت میں مختلف جماعتوں کے نمایندوں نے مختلف مشورے دیئے، مگر انھوں نے یہ کہا کہ اے میرے آقا اور مولیٰ! اگر اِس جماعت سے آپ کام لیا چاہتے ہیں تو بجائے اِن ملکانوں میں بھیجنے کے ہمارے مبلغین کو سمجھدار مسلمانوں میں تبلیغ کے واسطے بھیجیے۔ تاکہ ہماری جماعت کو کوئی فائدہ ہو۔ اوّل تو ملکانے لوگ برائے نام مسلمان ہیں۔ نہ ان کو کلمہ آتا ہے نہ نماز آتی ہے۔ ان کو اگر ہم نے آریہ ہونے سے روک لیا تو ہمیں کیا فائدہ۔ اور اگر یہ آریہ ہوگئے تو اسلام کو اس سے کیا نقصان ہوگا۔ تب ان کے خلیفہ صاحب نے کھڑے ہوکر اِن کی تقریر کا جو جواب دیا اباجی وہ جواب سُننے کے قابل ہے۔ خان بہادر صاحب بولے ہاں بیٹی میں تیری بات کو بڑی توجہ سے سُن رہا ہوں۔ اپنے سلسلۂ کلام کو جاری رکھ۔ پھر بیگم بولیں کہ ان کے خلیفہ صاحب نے کہا کہ اسوقت احمدیت اور غیر احمدیت کا سوال نہیں بلکہ صرف حفاظتِ اسلام کا سوال ہے۔ میں بھی جانتا ہوں کہ ملکانے لوگ برائے نام مسلمان ہیں۔ مگر ہیں تو مسلمان۔ حضرت رسول کریم کا نام مبارک تو عزت و احترام کے ساتھ لیتے ہیں اور

اور بیشک وہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالیاں دیتے ہیں۔ میں کہتا ہوں اُن کو گالیاں دینے دو۔ آقا اور غلام کی عزت کا اسوقت سوال پیدا ہوگیا ہے۔ پس ہمارا فرض ہے کہ ہم آقا کے وقار اور عزت کو بچالیں۔ آقا کے غلام کو گالیاں پڑتی ہیں پڑنے دو۔ آقا کی حفاظت کرو۔ خان بہادر صاحب اور سشن جج صاحب پھلے اور پھولے بھائی رونے لگے اور سبحان اللہ سبحان اللہ ان سب کی زبان پر بیساختہ جاری ہوگیا۔ اور تین سو کے بجائے ڈیڑھ ہزار مبلغین اور پچاس ہزار کی بجائے ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ روپیہ جمع ہوگیا۔ پھر اباجی غریب اور معمولی لوگوں نے مبلغین کی جماعت میں اپنا نام نہیں درج کرایا۔ بلکہ بڑے بڑے جج، بیرسٹر، وکیل، مجسٹریٹ اور اعلیٰ عہدیداروں نے اپنے نام درج کرائے۔ اسی سلسلہ میں اباجی ایک واقعہ اور سُن لیجئے سشن جج صاحب بولے فرخ ماشاء اللہ تو اب بڑی قادر الکلام ہوگئی ہے۔ خوب بولتی ہے۔ خان بہادر صاحب نے اپنی بیٹی کے سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا کہ ہاں بیٹی وہ بات بھی سُنا جو تو سُنانا چاہتی ہے۔ بیگم بولیں کہ خان بہادر شیخ محمد حسین جج علیگڈھ نے بھی منجملہ اور لوگوں کے اِن مبلغین میں اپنا نام لکھوایا تھا تو خان بہادر صاحب کو حکم ہوا کہ تم بمقام ساندھن ضلع آگرہ میں جاؤ۔ چونکہ ہر مبلغ کو تین تین ماہ کے واسطے رہنا ہوتا تھا اس لئے خان بہادر صاحب چونکہ رئیس آدمی تھے اپنے ملازمین کو ہمراہ لے گئے اور ساندھن کی ایک مسجد میں اُن کو قیام کرنے کا حکم ہوا جہاں وہ اپنے ہاتھ سے مسجد میں جھاڑو دیتے جائے نمازیں اٹھاتے اور بچھاتے۔ اذان دیتے۔ نماز پڑھاتے تھے باوجود متعدد ملازم ہمراہ ہونے

کے تمام کام خود کرتے تھے۔ صرف اپنا ذاتی کام ملازموں سے کرواتے تھے۔ اس ساندھن کے رہنے والے تمام مسلمان آریہ ہو گئے تھے۔ صرف ایک عورت جس کا نام مائی جمیا تھا۔ وہ رہ گئی تھی۔ ایک دن وہ عورت مسجد میں آئی اور اس نے آواز دی کہ ارے ملا جی خان بہادر صاحب نے فوراً جواب دیا ہاں مائی جمیا کیا کہتی ہو؟ مائی جمیا بولی کہ میرے حرامی لونڈوں کی بھی تم نے بات سنی۔ خان بہادر صاحب بولے نہیں مائی میں نے نہیں سنی۔ انھوں نے کیا کہا؟ مائی جمیا بولی کہ یہ تو تمھیں معلوم ہے کہ میرے تینوں بیٹے آریہ ہو گئے ہیں۔ خان بہادر صاحب نے کہا ہاں مجھے معلوم ہے۔ مائی جمیا بولی کہ میرا کھیت گیہوں کا پک گیا ہے۔ تو آج میں نے ان لونڈوں سے کہا کہ ارے میرا کھیت بھی کٹوا دو تو وہ تینوں بولے کہ یہ کوٹ پتلون پہنے ہوئے بابو جو مسجد میں رہتا ہے وہ تیرا کھیت کاٹے گا۔ ہمارا تیرا رشتہ اب کہاں رہا۔ ہم ہندو تو مسلمان تیرا رشتہ تو اس پتلون والے بابو سے ہے۔ وہی تیرا کھیت کاٹے گا۔ چونکہ خان بہادر صاحب کوٹ پتلون پہنے رہا کرتے تھے اس لئے انکو پتلون والے بابو کہا۔ خان بہادر صاحب نے کہا مائی بیا اچھا ہم تیرا کھیت کاٹ دیں گے۔ خان بہادر صاحب نے قادیان اس واقعہ کی اطلاع بذریعہ ٹیلیگرام دی۔ جب ان کے خلیفہ صاحب کے پاس یہ اطلاع پہنچی تو انھوں نے ہندوستان بھر کی جماعتوں کو ٹیلیگرام روانہ کیا کہ جماعت کے جتنے گریجویٹ ہیں وہ تمام سوٹ پہن کر آگرہ پہنچ جائیں فوراً تو ہر شخص کو چھٹی نہیں مل سکتی تھی۔ کوئی ملازم تھا۔ کوئی دوسری طرح مجبور تھا۔ مگر تب بھی تین سو سے زیادہ گریجویٹ آگرہ کے دفتر مجاہدین

میں پہنچ گئے۔ آگرہ میں چودھری فتح محمد سیال ایم اے امیر المجاہدین تھے۔ انھوں نے سب کو ایک ریتی اور ایک ایک درانتی خرید کر دی اور سب کو ساندھن روانہ ہونے کا حکم دیا۔ دو دو آدمی فوج کی طرح جب مارچ کرتے ہوئے آگرہ کے بازاروں سے گذرے تو ڈپٹی کمشنر اور سپرنٹنڈنٹ پولیس فوراً پہنچ گئے اور انھوں نے سوٹڈ بوٹڈ جماعت سے دریافت کیا کہ کہاں جاتے ہو۔ انھوں نے کہا کہ مائی جمیا کا کھیت کاٹنے جا رہے ہیں۔ افسروں کو خلل امن کا اندیشہ ہوا۔ اور ان لوگوں نے کہا آپ لوگ تکلیف نہ کریں۔ مائی جمیا کا کھیت ہم کٹوائے دیتے ہیں۔ ان لوگوں نے کہا ہمیں تو ہمارے آقا اور مولیٰ کا حکم ہے۔ ہم ضرور جائینگے۔ اب افسران مجبور ہو گئے۔ تاہم انتظام کے واسطے کافی پولیس بھی روانہ کر دی۔ یہ تمام جماعت خان بہادر صاحب کے پاس پہنچ گئی اور خان بہادر صاحب اس جماعت کو لے کر مائی جمیا کے پاس پہنچ گئے کہ لو مائی جمیا یہ پلٹون والے بابو تیرا کھیت کاٹنے کے واسطے آگئے ہیں۔ ساندھن کے تمام مرد عورت اس نظارہ کے دیکھنے کے واسطے جمع ہو گئے۔ ان سب نے مل کر کھیت کاٹا۔ ایک ایک آدمی کے حصہ میں تھوڑا تھوڑا کھیت آیا۔ ہر شخص نے کھیت کاٹ کر بھس اس کا مل کر الگ باندھا اور گیہوں صاف کر کے الگ باندھے۔ اور پھر اسی طرح مارچ کرتے ہوئے مائی جمیا کے گھر میں داخل ہوئے۔ ہر شخص بھس ایک جگہ اور گیہوں ایک جگہ ڈال ڈال کر اور مائی جمیا کو سلام کر کے مکان سے باہر آتا تھا۔ اس نظارہ سے متاثر ہو کر تمام ساندھن خود ہی دوبارہ مسلمان ہو گیا اگر چاروں باپ بیٹوں کی آنکھوں میں پھر آنسو آ گئے۔ اور وہ کہنے لگے واقعی تنظیم اور

فرمانبرداری میں یہ بہترین جماعت ہے۔ بیگم بولیں کہ ابا جی اس جماعت کے تمام ایسے ہی زرین واقعات ہیں۔ اس لئے میں کہتی ہوں کہ اگر آپ نے قادیان میں ان کے خلیفہ صاحب پر زور ڈالا تو یقیناً آپکو کامیابی ہوگی۔"

میں خفیہ بیٹھا ہوا تمام باتیں سن رہا تھا اور چلمن کے اندر سے ان لوگوں کے تاثرات قلبی جو اُن کے چہروں پر منکشف ہو رہے تھے اُن کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ اسمیں شک نہیں کہ واقعات کو صحیح بیان کرنے پر بیگم قادر نہ ہوسکیں اور واقعات کو چونکہ مجھ سے انھوں نے ایک ہی مرتبہ سُنا تھا اس لئے وہ پورے طور پر بیان نہ کرسکیں۔ مگر یہ ضرور ہوا کہ چاروں باپ بیٹوں کو انھوں نے تاثرات سے معمور کر دیا۔ چاروں باپ بیٹے بیگم کی باتوں پر رائے زنی کر رہے تھے اور میں دوسری طرف سے نکل کر اور کپڑے پہن کر گھر میں اس طرح داخل ہوا گویا میں ابھی ابھی آرہا ہوں۔ بیگم نے مجھے دیکھکر گھونگھٹ کر لیا۔ میں آکر بیٹھ گیا۔ سلام علیکم اور مزاج پُرسی کے بعد میں نے خادمہ کو کہا کہ جاؤ لاؤ۔ کہکر میں دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ جسمیں کہ میں پہلے بیٹھا ہوا تھا۔ نہ اُن لوگوں نے مجھ سے کوئی بات کی نہ میں نے کوئی بات کی۔ خادمہ چائے لائی اور میں اخبار دیکھنے لگا۔ مگر ان لوگوں نے مجھے دیکھکر سلسلۂ کلام بند کر دیا۔ ان لوگوں کے چہرے کی پریشانی اس بات کو ظاہر کر رہی تھی کہ خدا جانے میں وکیلوں سے ان کے خلاف کیا ساز باز کر کے آیا ہوں۔ مجھے افسوس تھا کہ ان لوگوں نے خواہ مخواہ متعصب کنوئیں کے مینڈک مولویوں کے کہنے سے میرے خلاف کارروائی کی۔ اگر یہ لوگ

یہ کارروائی نہ کرتے تو میں ہرگز کوئی بات منہ سے نہ نکالتا۔ میں بھی غیرت ایمانی رکھتا تھا اور وہ بھی کم از کم غیرت جسمانی رکھتے تھے۔ انھیں بھی کھلم کھلا اپنی غلطی کا اعتراف کرتے اور معافی مانگتے موت معلوم ہوتی تھی گو میں نے ابھی تک عدالت کا دروازہ نہیں کھٹکھٹایا تھا۔ اور میں صرف اس خیال میں تھا کہ جب عدالت میں میرے مقدمات کی پیشی ہو اس وقت عدالت کو کہوں کہ مقدمہ آپ کی عدالت میں نہیں چل سکتا۔ کیونکہ آپ نہ صرف گواہ ہیں بلکہ مدعا علیہ بھی ہیں۔ اور یہ بات ان کے دوست وکیل صاحب کو میں سنا چکا تھا۔ اس لئے عدالت مقدمہ کو پیش ہی نہیں ہونے دیتی تھی اور بلاوجہ تاریخ تبدیل کر دیتی تھی۔ وہ خوب جانتی تھی کہ جسدن مقدمہ پیش ہوا اور اس نے ملتوی کرا کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں تبدیلی مقدمہ کی درخواست کے ہمراہ میرے خلاف ثبوت پیش کیا۔ فوراً دوسری کسی عدالت میں مقدمہ جانے کی بجائے مقدمہ کی اہمیت کو دیکھ کر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ خود اپنی عدالت میں مقدمہ تبدیل کرالیگا۔ اور چونکہ ایک فرسٹ کلاس مجسٹریٹ کے خلاف الزام ہے اس لئے فوراً ہی ضلع بھر میں اخبارات کے ذریعے شہرت ہو جائے گی۔ اس لئے افسر مال صاحب ایڑی چوٹی کا زور اسی واسطے لگا رہے تھے کہ باہمی راضی نامہ ہو جائے۔ اور اس غرض کے لئے سر فضل حسین سے لے کر ہر معزز آدمی کے دروازے کی چوکھٹ کو افسر مال صاحب سلام کر چکے تھے۔ اگرچہ میرا ان کا ابھی تک سامنا نہیں ہوا تھا۔ مگر ان کے مختلف نمائندے آرہے تھے۔ میں پہلے ہی روز گرفتار ہوتے وقت پولیس کو کہہ چکا تھا کہ

سر سے میرے پاؤں تک وہ یار ہے مجھ میں نہاں اے مرے بدخواہ کر ہوش کر کے مجھ پہ وار

جو خدا کا ہے اُسے للکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبہِ زار و نزار

اگرچہ اسوقت تک میرے پاس ان لوگوں کے خلاف کوئی دستاویز اور ثبوت یا شہادت نہ تھی۔ سوائے قاضی کے رجسٹر اور شادی اور نکاح میں شریک ہونے والوں کے۔ اُن میں بھی زیادہ آدمی ریاست کے تھے اور جو تھوڑے بہت میرے ساتھی تھے وہ وہ لوگ تھے کہ جن کو میں دیکھ چکا تھا کہ وہ میری ضمانت تک دینے کے واسطے تیار نہیں ہوئے۔ ان سب کو یہ یقین تھا کہ اگر ہم نے ضمانت دی تو پولیس ہماری دشمن ہو جائے گی۔ گو میں بہت زیادہ پریشان تھا اور میرا کوئی لاہور میں یار و مددگار نہ تھا۔ سب دوست یار آشنا ظاہر داری اور دکھاوے کے مطلبی دوست تھے۔ مگر مجھے اپنے خدا پر اس قدر یقین تھا کہ جس طرح روزانہ سورج نکلنے پر انسان کو یقین ہوتا ہے۔ چنانچہ محض اللہ تعالیٰ نے ہی مجھے خواب میں القاء فرمایا کہ تم ڈاکخانہ جا کر وہ خط حاصل کر لو کہ جو تمہارے مطلب کا ہے۔ میرا سچا خدا اگر میری مدد نہ کرتا تو یہ ظالم خدا سے ناواقف خدا جانے میرے ساتھ کیا برتاؤ کرتے۔ میں جب چائے پی چکا تو بیگم میرے پاس آئیں اور کہنے لگیں کہ کیوں جی ایک بات کہوں! اگر تم مان لو۔ تو میں نے کہا فرمایئے؟ بیگم بولیں کہ میں اپنے اباجی اور بھائیوں کو ہوٹل میں سے یہاں بلا لوں۔ میں نے کہا کیا وہ لوگ خواہش کر رہے ہیں یا تم اپنی خواہش سے کہہ رہی ہو۔ بیگم بولیں کل تو میں نے خود اباجی کو کہلوا کر بھیجا تھا اور انھوں نے کہا تھا سوچ کر جواب دونگا۔ اب سب نے میرے سامنے بیٹھ کر مشورہ کیا تو آکا بھائی کہہ رہے ہیں کہ ہمارے یہاں آجانے

سے تعلقات بڑھ جائینگے اور کشیدگی دور ہونے اور راضی نامے کی شاید کوئی صورت نکل آئے۔ میں نے کہا بیگم میں ان ظالموں سے صلح کرنا نہیں چاہتا۔ بیگم بولیں الصلح خیر۔ میں نے کہا ہماری جنگل کے درندوں سے صلح ہوسکتی ہے مگر ان ظالموں سے صلح نہیں ہوسکتی کہ جو خود اپنی بیٹی دے کر اس کے بعد اس کو قتل کرانے کا ارادہ کریں۔ اور قید کرانے کے واسطے ایڑی چوٹی کا زور لگائیں۔ جھوٹ بولیں فریب کریں۔ خود فریب کریں اور دوسروں کو فریب کاری سکھائیں۔ بیگم میرے دل میں ان لوگوں نے اپنے طرزِ عمل سے زخم ڈال دیئے ہیں۔ میرا دل ان لوگوں سے صاف نہیں ہوسکتا۔ بیگم نے کہا کہ ان کی خطا نہیں۔ مولویوں نے جو ان کے دلوں میں عقیدہ بٹھا دیا اسکو انھوں نے مان لیا۔ ان لوگوں کی فطرت خراب نہیں۔ اگر ان کی فطرت خراب ہوتی تو آپ کا بھائی آپکے موافق فیصلہ نہ سناتے۔ میں نے کہا ممکن ہے جہاں اور ان لوگوں نے میرے ساتھ فریب کئے ہیں وہاں مجھے خوش کرنے کے لئے یہ ایک اور فریب ہو۔ بیگم بولیں فیصلہ میں تو انھوں نے واقعی بالکل سچائی سے کام لیا ہے اگر انھوں نے فریب کیا تو آپ نے بھی تو فریب کیا کہ ہمیں اپنے مذہب سے مطلع نہ کیا۔ میں نے کہا تم لوگ دولت کے پجاری تم نے دنیا بھر کی باتیں مجھ سے دریافت کیں مگر مذہب کے متعلق مجھ سے دریافت ہی نہیں کیا۔ اگر مذہب کے متعلق تم لوگ سوال کرتے اور میں غلط بیانی سے کام لیتا تو بیشک میں خطاوار تھا۔ بیگم بولیں خیر اب میں ان کو کیا کہوں۔ میں نے کہا اگر تم نے وعدہ کرلیا ہے تو ان کو بلالو۔ میرے بڑے اچھے میاں کہکر اور خوش ہوتی ہوئی چلی گئیں۔ میں نے جھانک کر دیکھا کہ وہ لوگ بھی

خوش خبری سے مسرور ہو کر چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد میں بھی باہر گیا اور فوری طور پر دماغ میں ایک بات لے کر فوٹو گرافر کو لے کر آیا۔ اور اس کو مکان کا ہر حصہ دکھا کر میں نے کہا بتاؤ کس حصہ میں عمدہ فوٹو دن میں لیا جا سکتا ہے اور کس حصہ میں رات کو فوٹو لیا جا سکتا ہے۔ مگر فوٹو کا کیمرہ حفیہ رکھنا ہے اور خفیہ ہی فوٹو لینا ہے۔ اس نے کہا پانسو وولٹ کا اگر لیمپ آپ لگا دینگے تو میرا الیسا لفیس لیتیں ہے کہ دن کی طرح فوٹو آجائے گا۔ مگر کسی بہانے سے میری طرف ایک سیکنڈ کے واسطے سب کے منہ کرا دینا میں نے کہا اچھا۔ وہ اپنا کیمرہ دروازہ کے پردہ کے پیچھے لگا کر کرسیوں کو لگانے میں آدھ گھنٹے تک لگا رہا تاکہ فوکس صحیح آجائے۔ اس نے تمام کرسیاں قرینے سے لگا کر کہا کہ ان کرسیوں کو یہاں سے نہ ہلنے دیجئے گا۔ میں نے کہا اچھا۔ اتنے میں میرا ملازم پھولوں کے گلدستے اور گجرے لے کر آگیا۔ میں نے ایک گیلے کپڑے میں لپیٹ کر رکھ دیا۔ قریباً ایک گھنٹے کے بعد وہ چاروں باپ بیٹے آگئے۔ اور میں نے ایک ترکیب سے ان سب کو وہاں بٹھا دیا۔ اور خود تمام پھول پہن کر بیچ کی کرسی پر آ بیٹھا۔ کیمرہ جس دروازہ کے پردہ کے پیچھے لگا ہوا تھا عین اس کے اوپر ایک بڑا فوٹو حضرت مسیح موعود کا لگا دیا تھا۔ میں نے کہا دیکھئے وہ سامنے جو فوٹو لگا ہوا ہے اس کو غور سے دیکھئے۔ کیا یہ ایک جھوٹے اور مکار کا ہو سکتا ہے۔ وہ سب اس کو دیکھنے لگے۔ فوٹو گرافر نے اس عرصہ میں ایک فوٹو لے لیا۔ میں نے کہا چل کر ذرا کھڑے ہو کر دیکھئے۔ وہ سب کھڑے ہو گئے۔ میں اب بھی بیچ میں کھڑا تھا۔ فوٹو گرافر نے کھڑے ہوؤں کا ایک فوٹو لے لیا۔ میرا چھوٹا سالہ بولا کہ یہ اتنے بہت سے گلدستے اور گجرے پھولوں کے آپ نے کیوں

گلے میں ڈالے ہیں۔ کیا دوبارہ دولھا بننے کا شوق پیدا ہوا ہے۔ میں نے کہا کہ میرا ایک سالی ہے وہ زبردستی گلے میں ڈال گیا۔ میں نے اسکی خوشی کے واسطے ڈال لئے۔ یہ کہکر وہ سب پھول اُتار ڈالے۔ مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ میں نے یہ جھوٹ بولا اور خفیہ طریقہ پر فوٹو لیا۔ مگر مجھے آپ بتائیے کہ جب وہ میری شادی اور نکاح سے ہی منکر تھے اور شادی کے گواہ عدالت میں شہادت دینے کے واسطے تیار نہ تھے تو میں اپنی سچائی کو کس طرح عدالت میں ثابت کرتا۔ مجھے اِن لوگوں نے مجبور کیا۔ مکروا مکراً و مکرنا مکراً و ھم لا یشعرون وہ نکاح کو چھپانے کی کوشش میں تھے۔ عدالت میں ثبوت کی ضرورت تھی۔ میرے پاس کوئی ثبوت نہ تھا۔ یہ سچ ہے کہ وہ نکاح کے وقت کا فوٹو نہ تھا۔ مگر کیا ایک لڑکی بھگا لیجانے والے کے ساتھ وہ فوٹو کھچوانے کیواسطے تیار ہو گئے تھے۔ میرے ہاتھ میں شادی کی تاریخ کا سول ایشو ملٹری تھا اگر عدالت میں ضرورت ہوتی تو میں ضرور پیش کرتا۔ اور وہ بھی صرف اپنی بچت کے لئے۔ ورنہ خواہ مخواہ اُن کو نقصان نہ پہنچاتا۔

ساتھ ہی یہ بھی دیکھنا ہے کہ کیا میں عدالت میں کوئی جھوٹ بولنے یا کسی پر بہتان باندھنے کی تیاری کر رہا ہوں؟ کیا میرا نکاح نہیں ہوا۔ کیا میں بے نکاحی لڑکی لے کر بھاگا۔ کیا میں نے زیور چرایا۔ کیا میں نے واقعی ان کو قادیانی ہو کر اپنے آپ کو حنفی ظاہر کیا؟ صرف اتنی بات ہے کہ خسر صاحب کی تحریر اپنی بریت کے واسطے غلط طریقہ پر حاصل کی۔ پھر بھی میں بار بار توبہ کرتا ہوں کہ اے اللہ مجھ سے اس ابتلاء کے موقعہ پر اگر تقویٰ کے خلاف حرکت ہو گئی ہو تو مجھے معاف فرما۔ رحمتی وسعت

کُلّ شئ تیری شان اور تیرا بیان ہے اور میں کمزور انسان ہوں۔
اب دودھ اخبر اور سانوں کا فوٹو کھچ چکا تھا۔ وہ لوگ فوٹو دیکھنے میں لگ گئے۔ اس کے بعد ان سب کو میں زنانہ میں لے کر چلا گیا۔ فوٹو گرافر جو پردہ کے پیچھے چھپا ہوا کھڑا تھا نکل کر چلا گیا۔ چونکہ رات کو پھر اجتماع ہونا تھا اس لئے اب فوٹو گرافر نے دوبارہ کرسیوں کو قرینہ سے لگایا اور اپنے کیمرہ کا فوکس وغیرہ ٹھیک کیا۔ لیمپ کی لائٹ کو حسب ضرورت کیا۔ مختصر یہ کہ رات کو بھی تمام دیگر اصحاب کی موجودگی کے ساتھ فوٹو لے لیا گیا۔

اسوقت مولوی محبوب عالم صاحب اور مولوی محرم علی صاحب تین نئے آدمیوں کو ہمراہ لائے۔ اوّل سب نے مل کر کھانا کھایا اور اسکے بعد گفتگو کا سلسلہ یوں شروع ہوا۔ مولوی محبوب عالم صاحب نے فرمایا کہ میرے محترم مولٰنا فرماتے ہیں کہ عبداللہ آتھم اور محمدی بیگم کی پیشگوئی پر یہ آپ سے تبادلہ خیالات کرنا چاہتے ہیں۔ کیا آپ تیار ہیں۔ میں نے کہا ہرگز نہیں۔ وہ مولوی صاحب بڑی جلدی سے بولے مولوی ثناءاللہ محمدی بیگم۔ عبداللہ آتھم کی پیشگوئی کا نام سن کر مرزائیوں کی اماں مر جاتی ہے۔ میں نے اپنے ملازموں سے کہا ارے اس گدھے کے بچے کو کان پکڑ کر سیڑھیوں کے اوپر سے ایسا دھکا دو کہ اس کا سر پھوٹ جائے تاکہ یہ آئندہ شرفاء کی مجلس میں بدتمیزی نہ کر سکے۔ میرے ہاں نو دس ملازم موجود رہتے تھے۔ اگرچہ سب غیر احمدی تھے مگر تھے بڑے وفادار اور فرمانبردار۔ مولوی محبوب عالم صاحب بولے میر صاحب میری خاطر سے معاف کر دیجئے۔ میں اس بدتمیز کو مہذب اور شریف آدمی سمجھ کر لایا تھا مگر یہ تو واقعی گدھوں کے ساتھ بندھنے کے قابل آدمی ہے۔ میرے

آدمی چیل کی طرح جھپٹ کر آئے اور سب اس کو لپٹ چکے تھے۔
میں نے مولوی صاحب کے کہنے کہا چھوڑ دو۔ وہ فوراً سب الگ
ہو گئے۔ اور وہ شخص خود نکل کر چلا گیا۔ مولوی محبوب عالم صاحب فرمانے
لگے میں اس شخص کو گھنٹہ بھر سمجھا چکا تھا کہ وہ نہایت معزز لوگ کی مجلس ہے
وہاں نہایت ہی تہذیب اور شرافت اخلاق سے گفتگو کرنا اور ساتھ
ہی یہ بھی بتا دیا تھا کہ وہ ایک بڑے امیر کبیر مرزا کا مکان ہے
جو معمولی سے استہزار کو بھی نہیں پسند کرتا۔ لاحول ولا قوۃ۔ بدبخت نے
طبیعت کو منغض کر دیا۔ خان بہادر صاحب فرمانے لگے مجھے تو انکے
ملازموں کے اس فعل پر بے حد تعجب ہوا۔ ہمارے ہز ہائی نس کے
ملازمین بھی اس طرح حکم نہیں مانتے۔ خان بہادر صاحب کے سامنے
ہی میرا ایک ملازم کابلی کھڑا ہوا تھا۔ وہ بولا خوچہ حضور ہمارے کابل
میں آدمی کو مارنے کا آٹھ روپیہ ماہوار کا بل ملتا ہے جو کلدار چار روپیہ کے
برابر ہوا۔ اور یہ ہمارا مالک اور آقا ہمکو بیس روپیہ مہینہ دیتا ہے۔ پھر
ہم اس کے حکم کو کس طرح فوراً نہیں مانیگا۔ خان بہادر صاحب بولے کہ او
خان کیا تم بھی مرزائی ہے۔ کہنے لگا ہم تو حضرت صاحب ملا شور بازار کا مرید
ہے۔ میں نے کہا ان میں ایک بھی احمدی نہیں۔ خان بہادر صاحب فرمانے
لگے ان کی فرمانبرداری دیکھ کر میری طبیعت بڑی خوش ہوئی۔ دو ملازم تو
ان میں سے مجھے دیدو۔ میں نے کہا شوق سے جس جس کو چاہو اگر کوئی جانا
چاہے لیجاؤ۔ ہر آقا کو ملازم رکھنے کی قابلیت نہیں۔ آپ کے ہاں جاکر یہ پھر
ویسے ہی ہو جائینگے۔ یہ صرف میرا کام ہے کہ جو یہ اس قدر چاق چوبند اور
چست آپ کو نظر آرہے ہیں۔ مولوی محبوب عالم صاحب بولے کہ میں اس

فلسفہ کو نہیں سمجھ سکا کہ آپ نے عبداللہ آتھم اور محمدی بیگم کی پیشینگوئی پر بحث کرنے سے کیوں انکار کر دیا۔ میں نے کہا مولوی صاحب در اصل بات یہ ہے کہ میں پیشینگوئی، کرامت اور معجزہ کی وجہ سے ایمان لانے کو ایمان نہیں سمجھتا۔ میں تو یومنون بالغیب کا قائل ہوں۔ خدا انسان کو حضرت ابوبکر کی سی آنکھ اور حضرت خواجہ اویس قرنی کے سے کان عطا فرمائے۔ ایک نے دیکھ کر حضور کو مان لیا۔ اور ایک نے صرف حضور کا نام سن کر حضور کو تسلیم کر لیا ؎

حسن ز بصرہ بلال از حبش صہیب از روم
ز خاک مکہ ابوجہل ایں چہ بوالعجبیست

ابوجہل کو مکہ میں بھی ایمان نصیب نہ ہوا۔ ہمارے احمدی مناظر بڑی کثرت سے ان پیشینگوئیوں پر بحثیں کرتے ہیں۔ ان کے مناظرے چھپ کر شائع ہو چکے ہیں۔ مگر میں نے کبھی ان کو نہیں پڑھا۔ میری بالکل الگ طبیعت ہے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ پیشینگوئیاں بڑی صاف ہیں۔ آپ فرمائیے تو میں کتابیں بھیجدوں گا۔ آپ مطالعہ فرمالیں۔ مولوی محرم علی صاحب بولے کہ مرزا صاحب کی صداقت پر جو گفتگو ہوتی ہے اس کے اندر پیشینگوئیاں ہی بحث طلب ہوتی ہیں یا اور بھی کچھ ہوتا ہے؟ میں نے کہا ایسے مباحثے میں نے کبھی سنے نہیں۔ میرے نزدیک تو صرف چار باتیں احمدیت سے تعلق رکھتی ہیں۔ اوّل وفات مسیح دوم ختم نبوت۔ سوم معیار نبوت۔ چہارم حضرت مرزا صاحب کا کام جو انھوں نے دنیا میں آکر کیا۔ کیونکہ درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے۔ کبھی حنظل کے درخت میں سیب نہیں لگا کرتے۔ آپ احمدیوں کا تقویٰ طہارت۔ خدمت دین حق اللہ وحق العباد کا خیال رکھنے والا دیکھو گے

جس طرح خود حضرت مسیح موعود مزکی انسان تھے ویسی ہی ان کی تعلیم ہے۔
کشتی نوح کو مطالعہ کر کے دیکھو تو تمہیں معلوم ہو کہ احمدیت ہی حقیقی اسلام ہے۔
اور میں آپ کو محو حیرت کر دینے والی بات سناؤں اور وہ یہ ہے:۔
احمدیت اور غیر احمدیت میں کوئی نئی بات نہیں۔ سوائے حضرت مرزا صاحب کے
باقی تمام باتیں وہی ہیں جو ہمارے ہاں چودہ سو برس سے اختلافی چلی آتی ہیں
آپ کسی مولوی سے اگر ایک مسئلہ بھی ایسا معلوم کر دیں جو احمدی مانتے ہوں
اور غیر احمدیوں میں وہ مسئلہ پہلے سے اختلافی نہ ہو تو یہ میرا ذمہ ہے کہ ہر مسئلہ میں
اختلاف زمانہ قدیم سے دکھاؤں گا۔ مولوی محبوب عالم صاحب ہنس کر بولے
اگر میں نے ایسا مسئلہ دکھا دیا جو احمدیت نے نیا ایجاد کیا ہے اور وہ
پہلے سے اختلافی نہ تھا تو کیا جرمانہ۔ میں نے کہا ایک ہزار روپیہ۔ فرمانے
لگے سشن جج صاحب کے پاس روپیہ جمع کرا دیجئے۔ میں نے کیشیئر کو بلایا
کہ دیکھو تمہارے پاس کتنا کیش ہے۔ اس نے کہا آٹھ سو تیئیس روپیہ۔ میں نے
کہا اسی وقت پورا ایک ہزار روپیہ لاؤ۔ جو کم ہے وہ اوپر سے لے لو۔ میں
نے کہا میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہمارے اور غیر احمدیوں کے اندر صرف
اس قدر فرق ہے کہ حضرت عیسیٰ اور امام مہدی کے وہ منتظر ہیں اور ہم نے
حضرت اقدس مرزا صاحب کو مہدی اور مسیح مان لیا۔ ان کے آنے کی خبر
سب کے نزدیک معتبر ہے۔ اس کے سوا اور کوئی نئی بات نہیں۔ خان بہادر
صاحب فرمانے لگے جس قسم کے حضرت عیسیٰ اور امام مہدی کے ہم منتظر
ہیں۔ اگر وہ اسی طرح آ گئے تو آپ کیا کریں گے۔ میں نے کہا ہم ان کو بھی مان
لیں گے۔ انکار کرنا تو کافر اور منکر کا کام ہے۔ ہر شخص کی زندگی میں بیسیوں گورنر
بیسیوں وائسرائے بیسیوں بادشاہ اور دیگر عہدیدار تعینات ہوتے رہتے ہیں

کیا آپ نے کبھی فرمایا ہے کہ ہم نے لارڈ ریڈنگ کے بعد لارڈ ریڈنگ کو مانتا ہی نہیں ؟۔ جس کو بادشاہ تعینات کرتا ہے آپ اُس کا بخوشی خیر مقدم کرتے ہیں ۔ اتنے میں خزانچی ایک ہزار روپیہ لے کر آگیا۔ جو میں نے سشن جج صاحب کو دے دیا۔ مولوی محبوب عالم صاحب فرمانے لگے کہ میں ایک موقع اور آپ کو دیتا ہوں۔ اب بھی اپنے الفاظ واپس لے لیجئے میں نے کہا قولِ مرداں جان دارد۔ جو کچھ میں نے عرض کیا وہ علیٰ وجہ البصیرت عرض کیا ہے۔ مولوی محبوب عالم صاحب فرمانے لگے اچھی بات ہے اب میں اپنا دعویٰ پیش کرنے لگا ہوں۔ یہ کہکر وہ کھڑے ہو گئے اور اُنھوں نے فرمایا کہ جو معنے جناب مرزا صاحب نے ختم کے کئے ہیں وہ معنے آج سے چودہ سو سال میں کسی شخص نے نہیں کئے۔ یہی وجہ ہے کہ شیعہ سُنّی، اہلحدیث۔ حنبلی، شافعی۔ مالکی۔ معتزلی غرضیکہ تمام فرقے یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ختم کے معنی منقطع کر دینا، بند کر دینا، مسدود کرنا ہیں۔ اِسی وجہ سے سب کا متفقہ عقیدہ ہے کہ حضرت رسول کریم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ میں نے کہا یہ بالکل غلط ہے۔ ہر فرقے اور ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ نبی آئیگا (اور بنی اسرائیل کا وہ نبی آئیگا کہ جو صاحب شریعت اور صاحب کتاب ہے) یعنی حضرت عیسیٰ۔ اب دوسری بات سُنئے کہ ختم کے معنے ہم نے نئے بنائے ہیں۔ اس کے متعلق میں آپ سے صرف اِس قدر دریافت کرتا ہوں کہ ختم عربی زبان کا قدیم لفظ ہے یا حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے مخصوص طور پر بنایا گیا یا تراشا گیا یا اختراع و ایجاد کیا گیا ؟ یا کہ عربی زبان میں پہلے سے ہی یہ لفظ مستعمل تھا؟ مولوی صاحب نے فرمایا کہ نہیں تمام قرآن شریف اسی زبان میں نازل ہوا ہے کہ جو عربوں کی قدیم زبان تھی اور

حضرت رسول کریم کے زمانہ میں رائج تھی۔ میں نے کہا تو ایک ہزار روپیہ اور مجھ سے انعام لیجئے اور ایک محاورہ یا ایک شعر یا ایک مصرعہ یا ایک ضرب المثل یا ایک قول یا ایک نام یا خطاب ایسا پیش کیجئے کہ حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی کے لئے یہ لفظ استعمال ہوا ہو اور ان ہی معنوں میں استعمال ہوا ہو کہ جن معنوں میں آج آپ استعمال کر رہے ہیں تو ایکہزار روپیہ مزید انعام پیش کرونگا۔ اور آپ ایسا استعمال صرف یاد کر کے نوٹ کر کے مجھے فرمائیے تو میں ابھی ایک ہزار روپیہ اور سشن جج صاحب کے پاس رکھوائے دیتا ہوں۔ مولوی محبوب عالم صاحب فرمانے لگے یہ کیا آپ نے فرمایا کہ میں آج ان معنوں میں استعمال کر رہا ہوں بلکہ یوں فرمائیے کہ چودہ سو برس سے علمائے متقدمین اور متاخرین، محدثین مفسرین متکلمین ان ہی معنوں میں استعمال کر رہے ہیں۔ آپ ہی ایک محاورہ مجھے ایسا بتا دیجئے کہ ان معانی کے خلاف ختم کا لفظ بولا گیا ہو۔ اور آپ مجھ سے ایک ہزار روپیہ انعام لیجئے۔ میں نے کہا مولوی صاحب میں آپ سے ایکہزار روپیہ سشن جج صاحب کے پاس جمع نہیں کراؤنگا نہ طالب ہوں اور ایک نہیں دس محاورے پیش کرتا ہوں۔ سنئے! مولوی صاحب فرمانے لگے ارے غضب ایسے نکھٹو چیزے کے اقوال میرے نزدیک قابلِ پذیرائی نہیں ہونگے۔ میں نے کہا بلکہ ایسے لوگوں کے محاورات اور قول ہونگے جن کے مستند ہونے پر آپ ایک لفظ بھی نہ بول سکینگے۔

پہلی حدیث سنئے۔ انا خاتم الانبیاء وانت یا علی انت خاتم الاولیاء یعنی میں خاتم الانبیاء ہوں اور اے علی تم خاتم الاولیاء ہو۔ اگر خاتم الانبیاء کے یہ معنے ہیں کہ حضور کے بعد

داخلہ نمبر ۲۹۱۵۸

کوئی نبی نہیں ہو سکتا تو حدیث کے دوسرے حصے کے بھی یہ معنے کرنے چاہئے کہ حضرت علی کے بعد کوئی ولی بھی نہیں ہو سکتا۔ مگر مسلمانوں میں سے کسی فرقہ کا یہ عقیدہ نہیں کہ حضرت علی کے بعد کوئی ولی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس کے برعکس یہ عقیدہ ہے کہ حضرت علی کے صدقہ اور انکی پیروی میں لاکھوں ولی ہو گئے۔ افتو منون ببعض الکتاب و تکفرون ببعض کیا تم کتاب کے ایک حصہ پر ایمان لاتے ہو اور کتاب کے دوسرے حصہ کا انکار کرتے ہو؟ حدیث کے دو حصے ہیں۔ ایک حصہ پر آپ کا ایمان ہے اور ایک سے انکار۔

مولوی صاحب فرمانے لگے کہ یہ حدیث کہاں لکھی ہے۔ میں نے کہا تفسیر صافی میں زیر آیت خاتم النبیین۔

دوسری حدیث سنئے۔ انا خاتم الانبیاء وانتم خاتم المہاجرین کہ میں خاتم النبیین ہوں اور اے چچا آپ خاتم المہاجرین ہیں۔ کیا کسی مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عباس کے بعد کسی نے ہجرت نہیں کی؟

تیسری حدیث سنئے! انا خاتم الانبیاء ومسجدی خاتم المساجد۔ اگر پہلے حصہ کے یہ معنے ہیں کہ حضور کے بعد نبوت قطعی بند ہو گئی تو مسجد نبوی کے بعد کوئی مسجد بھی نہیں بننی چاہئے تھی مگر افسوس اس حدیث کے خلاف لاکھوں نہیں کروڑوں مسجدیں بن گئیں مولوی صاحب فرمانے لگے یہ حدیث کہاں ہے۔ میں نے کہا صحاح ستہ میں۔ مولوی محرم علی صاحب بولے کیا صحاح ستہ کسی کتاب کا نام ہے میں نے کہا صحیح مسلم میں۔

چوتھا قول حضرت عائشہ کا سنئے۔ قولوا انہ خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبی بعدہ کہ تم حضور کو خاتم الانبیاء تو کہو مگر یہ مت کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ مولوی محرم علی صاحب بولے کتاب کا حوالہ دیجئے۔ (دُرِ منثور جلد ۵ صفحہ ۲۰۴) میں نے جواب دیا۔ احادیث اور صحابہ کے اقوال اور بھی ہیں۔ مگر میں اسی پر اکتفا کرکے یہ بتاتا ہوں کہ ابتدائے اسلام کے بعد بھی لفظ ختم کے یہ معنی نہ تھے۔ چنانچہ معتصم باللہ کے درباری شاعر ملک الشعراء ابو تمام کے انتقال پر جو معتصم باللہ کے درباری شاعر ابن وہب نے نوحہ لکھا ہے۔ اس کے اندر ایک یہ شعر بھی لکھا ہے ؎

نمبر ۵ فجع القریض بخاتم الشعراء
وغدیر ری وضعتہا حبیب الطائی

اس کے بعد بھی یہ محاورہ جاری رہا۔ چنانچہ شاہ غیاث الدین کی تعریف میں انوری نے ایک قصیدہ میں یہ شعر لکھا ہے ؎

نمبر ۶ ختم شد بر او سخاوت بر من مسکیں سخن
چوں شجاعت بر علی و مصطفیٰ پیغمبری

علاوہ ازیں حضرت محی الدین ابن عربی کو خاتم الاولیاء حضرت جلال الدین سیوطی کو خاتم المفسرین اور یہ زمانہ قدیم کے محاورات نہیں بلکہ ہمارے زمانہ میں بھی مولوی انور شاہ صاحب دیوبندی کو خاتم المحدثین اور حکیم اجمل خان صاحب کو خاتم الحکماء کہا گیا ہے۔

نمبر ۱۱ حضرت امیر معاویہ نے اپنے دورِ حکومت میں ایک نیا عہدہ قائم کیا اور اس کا نام انھوں نے دیوان الخاتم رکھا جو دراصل شاہی

چانسلر کا عہدہ تھا۔ اور اُس کا کام شاہی مہر کی حفاظت تھا۔ آپ غور کریجئے کیا خاتم کے معنے حضرت امیر معاویہ کو بھی معلوم نہ تھے؟

نمبر ۱۲ دیوان المتنبی میں عربی کے بہترین شاعر ابو الطیب کا ایک شعر ہے

لا تطلبن کریما بعد رویتہ
ان الکرام باسخاھم یدا اختموا

اِس قسم کی بیسوں مثالیں عربی زبان میں ملتی ہیں کہ محض فضیلت کے لئے لفظ ختم استعمال ہوتا ہے۔ خاتم کسی قوم یا جماعت کی طرف مضاف ہو اور وہ مرکب اضافی محلِ مدح میں واقع ہو۔ محض تاریخ کے ذکر کے لئے نہ آیا ہو پھر اس کے معنے اس قوم یا جماعت کا بلحاظ زمانہ آخری فرد ہوں۔ محاورات زبان اور اہل عرب کی قدیم و جدید کوئی ایک مثال بتادو۔ کتنے غضب کی بات ہے کہ میں لفظ ختم کا استعمال قرآن سے حدیث سے شعراء کے کلام سے۔ محاولات سے ایک دو نہیں بیسوں پیش کرچکا ہوں۔ مگر آپ چودہ سو برس میں ایک محاورہ بھی خاتم کے واسطے نہیں پاتے۔ مجھے افسوس ہے کہ عربی کی لغت کوئی ایسا محاورہ پیش کرتی ہے نہ عربی زبان کے ادیب شاعر یا دوسرے اشخاص پیش کرسکتے ہیں۔ مگر آپ کوئی دلیل نہ ہونے کے باوجود اس غلط عقیدہ پر اڑے ہوئے ہیں۔

..... غالباً بارہ) محاورے آپ کے واسطے کافی ہونگے۔ مگر یہ واضح ہو کہ میرے پاس اور بھی ذخیرہ موجود ہے۔ تضییع اوقات نہیں کرتا۔ خود قرآن شریف میں یہ لفظ سات جگہ استعمال ہوا ہے اور قرآن شریف نے ایک جگہ بھی بند کردینے اور

قطعی منقطع کر دینے اور مسدود کر دینے کے معنوں میں استعمال نہیں کیا۔
سسشن جج صاحب نے فرمایا کہ قرآن شریف کے دو ایک محاورے
بھی مہربانی فرما کر سُنا دیجئے۔ خان بہادر صاحب نے فرمایا کہ یہ بحث تو
بڑی عالمانہ ہے اور بے حد از دیادِ علم کا باعث ہے۔ مولوی محرم علی
صاحب فرمانے لگے اور ہے بڑی دلچسپ۔ سینکڑوں میرے احمدی
دوست ہیں مگر ایسی عجیب و غریب تقریر میں نے کبھی نہیں سنی۔ میں
نے عرض کیا قرآن شریف میں سب سے پہلے پارہ میں آیا ہے ختم اللہ
علیٰ قلوبھم وعلیٰ سمعھم وعلیٰ ابصارھم غشاوۃ۔
کہ اللہ نے مُہر کر دی اُن کے دلوں پر اور کانوں پر۔ مطلب یہ کہ اِن
کفارِ مکہ کے دِلوں پر اور کانوں پر صداقتِ اسلام کی آواز اور خوبی سُننے
اور قبول کرنے کے واسطے مُہر کر دی گئی ہے۔ اَب سوال یہ ہے کہ کیا
اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے کفارِ مکہ اندھے اور بہرے تھے؟
آپ فرمائینگے نہیں۔ بلکہ وہ سب کچھ دیکھتے اور سُنتے تھے۔ مگر حضرت رسول
کریم کی تبلیغ نہیں سنتے تھے تو قاعدہ یہ ہے کہ جس کے کانوں پر مُہر ہو وہ نیکی
اور بدی اچھی اور بُری کسی قسم کی بھی آواز نہیں سُن سکتا۔ تو معلوم ہوا کہ ایسی
مُہر نہ تھی کہ وہ کچھ سُن ہی نہ سکتے۔ پھر دوسرا پہلو اس کا یہ ہے کہ ایک
وقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی اُن کے اوپر ایسا آیا کہ وہ
سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ اور مکہ میں ایک شخص بھی ایسا نہ رہا کہ جسنے
صدقِ دل سے اسلام کو قبول نہ کر لیا ہو۔ تو معلوم ہوا کہ وہ مُہر ایسی نہ
تھی کہ ہمیشہ ہمیش کے لئے اُن کے دلوں اور کانوں اور آنکھوں پر ہو
بلکہ ایک وقتی اور ہنگامی زمانہ کے واسطے تھی۔ پھر دوسری جگہ قرآن

شریف میں آتا ہے ختم علیٰ قلبہ پھر ایک تیسری جگہ قرآن شریف
میں آتا ہے وطبع اللہ علیٰ قلوبھم ترجمہ دونوں کا ایک ہے اور
مطلب بھی ایک ہے۔ طبع اور ختم ایک ہی معنوں میں استعمال ہوتا
ہے۔ طبع مطبوعہ مطبع۔ چھاپہ خانہ اور ختم وہ انگشتری کہ جو نام چھاپتی ہو
خان بہادر صاحب فرمانے لگے مجھے ایک شعر ہمیں یاد آگیا۔ پر لطف
ہے ؎ سر نوشتِ واژگوں را راست نمی سازد نماز
نقشِ معکوس نگیں را سجدہ گر داند درست
یعنی جس شخص کی قسمت خراب ہو اس کو چاہیئے کہ خدا کے سامنے جھک جائے
تو جس طرح الٹے لکھے ہوئے نام کو انگشتری کا سجدہ کرنا اس کے نام کو
سیدھا کر دیتا ہے اسی طرح الٹی ہوئی قسمت کو سجدہ درست کر دیتا ہے
میں نے کہا واہ بھئی خوب شعر ہے۔ اچھا آمدم برسرِ مطلب۔ اب آپ لوگ
غور کریں کہ کیا کبھی طبع کا لفظ کسی نے بند کرنے، روکنے، مسدود کر دینے
منقطع کر دینے کے معنوں میں استعمال کیا ہے تو مجھے بتایئے۔ مگر قرآن
شریف نے ایک ہی معنوں میں طبع اور ختم استعمال کر کے بتا دیا
کہ دونوں کے ایک ہی معنے ہیں۔ ختم کے معنے طبع کو سامنے رکھ کر جیسے
کئے جائینگے انسان تمام بھیجنوں اور ہر قسم کے خرخشوں اور جھگڑوں اور
تاویلوں کا فیصلہ خود ہی کر لے گا۔ نجوم الفرقان لے کر دیکھ لو کہ قرآن
شریف نے کتنی جگہ طبع کا لفظ استعمال کیا ہے اور ختم کا لفظ کتنی
جگہ استعمال کیا ہے۔ پھر اطمینان کے ساتھ تنہائی میں بیٹھکر خود ہی غور کرو
نہ کسی مولوی کے پاس جانے کی ضرورت ہے نہ لغاتیں دیکھنے کی ضرورت
ہے۔ ایک مترجم قرآن اور ایک نجوم الفرقان تمام پہلوؤں پر روشنی ڈال دیگا

مولوی محبوب عالم صاحب فرمانے لگے کہ مسلمانوں میں جس قدر فرقے ہیں وہ تمام ختم نبوت کے انہی معنوں کے قائل ہیں۔ تاویل نہ کیجئے۔ لوگوں کے عقائد بتائیے۔ میں نے کہا سنئے۔ احادیث، قرآن، اشعار کی زبان، علماء کے بیان پر آپ کو اعتماد نہیں اور آپ اسلام کے فرقوں کے عقائد آپس میں تلاش کرتے ہیں اور اس کو سننا چاہتے ہیں تو وہ بھی سن لیجئے ؎

نہ تنہا من دریں میخانہ مستم
جنید و شبلی و عطار ہم مست

نمبر ۱۔ نوادر المنثور ال جلد دوم حالات ابو نعیم اصفہانی میں لکھا ہے کہ فرقہ اسحاقیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ زمین کبھی پیغمبر سے خالی نہیں رہتی۔ اور مطلق نبوت حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم نہیں ہوئی مولوی محبوب عالم صاحب فرمانے لگے یہ فرقہ اسحاقیہ تو بالکل نیا نام ہے ہم تو اس کو جانتے بھی نہیں۔ میں نے کہا آپ کو جتوانے کا میں ٹھیکہ دار نہیں۔ میرا کام صرف اس قدر ہے کہ آپ کے اس خیال کو توڑ دوں کہ ہم سے پہلے یہ کوئی اور فرقہ کا عقیدہ نہ تھا۔ اور ہم نے آج نیا عقیدہ بنا لیا ہے۔ خیر تاہم یہ آپکی شائع کردہ کتاب مذاہب عالم ہے۔ اس میں فرقہ اسحاقیہ کا ذکر دیکھ لیجئے

نمبر ۲۔ یہ دوسری کتاب دیکھئے۔ اس کا نام موید الافاضل ہے۔ اس کے اندر بھی فرقہ اسحاقیہ کا ذکر ہے اور ان لوگوں کے اس عقیدہ کا ذکر اسنے بھی کیا ہے۔

نمبر ۳۔ یہ دیکھئے کون سی کتاب ہے۔ خان بہادر صاحب نے کتاب کا نام زور سے پڑھا۔ شرح مواقف۔ اس کے بعد میں نے سنایا کہ دیکھئے ابو حفص بن ابی مقدام جو عبید اللہ بن اباض کے پیرو تھے کا یہ عقیدہ

لکھا ہے کہ عنقریب عجم میں ایک رسوا مبعوث ہوگا۔ اور آپ کو یہ بخوبی علم ہے کہ عرب لوگ ایران اور ہندوستان کو عجم کہتے ہیں۔ اور حضرت مرزا صاحب فارسی النسل ہیں۔ اس کے بعد میں نے دوسری کتاب الماری سے نکال کر دکھائی۔

نمبر ۴۔ یہ دیکھئے کون سی کتاب ہے۔ مولوی محرم علی صاحب نے اس کا نام زور سے پڑھا۔ تعریفاتِ سید شریف۔ اس کے اندر بھی اس گروہ کے متعلق یہ ہی لکھی ہے۔ پھر میں نے ایک کتاب اٹھائی اور سشن جج صاحب کو کہا ذرا اس کا نام پڑھ دیجئے۔ جج صاحب نے اس کا نام پڑھا۔

نمبر ۵۔ طل واللیل۔ مولوی محبوب عالم صاحب نے فرمایا کہ ہاں شہرستانی کی یہ مشہور کتاب ہے۔ میں نے کہا جی ہاں یہ وہی مشہور کتاب ہے۔ یہ دیکھئے اس نے بھی اس فرقہ کا ذکر کیا ہے اور اس کے عقائد میں اس بات کا ذکر کیا ہے۔

اس کے بعد میں نے ایک اور کتاب اٹھائی اور منصف صاحب کو کہا کہ ذرا اس کا نام پڑھ دیجئے۔ منصف صاحب نے اس کا نام پڑھا "مذاہب عالم"۔ مولوی محبوب عالم ہنسکر فرمانے لگے کہ یہ کتاب تو ہم نے ہی چھاپی ہے۔ میں نے کہا پھر دیکھئے کہ چراغ کے نیچے اندھیرا۔

فرقہ حابطیہ کے حالات میں درج ہے کہ یہ فرقہ احمد بن حابط کا متبع ہے۔ اس کے نزدیک چوپایوں اور پرندوں اور حشرات الارض، یہانتک کہ مکھی مچھر پسو میں بھی نبی پیدا ہوتے ہیں۔ مولوی محرم علی صاحب فرمانے لگے کیا لغو بات ہے۔ بلا قرآن کی دلیل کے یہ ماننے کے قابل بات نہیں۔ یہ بالکل بیہودہ دلیل ہے۔ اس کو ہم نہیں سنیں گے

میں نے کہا ٹوڈی پوائنٹ صرف اس قدر ہے کہ اس چودہ سو برس میں احمدیوں کے سوا اور کسی فرقہ کا یہ عقیدہ کبھی نہیں ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی کوئی نبی آسکتا ہے۔ اور صرف اتنی بات میں نے ثابت کرنی ہے کہ احمدیوں سے پہلے بھی اسلامی فرقوں کا یہ عقیدہ رہا ہے۔ قرآن کے دلائل جو میں نے اوپر بیان کئے وہ آپ نے کب مانے۔ نہ ماننے والے کے واسطے تو قرآن پیش کیا جائے یا حدیث پیش کی جائے وہ کسی طرح نہیں مانیگا۔ میرا کام تو صرف اس قدر ہے کہ میں یہ دکھاؤں کہ یہ خیال ہم نے نیا نہیں پیدا کیا بلکہ ہم سے پہلے بھی اس عقیدہ کے لوگ گذرے ہیں۔ اگر آپ اس عقیدہ کے واسطے قرآن کی آیت ہی سننا چاہتے ہیں تو سنئے۔ فرماتا ہے وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر۔ سٹن جج صاحب نے فرمایا اس کے یہ معنے ہیں کہ کوئی ایسی امت نہیں کہ جس کے اندر ڈرانیوالا نبی نہ آیا ہو۔ میں نے کہا جی ہاں اس کے یہ ہی معنی ہیں۔ مولوی محرم علی صاحب فرمانے لگے کہ امت تو انسانوں کی ہوتی ہے۔ اس لئے انسانوں کے متعلق آپ کہہ سکتے ہیں۔ افریقہ۔ جرمنی۔ امریکہ۔ چین۔ جاپان، ہندوستان والے امت ہو سکتے ہیں نہ کہ مچھر پسو مکھی۔ میں نے کہا قرآن شریف نے مکھی مچھر پسو کو بھی امت کہا ہے۔ مولوی محبوب عالم صاحب بولے آیت پڑھو میں نے کہا آیت سنئے۔ وما من دابۃ فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم کہ ہر زمین پر چلنے والا اور اڑنے والا ایک امت ہے۔ اور حدیث شریف میں آتا ہے مولوی محبوب عالم صاحب نے فرمایا کہ حدیث کسی کتاب کا نام نہیں۔ کتاب کا نام لیجئے۔ میں نے کتاب المداری میں سے نکالی کہ یہ دیکھئے ابو داؤد میں حضرت عبداللہ

بن مغفل اس حدیث کے راوی ہیں کہ حضور نے فرمایا اگر کتے ایک امت نہ ہوتے تو میں ان کو قتل کا حکم دیتا۔ مولوی محرم علی صاحب فرمانے لگے یہ حدیث غریب ہے۔ میں نے کہا جو حدیث غریب ہو وہ جھوٹی حدیثوں میں سے نہیں۔ مولوی محبوب عالم صاحب نے فرمایا مگر جسکو اور کسی محدث نے بیان نہیں کیا وہ زیادہ اعتبار کے قابل تو نہیں۔ اگر یہ معتبر حدیث ہے تو ابو داؤد کے علاوہ اور کسی حدیث کی کتاب میں دکھایئے۔ میں نے الماری میں سے ترمذی شریف نکالی اور کہا کہ دیکھئے یہ حدیث ترمذی نے بھی نقل کی ہے۔ مگر اصل دلیل تو قرآن شریف سے میں نے بیان کی ہے۔ اگر آپکو تسلیم کرنا ہو تو آیت ہی کافی ہے۔ مگر خیر میں آپ کے حکم کے مطابق ترمذی میں بھی دکھا چکا ہوں۔ ایک اور لطف کی بات سناؤں۔ ہندوؤں کا تو عقیدہ ہے ہر قوم میں اوتار ہوئے۔ چھتری، درویش، شودر۔ حتیٰ کہ مگرمچھ ہاتھی۔ بیل۔ کچھوے، چوہے، سانپ، چیل، کوے بلکہ درختوں میں بھی مولوی محرم علی صاحب فرمانے لگے ہمیں ہندوؤں کے گمراہ عقیدے سے کیا تعلق؟ میں نے کہا وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ قرآن میں بھی تو موجود ہے۔ ہندو کوئی نیا عقیدہ پیش نہیں کر رہے۔ ایک ہی بات ہے۔ حضرت رسول کریم صلعم نے فرمایا ہے الخلق عیال اللہ کہ تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔ قرآن شریف میں آتا ہے اللہُ خالقُ کلِّ شیءٍ کہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا اللہ ہے۔ اس لئے اس کے نزدیک سب برابر ہیں۔ اور وہ سب سے محبت رکھتا ہے اللہُ رؤفٌ بالعباد خدا نے زندہ مذہب اسلام کو کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اصلھا ثابتٌ وفرعھا فی السماء۔ تؤتی اکلھا کل حینٍ باذن ربھا

CHECKED

کی رو سے ایک ایسے درخت سے تشبیہ دی ہے کہ جس کی جڑ کبھی
بوسیدہ نہیں ہوتی۔ اور جس کے پھل پھول، پتے، شاخیں ہر موسم بہار
میں پھولتے پھلتے ہیں۔ اور اس کو مُردہ درخت ہونے کا شبہ پیدا نہیں
ہونے دیتے۔ اسلام کے سوا باقی تمام مذاہب کے درخت سوکھ گئے
اب وہ ہزار پانی دیں۔ کھاد ڈالیں ان میں پھل آنا تو الگ رہا کوئی کونپل
بھی نہیں پھوٹ سکتی۔ اسی بات کی طرف الیوم اکملت لکم دینکم
واتممت علیکم نعمتی والی آیت اشارہ کر رہی ہے کہ ہر صدی پر
ایک مجدد آکر اس باغ اسلام کو تر و تازگی بخشیگا۔

نمبر ۷۔ یہ دیکھئے کتاب غنیۃ الطالبین ہے۔ اس کے اندر فرقہ
منصوریہ کا عقیدہ درج ہے۔ مولوی محبوب عالم صاحب نے فرمایا کہ
منصوریہ فرقہ ابو منصور عجلی کا متبع ہے نا۔ میں نے کہا جی ہاں۔ جسٹس
جج صاحب نے فرمایا قاضی محبوب عالم صاحب آپ کا بھی وسیع مطالعہ
ہے؟ میں نے کہا اچھا جناب سنئے۔ فرقہ منصوریہ کا یہ عقیدہ اس کے
اندر درج ہے۔ نبوت ختم نہیں ہوئی بلکہ قیامت تک نبی آتے رہینگے

نمبر ۸۔ یہ دیکھئے یہ کتاب کشاف اصطلاحات الفنون ہے اور اس
کے اندر ہی فرقہ حابطیہ کا ذکر ہے اور اس نے بھی اس عقیدہ کی
تائید کی ہے۔

نمبر ۹۔ یہ دیکھئے یہ کتاب خلاصہ طحطاوی کا حاشیہ درمختار ہے
اس کے اندر فرقہ خطابیہ کا عقیدہ ہے کہ الہیت نور ہے نبوت اور
امامت سے اور زمین ان انوار حقیقیات سے کبھی خالی نہیں رہتی اسی
وجہ سے یہ لوگ حضرت علی اور ان کی اولاد جو ائمہ گذرے ہیں سب کو

نبی مانتے ہیں۔

نمبر ۱۰۔ یہ وہی کتاب ہے مولوی محبوب عالم کی شائع کردہ مذاہب عالم" اس کے اندر فرقہ مفضلیہ کا یہ عقیدہ لکھا ہے کہ رسالت کبھی منقطع نہیں ہوتی بلکہ جس کو عالم لاہوت کے ساتھ اتحاد ہو گیا وہ نبی ہے۔ اور اگر ارشاد خلق اور ہدایت گمراہان کو اختیار کیا تو وہ رسول ہو سکتا ہے۔

نمبر ۱۱۔ پھر دیکھئے میرے مدعی یا مدمقابل کی کتاب مذاہب عالم میں فرقہ یزید بن انیسہ کے اصحاب کا یہ عقیدہ درج ہے کہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ عجم سے ایک ایسا رسول مبعوث کریگا کہ جس پر کلیخت پوری کتاب نازل ہوگی۔ اور اس کا دین صابیانی ہوگا۔ مولوی محرم علی صاحب نے ہنسکر کہا کہ اے کاش یہ صابیانی کے بجائے قادیانی کہہ دیتا۔ میں نے کہا صابیانی اگر قادیانیوں کو آپ کہدیں تو ہم برا نہیں مانینگے۔ اس لئے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کفار عرب صابیانی کہتے تھے۔ پس جو خطاب آقا کو مل چکا ہے وہ غلام کو بھی ملے تو اس کے واسطے فخر ہے۔

نمبر ۱۲۔ یہ دیکھئے کتاب طبقات الامم ہے، اس کے اندر بھی یزید بن انیسہ کا ذکر ہے اور اس نے بھی اس بات کی تائید کی ہے۔

نمبر ۱۳۔ یہ دیکھئے کتاب ناسخ التواریخ ہے۔ جلد چہارم ہے۔ اس نے بصائر الدرجات کے حوالہ سے لکھا ہے کہ فرقہ یزیدیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ کسی نے حضرت امام جعفر صادق کو نبی سمجھا اور کسی نے ان کو امام۔

نمبر ۱۴۔ یہ بھی مولوی محبوب عالم ہی کی کتاب مذاہب عالم ہے۔ اور اس کے اندر فرقہ کرامیہ کا یہ عقیدہ لکھا ہے کہ نبوت اور رسالت دو صفتیں ہیں جو کسی نبی کی ذات کے ساتھ مخصوص نہیں ہوتیں۔ وحی

تبلیغ، معجزہ اور عصمت بھی کسی کی ذات کے ساتھ مختص نہیں۔ دوسرے لوگ بھی اس سے متصف ہو سکتے ہیں۔ اور اللہ کی یہ سنت ہے کہ وہ لگاتار نبی بھیجتا رہے۔

نمبر ۱۵۔ بہائیوں اور بابیوں کا اور بھی اس سے دو قدم عقیدہ بڑھا ہوا ہے۔ وہ کہتے ہیں اب نبی تو نہیں آئیگا۔ مگر نبی سے بھی زیادہ بڑی ہستی آئے گی۔ وہ کون قیوم السماوات والارضین۔ چنانچہ بہاء اللہ صاحب کو یہ لوگ نبی نہیں بلکہ نبیوں کو بھیجنے والا مانتے ہیں۔

نمبر ۱۶۔ میں اور لوگوں کے کیوں نام لوں۔ خود اُن لوگوں کا نام نہ لوں کہ جو آپ کے نزدیک واقعی مسلمان ہیں یعنی حنبلی، شافعی، مالکی حنفی، خود ان چاروں فرقوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائینگے۔ اب اگر ختم کے معنے بند کر دینا اور روک دینا اور منقطع کر دینا ہیں تو نہ نیا آسکتا ہے اور نہ پرانا آسکتا ہے۔

نمبر ۱۷۔ بہرحال نبی آنے کا راستہ کھلا ہوا ہے۔ خواہ وہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہو یا آسمان سے نازل ہو۔ ایک نبی کا ضرور انتظار ہے

نمبر ۱۸۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند کی یہ ایک کتاب "تحذیر الناس" ہے۔ وہ خود اسی عقیدہ کے قائل ہیں۔ اسکو آپ ملاحظہ فرمالیجئے۔ مولانا محبوب عالم صاحب نے بات کاٹ کر فرمایا خلاف خدا اور خلاف رسول ہم کسی اور کے قول کے پابند نہیں۔ میں نے کہا جناب میں نے آپ کے ارشاد کے مطابق قرآن حدیث لغات اور بزرگوں کے اقوال سے یہ بتادیا کہ یہ مخصوص عقیدہ یا معانی ہم نے آج ۱۴ سو برس کے بعد نئے نہیں پیدا کر لیا۔ بلکہ یہ چودہ سو برس سے

اسی طرح اختلافی چلا آتا ہے۔ اپنے اصل اعتراض کو یاد کیجیے اور جواب پر غور فرمایئے۔ مولوی محبوب عالم صاحب کچھ فرمانا چاہتے تھے کہ کرسشن جج صاحب بیچ میں بول پڑے اور فرمانے لگے مگر یہ تو سمجھایئے کہ آخر خاتم النبیین کے معنے کیا کئے جائیں؟ میں نے کہا افضل النبیین کامل النبیین سے لاکھ ہوں انبیا مگر بخدا

سب سے بڑھ کر مقامِ احمدی ہے

نمبر ۱۹۔ یہ دیکھئے کتاب نہج البلاغت ہے۔ اس کے اندر باب العلم حضرت علی کرم الوجہ کا ایک قول درج ہے جو تمام حصوں کو صاف کر دیتا ہے۔ الخاتم لما سبق والفاتح لما انغلق کہ پہلے تمام انبیاء کے طریق کی نبوتوں کا حضور صلعم دروازہ بند کرنے والے اور آئندہ اپنی اُمت کے لئے دروازہ کھولنے والے ہیں۔ یعنی جس طرح پہلے کبھی عیسائی، کبھی یہودی کبھی پارسی کبھی بدھ کبھی ہندو مذہب میں نبی ہو سکتے تھے۔ ان تمام اُمتوں میں آپ نے نبوت کا دروازہ بند کر دیا۔ اور صرف اُمتِ محمدی کے واسطے نبوت کا دروازہ کھول دیا۔ دوسرا مطلب یہ ہوا کہ پہلے ویسرائے ہر قوم کا مقرر ہو سکتا تھا۔ اب ویسرائے صرف اُمتِ محمدی میں سے ہی انتخاب ہو سکتا ہے۔ مولوی محبوب عالم صاحب نے فرمایا کہ آخر اس خطاب کی کیا خاص وجہ ہوئی ہے۔ میں نے کہا جس طرح موسیٰ کلیم اللہ عیسیٰ روح اللہ۔ یونس کو قرآن نے صاحب الحوت کہا۔

مولوی محرم علی صاحب فرمانے لگے مسلمانوں کا عقیدہ صرف لفظ ختم پر ہی تو نہیں بلکہ اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی کی آیت بھی اس عقیدہ کی تکمیل اور تائید کرتی ہے۔ میں نے کہا سنئے!

پہلے اِس بات کا اقبال کیجئے کہ ختم کے لفظ کے ہم نے نئے معنے نہیں کئے بلکہ وہی قدیم معنے کئے ہیں جو چودہ سو برس سے ہوتے چلے آئے ہیں جب آپ اِس بات کا اقرار کر لینگے تو میں دوسری آیت پر گذارش کرونگا۔ سشن جج صاحب نے کیشیر کو بُلایا جو سامنے ہی کھڑا تھا۔ ایکہزار روپیہ واپس کر کے مجھے فرمایا کہ یہ کیوں اقرار کرنے لگے۔ اقرار اور انکار تو میرا سند ہوگا نہ کہ اِن کا۔ اور میں نے یہ دیکھئے فیصلہ کر دیا۔

میں نے کہا چلئے ختم کے معنی ختم ہی کر لیجئے۔ قرآن میں خاتم النبیین تو آیا ہے، مگر خاتم المرسلین نہیں آیا۔ آپ حضرت مرزا صاحب کو رسول ہی مان لیجئے مولوی محرم علی صاحب نے فرمایا رسول اور نبی میں کوئی فرق نہیں۔ میں نے کہا آپ علماء سے دریافت کیجئے۔ ان کے نزدیک رسول اور نبی میں فرق ہے سشن جج صاحب نے فرمایا۔ مگر مولوی صاحب نے اکملت لکم دینکم کی بڑی زبردست اور چبھتی ہوئی دلیل پیش کی ہے۔ اس کا جواب دیجئے۔ خان بہادر کھڑے ہو کر بولے کہ بس جی بس۔ بارہ بجنے والے ہیں باقی کل۔ مہربانی فرما کر اکملت لکم دینکم پر مکمل طیاری کر کے کل بعد مغرب تشریف لائیے۔ سب کھڑے ہو گئے اور رخصت ہو کر چلے گئے۔ ان کے جاتے ہی ظالم فوٹو گرافر کل دن والی تصویر اور رات والی تصویر کو انلارج کر کے اور دو الگ الگ فریموں میں جڑ کر لے آیا۔ اور ان چاروں باپ بیٹوں نے اُس کو دیکھا۔ اور ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ میں نے کہا خان بہادر صاحب آپ کے مقدمہ کے اندر کوئی شخص شہادت دینے کے واسطے تیار نہیں ہوتا کہ ہاں ہمارے سامنے نکاح ہوا۔ اِس لئے یہ دو فوٹو میں نے تیار کرائے ہیں تاکہ عدالت میں

دکھا سکوں۔ چاروں باپ بیٹے دیر تک خاموش بیٹھے رہے۔ اس کے بعد سسٹن جج صاحب بولے آپ جس طرح دین کے معاملہ میں بہت ہوشیار ہیں اسی طرح دُنیا کے معاملات میں بڑے دور اندیش ہیں۔ میں قانون داں ہوں اور سسٹن جج ہوں۔ اس فوٹو کی اہمیت کو میں خوب جانتا ہوں۔ کاش آپ بیرسٹر یا ایل ایل بی ہوتے تو اس مزیدار اور شاندار تقریر اور دماغ کی بدولت سب سے بڑے وکیل ہوتے۔ ہم نے خود ہی آپ کے ہاں آکر آپ کے واسطے یہ نیو بہم پہنچایا۔ میں نے کہا جب مجھے خدا نے یہ موقع دیا تو میں کیوں نہ اس سے فائدہ اٹھاتا۔ مومن ہر چھوٹی سے چھوٹی بات سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ آج خدا کی نصرت اور تائید میرے ساتھ ہے۔ وہ میری تائید کرتا ہے۔ میرے لئے سامان کرتا ہے۔ وہ بڑا مسبب الاسباب ہے کہ اس نے خود آپ کے دل میں یہ بات پیدا کی کہ میرے گھر میں خود ہی آ گئے اور اس نے غیب سے میرے لئے سامان کیا اور پھر میرے دماغ میں اس سے فائدہ اٹھانے کا طریقہ سمجھا دیا۔ سسٹن جج صاحب بولے کہ یہ کیا آپ نے کہا کہ آج خدا کی نصرت ہمارے ساتھ ہے۔ چھوٹے صاحب جو بیرسٹر تھے ہنسکر فرمانے لگے ہم نے تو ایک دل جلے سے یہ سنا تھا کہ آجکل خدا کو یورپ والوں سے ہی فرصت نہیں ہے

رحمتیں جتنی ہیں اغیار کے کاشانوں پر
برق گرتی ہے تو بیچارے مسلمانوں پر

باقی تمام ممالک اور قوموں کو وہ بھول گیا ہے اور اپنی تمام قدرت کے کارخانے اُن کو سمجھا رہتا ہے۔ اور پھر لطف یہ ہے کہ وہ خدا کو مانتے ہی نہیں۔ تو معلوم ..... جو کوئی خدا کو چھوڑتا ہے خدا اسکو لپیٹتا ہے اور جو

خدا سے بھاگتا ہے خدا اس کو پکڑتا ہے۔ اور جو خدا کی طرف ایک قدم جاتا ہے خدا اُس سے سو قدم بھاگتا ہے۔ خان بہادر صاحب کہنے لگے بس مذاق ہو چکا۔ خدا کی نصرت اور کامیابی آپ کے ساتھ ہونے کی کیا دلیل ہے؟ میں نے کہا آپ اپنے ہاں کے بڑے سے بڑے پیر، مولوی، عالم، فاضل کو میرے مقابلہ میں بُلا لیجئے اور کسی ہسپتال میں سے سو مریض مالیوس اور لاعلاج بذریعہ قرعہ اندازی نصف نصف تقسیم کر لیجئے۔ پھر میں اپنے حصّے کے مریضوں کا علاج کرتا ہوں اور اُن کے واسطے دُعا کرتا ہوں اور میرے مدمقابل پیر صاحب اپنے حصّے کے مریضوں کا علاج اور اُن کے واسطے دُعا اور دوا کریں۔ جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تائید ہوگی اُس کے مریض تندرست ہوں گے۔ اور میرا اور آپ کا واقعہ سب سے بڑا مشاہدہ اور دلیل ہے کہ تمام زمینی اور مادی ذرائع میرے واسطے جاتے رہے۔ مگر ایک آسمانی تائید نے میرے واسطے غیب سے ایسے سامان مہیا کر دیئے کہ تمام مقفنوں کے قانون اور تمام مدبّروں کی تدبیریں خاک میں مل گئیں۔ اِس سے بڑھکر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ خدا ہمارے ساتھ ہے ؎

خدا کے پاک بندوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو اک عالم کو اک عالم دکھاتی ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ غیر مسلم آریوں کو چیلنج دیتے رہے کہ جس نبی کے معجزہ سے تمہیں انکار ہو میرے پاس ایک قوم کے نمایندہ کی حیثیت سے آؤ تو میں تمہیں وہی معجزہ دکھاؤں گا۔ جسٹس جج صاحب فرمانے لگے میں تو یہ سنتا ہے کہ آریوں کے ایک بہت بڑے آدمی کو جس کے

نام لیکھرام تھا مرزا صاحب نے اپنا ایک مرید بھیجکر قتل کرا دیا۔ خان بہادر صاحب فرمانے لگے یہ بات تو میں نے بھی سنی ہے اصل واقعہ آپ سنائیے۔ میں نے کہا یہ تو آپ کے سامنے عرض کرنے کی ضرورت نہیں کہ احمدی ہونے سے انسان پر کس قدر مصیبتیں آتی ہیں۔ منجھلے صاحب بولے مصیبتیں کیسی آتی ہیں؟ میں نے کہا کیا یہ مصیبت نہیں کہ محض احمدی ہونے کی وجہ سے آپ قتل کرانے اور قید کرانے اور بیوی چھین لینے کے واسطے تیار ہیں۔ اسی طرح عزیز و اقارب۔ رشتہ دار یا دوست اپنے بیگانے ہر طرف سے مخالف ہو جاتے ہیں۔ پھر آمدنی کا سو ٹھواں حصہ چندہ لازمی دینا پڑتا ہے۔ اب آپ میری ہی مثال لیجئے کہ میں نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو محض اُن کی صداقت اور خدا کے خوف سے اُن کو مانا اور ہر طرف کی مصیبتیں خریدیں اور ایسی حالت میں مجھے حضرت اقدس حکم دیں کہ فلاں آدمی کے قتل کی چونکہ میں نے پیشینگوئی کی ہے اس لئے تو اس کو جا کر قتل کر دے۔ میری پیشینگوئی غلط ہونے پر جو لوگوں کی لعنت ملامت کی پھانسی میرے گلے میں پڑنے والی ہے تو اُس کو اپنے گلے میں ڈال لے۔ تو کیا سب سے پہلا شخص میں نہیں ہونگا جو حضرت اقدس کے دعویٰ مامور من اللہ کو ترک کر دونگا۔ جسٹس جج صاحب فرمانے لگے صاف بات ہے۔ یقیناً سب سے پہلے آپ ہی مرزا صاحب کو جھوٹا مانینگے۔ میں نے کہا چلئے اب آپ خود غور فرما لیجئے کہ مرزا صاحب کا وہ کیسا مرید تھا کہ جس نے لیکھرام کو قتل کیا۔ منجھلے صاحب بولے مگر یہ تو ممکن ہے کہ روپیہ دیکر کسی غیر شخص سے قتل کرا دیا جائے۔ میں نے کہا ہاں ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ مگر پیشینگوئی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا

بھی نہیں ہوا۔ اس لئے کہ مرزا صاحب کی کُل جائداد دس ہزار کی مالیت کی تھی۔ اس لئے دس ہزار روپیہ تک وہ ضرور دے سکتے تھے۔ مگر آریوں نے ایک لاکھ روپیہ انعام کا جب اعلان کیا ہے اور گورنمنٹ سے وعدہ کرالیا کہ اگر وہ قاتل آجائے تو اُس کو معاف کر دیا جائیگا۔ ایسی صورت میں اگر ایک طرف اُس نے حضرت اقدس سے دس ہزار روپیہ لے لیا تھا، تو اب اُس کو ایک لاکھ روپیہ کا انعام مل رہا تھا وہ کیوں نہ سامنے آیا۔ سشن جج صاحب فرمانے لگے اگر وہ وعدہ معاف یعنی گواہ سلطانی ہو جاتا تب بھی وہ بچ سکتا تھا۔

میں نے کہا اس پیشگوئی میں چھ پیشگوئیاں تھیں۔ اوّل چھ سال میں مارا جائے گا۔ دوم عید کے دن اور عید کے قریب مارا جائے گا۔ چنانچہ چھٹے سال مارا گیا۔ عید کا دوسرا دن اور جمعہ کا دن تھا جمعہ کے دن کو بھی اسلام نے عید کہا ہے۔ قاتل پکڑا نہیں جائے گا۔ پانچویں سال میں مرے گا۔ چھٹے آباد مقام پر مارا جائے گا۔

گورنمنٹ برطانیہ جس کی حکومت میں آفتاب غروب نہیں ہوتا۔ اس کے پروگرام غلط ہو جاتے ہیں تو بھلا ایک معمولی زمیندار کے پروگرام کو غلط ہونے کیا رکاوٹ پیش آتی تھی۔ کہ جس کے پاس حکومت تھی نہ سامان تھا۔ گاؤں کا رہنے والا اک انسان

سب پہ غالب ہوا خدا کی شان

تمام انبیاء کے منکرین کا یہ قاعدہ ہوتا ہے کہ وہ نہایت صاف پیشگوئیوں پر بھی اعتراض کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ خان بہادر صاحب فرمانے لگے کہ عجب کشمکش میں جان ہے۔ آپ سے ملتا ہوں تو معلوم

ہوتا ہے کہ صرف آپ ہی مسلمان ہیں۔ اور آپ کے مخالفین سے ملتا ہوں تو وہ کہتے ہیں کہ یہ سرے سے مسلمان ہی نہیں۔

میں نے کہا انسان کی عقل غلطی کر سکتی ہے۔ ممکن ہے میں نے غلط سمجھا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ہمارے مخالفوں نے غلط سمجھا ہو۔ اس لئے ان دونوں کے درمیان ایک ایسا راستہ میں پیدا کر دوں جسمیں غلطی کا امکان ہی نہ ہو۔ منجھلے صاحب فرمانے لگے کہ خود مرزا صاحب کے بیٹے مرزا سلطان احمد صاحب نے مرزا صاحب کو نہیں مانا۔ میں نے کہا یہ غلط ہے۔ جب مرزا سلطان احمد صاحب بھاولپور میں تھے تو ایک شخص سے میرا اسی بات پر جھگڑا ہو گیا اور آخر کار میرا اس کا باہمی فیصلہ یہ طے ہوا کہ ہم چل کر مرزا سلطان احمد صاحب سے خود دریافت کریں۔ چنانچہ ہم تین آدمی اُن کی کوٹھی پر پہنچے۔ تو انھوں نے آدمی بھیجا کہ آپ لوگ کون ہیں اور کیوں ملنا چاہتے ہیں۔ چپراسی سے معلوم ہوا کہ وہ اپنے مکان پر کسی بھاولپور والے سے نہیں ملا کرتے۔ ہمنے کہا کہ میں احمدی ہوں اور دو شخصوں سے میرا ایک جھگڑا ہے۔ اور آپ سے ایک بات حضرت اقدس کے متعلق دریافت کرنے آئے ہیں اور ہم میں سے نہ کوئی بھاولپور کا رہنے والا ہے اور نہ کسی قسم کا تعلق رکھتا ہے۔ تب انھوں نے ہمیں بُلایا تو میں نے اُن سے دریافت کیا کہ کیا آپ حضرت اقدس کو سچا نہیں مانتے؟ تب انھوں نے فرمایا کہ ایسا کوئی بیٹا ہو سکتا ہے کہ جو اپنے باپ کو جھوٹا جانتا ہو۔ میں نے کہا گول جواب نہ دیجئے بلکہ یہ بتائیے کہ کیا آپ ان کو نبی مانتے ہیں تو مرزا سلطان احمد صاحب نے جواب دیا کہ میں نے جو تاریخ

کا مطالعہ کیا اور انبیائے بنی اسرائیل کے حالات پڑھے ہیں۔ انکو پڑھنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اگر بنی اسرائیل کے نبی ان حالات سے نبی ہو سکتے تھے تو میرے والد ان سے بہتر نبی ہو سکتے ہیں۔ میں نے کہا پھر آپ نے بیعت کیوں نہیں کی۔ تو انھوں نے جواب دیا کہ خلق الانسان ضعیفا۔ میں دنیا دار آدمی ہوں۔ سرکاری ملازم ہوں۔ شرائط بیعت پر عمل کرنے کی ہمت نہیں پاتا۔ اس لئے بیعت نہیں کی۔

میں نے کہا یہ واقعہ ہے جو میں نے خود ان سے سنا ہے۔ منحلے صاحب نے حالانکہ خود ہی اعتراض کیا تھا پھر خود ہی فرمانے لگے ہمارے ایک دوست رامچندر صاحب اے سی ہیں۔ وہ ایک دن سنا رہے تھے کہ میرا اور میرزا سلطان احمد صاحب کا بہت عرصہ تک ساتھ رہا ہے۔ مجھے ان کے بہت سے حالات معلوم ہیں۔ ایک دفعہ میرزا سلطان احمد صاحب نے اپنے والد سے کہا کہ میرے واسطے دعا کیجئے کہ میرا نام نائب تحصیلداری میں درج ہو جائے۔ تو ان کے والد صاحب نے کہا کہ اچھا دعا کرینگے۔ میرزا صاحب سلطان احمد صاحب نے پھر دو تین کے بعد کہا کہ میرے واسطے آپ نے دعا کرنے کا وعدہ فرمایا تھا تو ان کے والد صاحب نے فرمایا کہ ہاں ہم نے دعا کی تھی اور ہمیں خدا نے اطلاع دی ہے کہ تم نائب تحصیلدار ہو جاؤ گے۔ میرزا سلطان احمد کہتے ہیں کہ میرے لئے کوئی امکان نہ تھا۔ مگر میرا نام درج ہو گیا۔ پھر ایک دفعہ کا واقعہ میرے سامنے کا ہے کہ تحصیلداروں کو حکم ہوا کہ جو اے سی میں آنا چاہتے ہیں وہ فلاں تاریخ کو لاہور میں جا کر

امتحان دیں۔ اس امتحان میں میں بھی شریک تھا۔ اور بھی بہت سے آدمی تھے۔ صبح کو امتحان تھا۔ ہم سب لوگ اِدھر اُدھر کی باتیں کر رہے تھے کہ ہم میں سے ایک شخص نے مرزا سلطان احمد کو سوتا ہوا دیکھکر اور اُن کی طرف اشارہ کر کے ہنسی سے کہا اور تو اور۔ اِنھیں میرزا صاحب کو دیکھو یہ بھی امتحان دینے آگئے ہیں۔ ہم میں کوئی بی اے ہے۔ کوئی ایم اے ہے کوئی بی ایس سی ہے۔ کوئی ایل ایل بی ہے۔ باوجود اس کے ہمیں امتحان میں پاس ہونے کی اُمید نہیں۔ مگر انھیں مرزا صاحب کو دیکھو کہ کیسے بے فکر ہو کر سوئے ہیں کہ جیسے کوئی گھوڑے بیچ کر سویا کرتا ہے۔ صبح کو کوئی چار بجے سے پہلے ہی مرزا سلطان احمد صاحب سوتے سے اُٹھ بیٹھے اور سب کو جگا دیا اور کہنے لگے جب تم میرا مذاق اُڑا رہے تھے میں سویا ہوا نہیں تھا۔ لو سنو میں اطلاع دیتا ہوں کہ میں پاس ہو جاؤنگا۔ ہم سب مذاق سے ہنسکر بولے کہ کیا تمھیں بھی اپنے ابا جان کی طرح کوئی الہام ہوا۔ مرزا سلطان احمد کہنے لگے ہاں جب تم لوگ میرا مذاق اُڑا رہے تھے اسوقت میں گڑگڑا گڑگڑا کر خدا سے دعا مانگ رہا تھا کہ اے میرے اللہ اگر میں فیل ہو گیا تو لوگوں میں میری بڑی ہنسی اُڑیگی اس لئے تو مجھے ضرور پاس کر دے۔ اس کے بعد دعا کرتا ہی کرتا میں سو گیا۔ ابھی ابھی میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرے والد نے مجھے ہاتھ پکڑ کر کرسی پر بٹھا دیا ہے۔ جس کی میں تعبیر کرتا ہوں کہ میں ضرور پاس ہو جاؤنگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ پاس ہو گئے۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب میں ضرور کچھ نہ کچھ تو روحانیت منجانب اللہ تھی۔ جسٹس جج صاحب

کہنے لگے اگر روحانیت نہ ہوتی تو ہزاروں لاکھوں آدمی کس طرح اُن کو مان لیتے۔ خان بہادر صاحب مجھ سے فرمانے لگے ہاں میر صاحب آپ فرمارہے تھے کہ ایک تیسرا راستہ میں ایسا بتا سکتا ہوں کہ جس کے اندر کسی طرح بھی غلطی کا امکان نہیں وہ کیا راستہ ہے؟ میں نے کہا آپ خدا سے اس امر میں مشورہ کیجئے اور اس کو شریعت کی اصطلاح میں استخارہ کہتے ہیں۔ جب آپ استخارہ کرینگے ضرور اللہ تعالیٰ آپ کو جواب دیگا۔ سشن جج صاحب کہنے لگے ہم نے تو سنا ہے فال لینا حرام ہے۔ میں نے کہا اس کا نام فال نہیں۔ بلکہ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا کہ جو لوگ ہمارے راستے میں کوشش کرینگے ہم ضرور انھیں اپنا راستہ دکھائینگے۔ خان بہادر صاحب فرمانے لگے کہ ہمیں بتائیے کہ کس طرح استخارہ کیا جاتا ہے۔ مگر کوئی لمبی چوڑا چلہ یا مجاہدہ یا وظیفہ نہ بتائیے گا کہ جو ہم جیسے کمزور آدمیوں سے ہو ہی نہ سکے۔ میں نے کہا نہیں اس قدر آسان ترکیب بتاؤنگا کہ آپ نہایت آسانی سے کر سکیں گے۔ سشن جج صاحب فرمانے لگے اگر آسان ترکیب ہوئی تو میں بھی کرونگا۔ میں نے کہا رات کو سوتے وقت پلنگ پر لیٹ کر الحمد کے معانی پر غور کر کے پڑھئے۔ اور جب اھدنا الصراط المستقیم پر آپ پہنچیں تو بار بار اس کو پڑھئے اھدنا الصراط المستقیم اور اسی کو پڑھتے پڑھتے سو جائیے۔

چھوٹے صاحب قہقہہ مار کر ہنسے اور کہنے لگے اور الحمد کے معنے کس مسخرے کو آتے ہیں۔ میں نے کہا وہ میں ابھی آپ کو بتائے دیتا ہوں۔ الحمد للہ رب العلمین سب تعریف اُس اللہ کے لئے ہے

جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ رب کے معنے ہیں پیدا کر کے پالنے والا مثلاً انسان کو اللہ نے بنایا تو ساتھ ہی اس کی ضروریات کی تمام چیزیں بھی خود ہی مہیا کر دیں۔ انسان کو ہوا کی ضرورت ہے۔ وہ اس بہتات اور کثرت کے ساتھ بنائی کہ جس قدر انسان کو ضرورت ہے۔ ہوا نہ کسی خاص نلکے میں پیدا ہوتی ہے نہ کسی کنوئیں میں سے بھرنی پڑتی ہے۔ نہ کاشت کی جاتی ہے نہ قیمت سے آتی ہے نہ کسی خاص موسم میں پیدا ہوتی ہے۔ بلکہ ہر لمحہ سانس کے لئے ہوا کی ضرورت ہے۔ اسی لحاظ سے ہوا کو پیدا کیا۔ سوتے میں، جاگتے میں، بھاگتے میں، کھاتے میں، نہاتے میں رات کو دن کو، گرمی میں، سردی میں ہر وقت بلا اختیار اور بلا خواہش کے انسان کے اندر داخل ہوتی ہے۔ اسی طرح روشنی، گرمی، سردی، پانی، آگ، رزق، پھل، پھول غرضیکہ ہر ضرورت کی چیز کو وہ اللہ پیدا ہی کرتا ہے۔ ہم سو رہے ہیں ہوا ہے کہ ہماری ضرورت کے مطابق آ رہی ہے دوران خون جسم میں جاری ہے ہمارے بلا ارادے اور کوشش کے قلب خون کو پھینک رہا ہے۔ معدہ اور جگر، پھیپھڑہ، تلی، پتہ سب کام کر رہے ہیں۔ آنکھ، کان، زبان کی طاقتیں اپنی ڈیوٹی اور فرائض ادا کرنے پر مجبور ہیں۔ آپ ذی علم لوگ ہیں۔ اس ربوبیت کی شان کو بہت ہی وسیع کیجئے جب اس کی ربوبیت پر غور کریں گے تو دل بیساختہ الحمد للہ پکار اٹھیگا طوطے کی طرح بے معنی نماز میں بھی الفاظ کو ادا کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ ہم مسلمانوں پر ادبار آنے کی وجہ ہی یہ ہوئی ہے کہ اسلام کا چھلکا ان کے ہاتھ میں ہے اور اس کو یہ اسلام سمجھ رہے ہیں۔ اور اسلام کے اصل مغز کی ان کو خبر نہیں۔ جس طرح قلاقند قلاقند کہنے سے منہ میٹھا نہیں

ہو سکتا۔ اسی طرح ان الفاظ کی حقیقت اور معانی کو سمجھے بغیر نماز نہیں ہو سکتی
رب العلمین فرمایا رب المسلمین یا رب المومنین یا رب العرب نہیں فرمایا
یہی وجہ ہے کہ اس کے بندے انگریز۔ جرمنی، فرانسیسی، ایرانی، امریکن
جاپانی، ہندوستانی اور افریقہ کے وحشی سب کا وہ رب ہے سب کو
مساوی سمجھتا ہے۔ سب کی سنتا ہے۔ اے قابل تعریف اللہ! مجھ
گنہگار سیاہ کار کی طرف مت دیکھ بلکہ اپنے رب العلمین ہونے کی
طرف دیکھ ؎

اے کریمے کہ از خزانۂ غیب
گبر و ترسا وظیفہ خور داری
دوستاں را کجا کنی محروم
تو کہ با دشمناں نظر داری

الرحمٰن الرحیم

الرحمٰن بن مانگے دینے والا اور بلا معاوضہ
دینے والا۔ آنکھ، ناک، کان، سورج چاند، ہوا، عقل، عزت
ہم نے مانگا نہیں تھا۔ بلا مانگے تو نے دیا۔ دل، دماغ ہماری
کسی محنت کے صلے میں ہمیں نہیں ملے۔ بلکہ تو نے خود ہی اپنی صفت
رحمانیت کے ماتحت مرحمت فرمائے۔

الرحیم۔

محنت کا بدلہ دینے والا۔ مانگنے سے دینے والا۔ اے سخی داتا
الرحیم! سخی کے دروازے سے کبھی سائل خالی ہاتھ نہیں جاتا۔ میں بھی
بھکاری تیرے دروازے پر مانگنے آیا ہوں مجھے مت دھتکار۔ مجھے

نا امید نہ کر۔ مجھے خالی ہاتھ مت بھیج۔ میرا دامن گوہر مراد سے بھر دے۔

مالک یوم الدین ۵

ہر جزا سزا کے وقت کا مالک۔

چھوٹے صاحب بولے کہ قرآن شریف میں تو قیامت کے دن کا مالک لکھا ہے۔ میں نے کہا کیا اس وقت کا وہ مالک نہیں؟ زمانہ گذشتہ کا مالک نہیں؟ زمانہ ماضی کا وہ مالک نہ تھا؟ خان بہادر صاحب فرمانے لگے۔ بیشک آپ کے معنی زیادہ اچھے ہیں۔ آگے فرمایئے۔ میں نے کہا ہر جزا سزا کے وقت کا مالک۔ جب ان کلمات کو ادا کرو تو اپنے گناہوں کو یاد کرو اور ان پر نگاہ رکھو کہ میں نے فلاں فلاں گناہ کئے اور تو نے اسکی سزا نہ دی۔ دیکھئے ایک شخص محض چوری کے ارادے سے نکلتا ہے۔ نقب زنی کے اوزار اس کے پاس ہوتے ہیں اور ایک ایسی مکان کی طرف سے گذرتا ہے کہ جہاں سے نقب لگا کر ایک شخص چوری کر کے مال نکالنے کے واسطے طیار تھا کہ جاگ ہوگئی اور وہ بھاگ گیا اور اتفاق سے یہ شخص پہلی مرتبہ چوری کے ارادے سے نکلا۔ مکان والے چور کو تلاش کر رہے تھے اور یہ شخص ادھر سے گذرا اور پکڑا گیا۔ حالانکہ چوری نہیں کی مگر عدالت ضرور اس کو سزا دے گی۔ اس لئے کہ مقام جرم پر پکڑا گیا ہے۔ اور ایک شخص عمر بھر چوری کرتا رہا اور ایک دفعہ بھی نہیں پکڑا گیا۔ ایک شخص پہلی مرتبہ زنا کا مرتکب ہوا اور اس کو سوزاک یا آتشک

ہوگئی۔ اور ایک شخص عمر بھر زنا کرتا رہا۔ مگر اُس کو ایک مرتبہ بھی آتشک اور سوزاک نہیں ہوا۔ پس مالک یوم الدین ہر جزا و سزا کے وقت کا مالک ہے۔

اِیّاکَ نعبدُ وَاِیّاکَ نستعین ۝

اے ہمارے معبود! ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھے ہی قاضی الحاجات سمجھکر تجھ سے ہی مدد اور کامیابی اپنے ہر کام میں چاہتے ہیں۔

اھدنا الصّراط المستقیم تو ہمیں سیدھے راستے پہ چلا۔ صحیح راستے کی رہنمائی کر۔ ہم اندھے ہیں۔ ہماری عقلیں نامکمل ہیں ہمارا فہم موٹا ہے۔ آج مذاہب کا سیلاب بہ رہا ہے صداقت کا معلوم کرنا بڑا مشکل ہوگیا ہے۔ احمدی، اہلحدیث، شیعہ، حنفی، مالکی، شافعی معتزلی، غرضیکہ ہر فرقہ اپنے آپ کو راہِ راست پر سمجھ رہا ہے اور دوسروں کو گمراہ کہتا ہے کُلُّ حزبٍ بما لدیھم فرحون ۝

جسقدر دل کی گہرائیوں سے صداقت کی تڑپ اور طلب نکلے اتنی ہی مؤثر ہوگی اور جلد آپ کو ہدایت مل جائے گی۔ دعا کرنے کا ایک راز آپ کو بتاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فاذکروا اللہ کذکرکم آباءکم او اشد ذکرا۔ یعنی اللہ کو اس طرح یاد کرو کہ جس طرح اپنے باپ کو یاد کرتے ہو۔ بلکہ اُس سے بھی زیادہ۔ اسمیں دو نکتے ہیں۔ اوّل یہ کہ جب کوئی بچہ مانگتا ہے تو وہ کسی غیر سے یا کسی راہ چلتے سے نہیں مانگتا بلکہ اپنے

باپ سے ہی مانگتا ہے۔ یعنی اس کا یہ ایمان اور یقین ہوتا ہے کہ مجھے یہ ہی دیگا۔ اور کوئی نہیں دیگا۔ اس لئے پہلی بات تو یہ یاد رکھو کہ جس طرح باپ سے لینے کا تمھیں کامل یقین ہے۔ اسی کامل یقین بلکہ اس سے بھی زیادہ کامل یقین کے ساتھ اس سے مانگو۔

دوسرا نکتہ اس کے اندر یہ ہے کہ جب باپ مانگنے سے نہیں دیتا تو بچہ مچل جاتا ہے۔ رونے لگ جاتا ہے۔ تب رو رو کر مچل مچل کر اپنے باپ کے رحم کو پگھلا ہی لیتا ہے۔ اسی طرح تم اللہ سے مانگو۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ نے ایک سو رحمتیں پیدا کیں ان میں سے ایک رحمت یا محبت تو ماں کو مرحمت فرمائی اور ۹۹ اپنے پاس رہنے دیں مطلب یہ ہے کہ جسقدر والدہ اپنے بچے کو چاہتی ہے اور اس سے محبت کرتی ہے۔ اس سے ۹۹ درجے زیادہ اللہ کو اپنے بندے سے محبت ہے۔ اللہ رؤف بالعباد اور دوسری جگہ فرمایا ان اللہ بالناس لرؤف رحیم ۝

اور غور کیجئے کہ آپ ایک کتے کو پال لیتے ہیں۔ نہ وہ آپ کا جنا ہوا ہے نہ آپ کی جنس ہے نہ قوم ہے نہ رشتہ ہے نہ آپ کی تعریف میں قصیدہ لکھتا ہے۔ نہ آپ کی تعریف اور شکریہ میں کوئی لفظ کہتا ہے۔ اس کا خاموشی سے محض آپ کے سامنے دم ہلانا آپ کے دل میں اس کی محبت پیدا کر دیتا ہے۔ تو بھلا جس خدا نے آپ کو نکھ سے سکھ تک بنایا اور آپ کے بدن کے روئیں تک کا ہر منٹ اور سکنڈ خیال رکھتا اور اسکو پرورش کرتا ہے اس کو آپ سے

کس قدر بے پناہ محبت ہوگی۔

میرے آقا اور مولیٰ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ایک خطبہ عید میں فرمایا اور خوب فرمایا کہ جس عورت کا اکلوتا بچہ کھو گیا ہو اور وہ اس کی تلاش میں سرگرداں کوچہ کوچہ پھرتی سینہ پیٹتی اپنے بچے کے لئے پریشان پھر رہی ہو ایسی حالت میں آپ اس کے بچہ کو تلاش کر کے اس تک پہنچا دیں تو اس کی ماں کو تو جس قدر خوشی اور مسرت ہوگی اس کی تو کوئی انتہا نہیں۔ مگر جو شخص تلاش کر کے اس گم شدہ بچہ کو اس کی ماں تک لے گیا ہے اسکو بھی بڑی خوشی ہوئی ہے۔ اسی طرح جو شخص کسی گمراہ یا گمشدہ اور خدا سے بچھڑے ہوئے بندے کو خدا کے حضور تک تبلیغ کر کے پہنچاتا ہے اس کی خوشی تو اور زیادہ ہونی چاہیئے۔ پس میں آپ کو بتاتا ہوں کہ عبادت کا مغز اور عبادت کا فلسفہ اور نماز کی حکمت اور علت غائی اور حقیقی مقصد ہم مسلمانوں نے بھلا دیا ہے۔ اس لئے نہ ہماری دعا میں اثر ہے نہ ہماری نماز میں کوئی فائدہ پہنچاتی ہے۔ مسجدیں تو آپ کی ڈٹا ڈٹ بھری ہوئی نظر آتی ہیں۔ مگر نماز کا مقصد ان میں سے ایک بھی نہیں جانتا جس طرح سارسا پریلا یا عشبہ اور چرائتا خون کو صاف کرتا ہے اور کالا نمک پیٹ کے درد کو فائدہ دیتا ہے اسی طرح نماز بھی ایک روحانی نسخہ اور روحانی بیماری کا علاج ہے۔ اور نماز کا فائدہ اور خواص خدا نے یہ بتایا ہے کہ ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر۔ کہ نماز بیحیائیوں اور برائیوں سے روکتی ہے۔ مگر مجھے بتائیے کہ ایسے کتنے نمازی آپ نے دیکھے ہیں کہ جو نماز پڑھنے سے بیحیائیوں اور

برائیوں سے بچ گئے۔ اگر انسان کے پیٹ میں درد ہو اور اس کو ایک حکیم نسخہ دے اور اس سے فائدہ نہ ہو تو وہ دوسرے حکیم کے پاس جائے گا۔ پھر تیسرے کے پاس جائے گا۔ یہاں تک کہ ڈاکٹر اگر مشورہ دیگا تو وہ اپنے پیٹ کے اپریشن تک کرانے کیواسطے طیار ہو جائے گا۔ مگر اس روحانی بیماری کا نسخہ ہم محض رواج اور رسم کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔

منجھلے صاحب بولے آپ نے تو بالکل ایک نئی دنیا میں ہمیں پہنچا دیا۔ خان بہادر صاحب بولے واللہ کس قدر حقائق اور معارف اس تقریر کے اندر موجود ہیں۔ سشن جج صاحب بولے واقعی بڑی پر از معلومات تقریر ہے۔ مگر یہ تو بتایئے کہ پھر اس نماز کے تاثرات اور خواص و فوائد حاصل کرنے کا طریقہ بھی تو معلوم ہو۔

میں نے کہا خود قرآن شریف میں موجود ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قد افلح المومنون الذین ھم فی صلوٰتھم خاشعون ۔ کہ نماز پڑھ کر فائدہ اٹھانے والے کامیاب ہونیوالے مظفر و منصور ہونے والے اور فلاح پانے والے وہ لوگ ہیں جو نمازیں خضوع و خشوع کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ اور خضوع و خشوع اسوقت تک پیدا ہی نہیں ہو سکتا تاکہ وقتیکہ نماز میں پڑھی جانے والی عبارت کے معانی ہمیں نہ معلوم ہوں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ لاصلوٰۃ الا بحضور القلب کہ نماز بغیر حضور قلب کے ہوتی ہی نہیں۔ اس حدیث پر یکلخت وہ سب کے سب قہقہہ مار کر زور سے ہنسے اور میں بھی ان کے ساتھ ہنس پڑا۔ اور میں نے کہا یہ کیا

بات ہوئی کیوں آپ لوگ بے تحاشہ ہنسے۔ تو سسٹر جج صاحب فرمانے لگے کہ اباجی اس بحضور القلب کی ایک تفسیر سُنایا کرتے ہیں خصوصاً پنجابیوں کا مذاق اُڑانے کے وقت اباجی کہا کرتے ہیں کہ پنجابی خواہ کتنا بھی پڑھ جائے۔ مگر اس کے اندر سے دو باتیں نہیں جائینگی۔ اوّل تو کسی پنجابی سے سی پی۔ یو پی بنگال دہلی میں جب کبھی آپ دریافت کرینگے کہ تم آپ کہاں کے رہنے والے ہیں تو وہ جواب دیگا پنجاب کا۔ گویا پنجاب کسی شہر کا نام ہے یا اس کے نزدیک لاہور، جہلم، سیالکوٹ، گجرات، گوجرانوالہ وغیرہ پنجاب کے اضلاع اس قدر غیر معروف ہیں کہ اُن سے کوئی شخص واقف نہیں۔ اِس لئے وہ پنجاب تک کا نام بتا دیتا ہے۔ دوسرے ان پنجابیوں کو ق ادا نہیں کرنا آتا۔ ق اور ک میں یہ لوگ کبھی فرق نہیں کر سکتے۔

کوئی مسافر کسی شہر میں پہنچا اور مسجد میں نماز ادا کرنے کے واسطے گیا تو مسافر نے دیکھا کہ مسجد کی محراب کے پاس دو کتے بندھے ہوئے ہیں۔ مسافر نے حیرت سے ان کتوں کو دیکھا اور دریافت کیا کہ بھائی یہ مسجد میں کتے کیسے بندھے ہوئے ہیں۔ اِن نمازیوں نے مسجد کے امام صاحب کی طرف اشارہ کر دیا۔ کہ ان سے دریافت کرو۔ مسافر نے امام صاحب کی طرف رجوع کیا تو مولوی صاحب نے فرمایا کہ حدیث شریف میں حکم لکھا ہوا ہے لا صلوٰۃ الا بحضور القلب (چونکہ وہ پنجابی تھا اور قلب نہیں کہہ سکتا تھا اور اگلے زمانہ میں پریس نہ ہونے کی وجہ سے احادیث کی کتابیں آسانی سے نہیں ملا کرتی تھیں اس لئے ضروری احادیث لوگ زبانی ہی یاد کر لیا کرتے تھے۔ اِس بیچارے کو

بھی حدیث حفظ تھی۔ لہٰذا اس نے کلب کہا اور کلب کہتے ہیں کتے کو۔ مسافر کہنے لگا جناب حدیث میں بڑے ق سے قلب لکھا ہوا ہے۔ امام صاحب کہنے لگے تو اندھا ہے۔ دیکھتا نہیں میں نے کوئی چھوٹے کتے بندھوائے ہیں؟ شہر میں جو سب سے بڑے کتے تھے وہ تلاش کر کے میں نے بندھوائے ہیں۔ میں نے بڑے ق کا پہلے ہی خیال رکھا ہوا ہے۔

چونکہ وہ حدیث آپ نے اسوقت پڑھی تو ہم سب کو وہی واقعہ یاد آگیا۔ اس لئے ہم بیساختہ ہنس پڑے۔ ہاں اچھا فرمایئے میں نے کہا خیر آمدم بر سر مطلب۔ کم از کم اقسان الحمد کو ہی سمجھ کر پڑھے۔ اور اھدنا الصراط المستقیم کو بار بار حضور قلب سے کہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ اگر نماز میں رونا نہ آئے تو رونے کی سی صورت ہی بنائے۔ اھدنا الصراط المستقیم دل کی گہرائیوں سے نکلے تو رونا آجاتا ہے۔

سٹن جج صاحب فرمانے لگے کہ کتنی مرتبہ کم از کم اھدنا الصراط المستقیم کہے؟ میں نے کہا ایک شخص حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس بیٹھا ہوا دریافت کر رہا تھا کہ حضور کتنی دفعہ اھدنا الصراط المستقیم کہنا چاہیے۔ حضور نے فرمایا کہ تمہارے ہاں جب کنواں کھودا جاتا ہے کتنے ہاتھ پر پانی نکل آتا ہے۔ اس نے کہا کہ حضور بیس پچیس ہاتھ پر نکل آتا ہے۔ حضور نے فرمایا اگر بیس پچیس ہاتھ کھودنے کے بعد بھی پانی نہ نکلے تو پھر تم کنواں کھودنا چھوڑ دو گے؟ وہ کہنے لگا نہیں، بلکہ پھر اور زیادہ

کھودینگے۔ تب حضرت اقدس نے فرمایا کہ مقصد تو پانی نکالنا ہے۔ اگر سلسلہ جبتک آنکھ سے پانی نہ نکلے اتنی دیر اھدنا الصراط المستقیم کہو۔

گھڑی دیکھ کر سشن جج صاحب نے فرمایا کہ چیف جسٹس سے میری ملاقات کا وقت مقرر ہے۔ میں جارہا ہوں اور شام کو ایک جگہ چائے پر بھی ضروری جانا ہے۔ اس لئے اب تقریر کو ختم کیجئے۔ خان بہادر صاحب بولے کہ بھی شام کو وہ سب لوگ آئینگے اور کل والی بقیہ بحث ہوگی۔ اسوقت تک ضرور آجانا۔ سشن جج صاحب نے کہا ہاں اباجی اس سے پہلے آجاؤنگا۔

پھر میری طرف مخاطب ہوکر کہنے لگے کہ میر صاحب خوشامد سے نہیں بلکہ ایمان سے کہتا ہوں کہ میں نے تو اسلام کو ہی آج سمجھا ہے۔ اگر میں مرزائی نہیں تو مسلمان ضرور ہوگیا ہوں۔ میں نے کہا حقیقی اسلام ہی احمدیت ہے۔ میں اٹھکر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ یہ لوگ بھی ذرا لیٹ گئے۔ بیگم میرے کمرے میں آئیں اور کہنے لگیں۔ میں خدا کا کس زبان سے شکریہ ادا کروں کہ اللہ تعالیٰ نے میرا ہاتھ جوڑا دلادیا مجھے تو واقعی تم نے آج پکا مسلمان بنالیا۔ ہم لوگ تو رسمی مسلمان تھے۔ جب اسلام کے فلسفہ اور حکمت سے ہی انسان واقف نہ ہو تو وہ پھر اپنے آپ کو مسلمان کہنے کا کوئی حق نہیں رکھتا۔ واقعی آپ پکے مسلمان ہیں۔ میں نے کہا تو پھر آج بیعت کا خط لکھ کر تم بھی پکی مسلمان بن جاؤ۔ بیگم کہنے لگیں واہ سبحان اللہ۔ تم انگلی پکڑتے ہی پہنچا پکڑتے ہو۔ اب اس کے یہ معنے تو نہیں کہ میں مرزائی بھی ہوگئی۔ تم نے مرزائیت کی کون سی بات کہی۔ جو کچھ بیان کیا حدیث اور قرآن سے بیان کیا۔ ہمیں

تم نے اور تمھاری مرزائیت نے کون سی شاخ زعفران لگادی۔ میں نے کہا دیکھو بیگم! حدیث شریف میں آتا ہے لوکان الایمان معلقۃ بالثریا لنالہ رجل من ابناء فارس کہ جب ایمان آسمان پر چلا جائے گا اسوقت ایک فارسی النسل انسان ایمان کو آسمان سے دوبارہ لائیگا۔ بیگم کہنے لگیں کہ یہ تو پیشینگوئی حضرت امام ابوحنیفہ یا امام بخاری کی نسبت ہے۔ میں نے کہا نہ تو امام بخاری اور امام ابوحنیفہ نے اس پیشینگوئی کو اپنی طرف منسوب کیا۔ اور نہ اُس زمانہ میں ایمان آسمان پر گیا تھا۔ بیگم بولیں امام بخاری اور امام اعظم بڑے بلند پایہ لوگ تھے۔ وہ کیا اپنے منہ میاں مٹھو بن کر کہتے کہ یہ پیشینگوئی ہماری نسبت ہے۔ دوسرے لوگوں نے حالات اور قرائن دیکھکر یہ بتایا کہ یہ پیشینگوئی ان کی نسبت ہے۔ میں نے کہا مدعی سست گواہ چست۔ یہ تو فرمایئے کہ کیا حضرت امام بخاری اور امام اعظم، حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ ابراہیم اسمٰعیل سے بھی بلند پایہ لوگ تھے۔ بیگم بولیں کہ وہ انبیاء تھے۔ یہ امام تھے۔ انبیاء کے مرتبہ کو یہ لوگ بھلا کیسے پہنچ سکتے ہیں۔ میں نے کہا تو حضرت موسیٰ عیسیٰ ابراہیم داؤد سلیمان یونس یوسف غرضیکہ تمام انبیاء اپنے منہ میاں مٹھو بنتے چلے آئے ہیں لوگوں نے انکی طرح اُن کی مخالفت کی اور انھوں نے اپنے بڑے بڑے مرتبے بیان کئے۔ بیگم بولیں نبیوں کا کیوں ذکر کرتے ہو۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کا ذکر کرو جنے اپنے منہ سے اپنی تعریف کی ہو۔ میں نے کہا حضرت پیران پیر دستگیر کو جانتی ہو۔ بیگم کہنے لگیں کہ حضرت غوث الاعظم کو کون نہیں جانتا۔ میں نے کہا اُن کی کتابیں تمھیں دکھاؤں کہ انھوں نے اپنی کس قدر تعریف کی ہے؟

بیگم ہنس کر بولیں تم سے کون بولے۔ تم تو بڑے بڑوں کو ساکت اور خاموش کر دیتے ہو۔ میں نے کہا اگر آپ حکم دیں تو میں خاموش ہو جاؤں۔ بیگم شرما کر کہنے لگیں خدا نہ کرے آپ کیوں خاموش ہوں۔ میں ہی ہار مانے لیتی ہوں۔ میں نے کہا ہار اور گلوبند اور چمپا کلی کا سوال نہیں۔ بیگم بولیں اب تو ماشاء اللہ ضلع اور حکومت پر اتر آئے۔ میں نے کہا ضلع اور تحصیل سے تمہارے ابا جب تحصیلدار تھے اُسوقت اُن کو سروکار ہوگا۔ بیگم ہنسکر کہنے لگیں اے بس جانے بھی دو۔ میں نے کہا توبہ۔ اِدھر کی دُنیا اُدھر ہو جائے تب بھی تمھیں جانے نہ دوں۔ اسی بات کا تو سارا قصہ ہے۔ جانے کیسے دونگا۔ میری لاش کے اوپر سے گذر کر تو تم جا سکتی ہو۔ ویسے تو ہرگز جانے نہیں دونگا۔ بیگم پھر ہنس کر کہنے لگیں ماشاء اللہ جس طرح علم دین میں بے بدل ہو اسی طرح دنیاوی علوم کے ماہر ہو۔ خشک زاہد نہیں۔ زندہ دل بھی ہو۔ میں نے کہا مومن کی شان ہی یہ ہے کہ یتنا زعون فیھا کاسًا لا لغوٌ فیھا ولا تاثیم مومن سڑیل مزاج کا اور خشک طبع نہیں ہوتا بلکہ بے تکلف با مذاق لطیفہ گو۔ بذلہ سنج ہوتا ہے۔ بیگم کہنے لگیں وہاں ایک ہی پہلو سے بیٹھے بیٹھے تھک گئی۔ کوئی دو گھنٹے مسلسل تو تم بولتے رہے ہو گے۔ میں نے کہا ہاں تقریباً دو گھنٹے برابر بولتا رہا۔ مگر بیگم تم کیوں ایسا گھونگٹ نکال کر اور جھک کر اور شرما کر بیٹھا کرتی ہو۔ بیگم بولیں کہ کچھ ایسا ہی رواج ہے۔ اس کی پابندی کرنی پڑتی ہے۔ اب تم بھی ذرا آرام کر لو۔ میں بھی ذرا لیٹ جاؤں۔ میں نے کہا میں تو ظہر کی نماز پڑھ کر لیٹونگا۔ بیگم خاموش ہو گئیں۔ میں بھی نماز پڑھ کر ذرا سو گیا۔ قریباً چار بجے

خادمہ نے آکر جگایا کہ میں بڑے کمرے میں سب کیواسطے چائے رکھ آئی ہوں۔ آپ کو وہ بُلا رہے ہیں۔ آپ بھی تشریف لے چلئے۔ میں نے کہا ان سے کہو کہ آپ شروع کریں۔ میں عصر کی نماز پڑھ کر ابھی آتا ہوں۔ چنانچہ میں نماز پڑھ کر جانے لگا تو بیگم نے کہا میں پہلے چلی جاؤں تب آنا۔ چنانچہ جب بیگم پہنچ گئیں اور چائے بنانے لگیں تو میں بھی پہنچ گیا۔ بیگم نے میری طرف پیٹھ کرلی اور گھونگٹ نکال کر میری طرف ایک پیالی بڑھادی۔ میں بھی چائے پینے لگا۔ خان بہادر صاحب فرمانے لگے کہ ارے بھئی تم نے ایک دن دورانِ گفتگو میں معیار نبوت کہا تھا وہ کیا بات ہے؟ میں نے کہا اگر میں سونا لے کر آپ کے پاس فروخت کرنے کے لئے آؤں اور ایک شخص پیتل آپ کے پاس لے کر آئے اور کہے یہ خالص سونا ہے تو آپ کیا کرینگے۔ خان بہادر صاحب کہنے لگے کہ کسوٹی پر لگا کر دیکھینگے۔ تیزاب میں ڈالینگے۔ اس کا وزن متناسب معلوم کرینگے۔ رنگ روپ زمائی سختی سے پہچانا جائیگا۔ میں نے کہا اسی طرح انبیاء کے واسطے کسوٹی اور پرکھ کے طریقے ہیں جس سے سچے اور جھوٹے نبی کی شناخت ہوسکتی ہے۔ منجھلے صاحب بولے سچے نبی تو حضرت رسول کریم حضرت عیسیٰ اور موسیٰ وغیرہ اور جھوٹے نبی کون کون سے مثال میں رکھے جائینگے۔ میں نے کہا اسود عنسی مسیلمہ کذاب۔ سجاعہ۔ عبداللہ بن مقنعہ خان بہادر صاحب فرمانے لگے سچے اور جھوٹے نبی کی خدا نے بھی کوئی نشانی بتائی ہے۔ میں نے کہا ضرور بتائی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر تم ایک بات بھی

اپنی طرف سے بنا کر کہو جو ہم نے نہیں کہی تو ہم تمھاری شہ رگ کاٹ دیں
اور یہ معیار قدیم زمانہ سے چلا آتا ہے۔ چنانچہ بائبل میں بھی لکھا ہوا ہے کہ
جھوٹا نبی کاٹھ پر چڑھایا جائیگا۔ اور یہی بات سوچ کر یہود نے حضرت
عیسیٰ کو پھانسی پر چڑھایا کہ اگر یہ سچا ہوگا تو کاٹھ پر نہیں چڑھیگا۔ اور
جھوٹا ہوگا تو پھانسی پا جائیگا۔ اور اس واسطے یہودی عیسائیوں کو کہتے
ہیں کہ وہ جھوٹا تھا اس لئے پھانسی پا گیا۔ اور نعوذ باللہ لعنتی موت مرا۔
عیسائی اس کو اس طرح بناتے ہیں کہ ہاں واقعی پھانسی تو پا گیا مگر دنیا
کے واسطے وہ کفارہ ہوگیا۔ ہمارے گناہوں کے بدلے میں خدا نے اس کو
لعنتی موت مارا۔ اس عقیدہ کی اللہ تعالیٰ نے یہ تردید کی ہے کہ وقولھم
انا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم رسول اللہ وما قتلوہ وما صلبوہ
الخ کہ یہود کا یہ کہنا غلط ہے کہ وہ قتل ہوا یا صلیب پر مرا۔ یہود کی عادت ہی
ہے کہ ہر نبی کے واسطے ایک ہی معیار استعمال کیا کرتے تھے کہ اس کو
قتل کر کے دیکھو۔ اگر وہ قتل ہوگیا تو جھوٹا ورنہ سچا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ بار بار
فرماتا ہے کہ ان یہود کی یہ ہمیشہ کی عادت رہی اور اسی وجہ سے اللہ نے
ناراض ہو کر فرمایا کہ وضربت علیھم الذلۃ والمسکنۃ وباؤ بغضب
من اللہ ذلک بانھم کانوا یکفرون بآیات اللہ ویقتلون
النبیین بغیر الحق کہ ان یہود پر خدا کا اس لئے غضب نازل ہوا
کہ یہ انبیاء کو ناحق قتل کرنے کے درپے ہو جاتے اور ان کا انکار
کر دیتے تھے۔ پھر دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ افکلما جاءکم
رسول بما لا تھوی انفسکم استکبرتم ففریقا کذبتم
وفریقا تقتلون ہ کہ جب کبھی تمھارے پاس رسول آئے تو تم نے

تکبر کرتے ہوئے کسی کی تکذیب کی اور کسی کو قتل کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ پھر تیسری جگہ فرمایا قل فلم تقتلون انبیاء اللہ من قبل ان کنتم مومنین ۰ غرضیکہ یہود نے سب سے سہل اور آسان معیار یہی بنا رکھا تھا۔

منجھلے صاحب بولے تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ سچا نبی قتل نہیں ہو سکتا۔ اور جھوٹا قتل ہو جاتا ہے۔ میں نے کہا جی ہاں۔ یہی مطلب ہے۔ وہ فرمانے لگے یحییٰ اور زکریا نبی بھی قتل ہوئے۔ میں نے کہا یہ عیسائیوں کی کہانیاں ہیں۔ اور انھی میں سے مسلمانوں نے نقل کر لیں۔ قرآن شریف تو یہ فرماتا ہے کہ میں اپنے نبی کے دائیں بائیں آگے اور پیچھے پہرہ لگا دیتا ہوں۔ ایک جگہ فرمایا واللہ یعصمک من الناس یعنی خدا تجھے لوگوں کے حملوں سے محفوظ رکھیگا۔ ایک جگہ فرمایا انا لننصر رسلنا یعنی البتہ ہم اپنے رسولوں کی مدد کرتے ہیں۔ ایک جگہ فرمایا الا ان حزب اللہ ھم الغالبون ۰ خبردار ہو کہ اللہ کی فوج ہی غالب آتی ہے۔

اب اگر اللہ کی فوج پر کفار کی فوج غالب آجائے تو پھر خدا کا غلبہ اور اس کا وعدہ کیا ہوا۔ خان بہادر صاحب فرمانے لگے تو یہ پہلا معیار ہوا کہ تمام دنیا مل کر نبی کی مخالفت کرتی ہے اور اللہ اپنے نبی کو نصرت و کامیابی دیتا ہے۔ دوسرا معیار کیا ہے۔ میں نے کہا قرآن شریف میں آتا ہے فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون ۰ کہ اس نبی کے دعوے سے پہلے کی زندگی کو دیکھو کہ وہ کیسی گذری ہے۔ اگر دعوے نبوت سے قبل وہ پاکباز انسان رہا تو ضرور وہ سچا ہے۔ اگر وہ دعوے سے پہلے بدمعاش رہا ہے تو اب بھی وہ ضرور جھوٹا ہی ہوگا۔ منجھلے

صاحب کہنے لگے یہ معیار بڑا عمدہ ہے۔ میں نے کہا اگر یہ معیار آپ کو پسند ہے تو جاؤ، قادیان لاہور کی طرح بڑا شہر نہیں کہ ہر شخص آپ کو اس طرح مصروف نظر آئیگا کہ بقول شخصے کس کی خبر میں لوں مجھے اپنی خبر نہیں۔ قادیان چند گھروں کی بستی ہے۔ ہر شخص حضرت صاحب کے دعوے سے قبل کی پاکیزہ زندگی کا مداح ملے گا۔

منجھلے صاحب بولے کہ ہم نے تو سنا ہے کہ بعض ڈاکو چور توبہ کر کے ولی بن گئے۔ میں نے کہا ہاں ولی بن گئے نہ کہ نبی۔ نبوت وہبی ہوتی ہے اور ولایت کسبی ہوتی ہے۔ ہر شخص محنت کر کے ولی ہو سکتا ہے۔ مگر نبی وہی ہو سکتا ہے کہ جسکو اللہ تعالیٰ نے نبی بنانے کا پہلے سے ارادہ کر لیا ہے اسی واسطے نبی کے پیدا ہوتے ہی ارادہ الٰہی کے ماتحت اس کی تربیت اور تعلیم ہوتی ہے۔ اس کی ہر ادا پر اعلیٰ حرکت پر فرشتوں کا پہرا ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ نبوت کے عہدہ پر آنے کے بعد وہ دنیا کو چیلنج کرتا ہے کہ میری پچھلی زندگی کو دیکھو اور زندگی کے کسی حصہ پر انگلی رکھ کر بتاؤ کہ فلاں کام تو نے تقوے کے خلاف کیا تھا۔ بیگم نے آہستہ سے اپنے چھوٹے بھائی سے کچھ کہا اور پھر چھوٹے صاحب بولے کہ ابا جی شام کو ہوا خوری کیواسطے آپ نے فرمایا تھا۔ ٹن آگئی ہے۔ چلئے ذرا ہوا خوری کر آئیں۔ سات بجے وہ سب لوگ آجائینگے۔ خان بہادر صاحب نے فرمایا اچھا چلو ذرا شیخ عمر بخش بیرسٹر کے ہاں بھی ہوتے آئینگے۔ میر صاحب آپ بھی چلئے میرے دوست ہیں۔ میں نے کہا بہت اچھا میں بھی کپڑے پہن کر چلا گیا۔ اور ہر طرف سے پھر پھرا کر قریباً سات بجے ہم واپس مکان پر پہنچ گئے۔ کہ اتنے میں وہ تمام اصحاب تشریف لے آئے۔ اور مولوی محبوب عالم صاحب

نے ہنسکر فرمایا کہ آپ کے واسطے بہتر ہوگا کہ آپ اسی وقت توبہ کرلیں کیونکہ
میں آج خوب مطالعہ کرکے پوری طیاری کرکے آیا ہوں۔ آج آپ کا
ناطقہ بند کردونگا۔ سشن جج صاحب فرمانے لگے تب تو آج کی بحث
زیادہ دلچسپ ہوگی۔ خان بہادر صاحب ہنسکر فرمانے لگے کہ نائی
رے نائی بال کتنے ہیں۔ نائی بولا جہاں جی گھبراتے کیوں ہو ابھی
آگے آئے جاتے ہیں۔ مولوی محرم علی صاحب فرمانے لگے آج تو
آیت الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی و
رضیت لکم الاسلام دیناً پر گفتگو ہے نا۔ میں نے کہا جی ہاں
مولوی محبوب عالم صاحب فرمانے لگے اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ آج
دین کامل ہوگیا۔ اور تمام نعمت پوری یعنی مکمل کردی اور دین اسلام سے
اللہ راضی ہوگیا۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ دین اسلام کے علاوہ اب کوئی
نیا مذہب نہیں ہوگا۔ اور نعمت کے معنے نبوت کے ہیں۔ وہ پوری ہوگئی
اور دین کامل ہوگیا۔ اس لئے اب کسی نبی کی ضرورت نہیں۔ میں نے کہا اور
حضرت عیسیٰ کی آمد کے جو آپ منتظر ہیں وہ کس لئے آئینگے۔ مولوی محرم علی
صاحب فرمانے لگے کہ حضرت عیسیٰ شریعت اسلامی پر ہی آئینگے۔ میں نے
کہا سبحان اللہ۔ جو آل ریڈی صاحب کتاب نبی ہے۔ اسسے کیا غرض پڑی
کہ وہ اپنی شریعت اپنی کتاب اپنی نبوت کو چھوڑکر دوسرے ماتحتی کا جوا اپنی
گردن پر رکھے۔ گویا جو پہلے ہندوستان کا وائسرائے تھا اب وہ بھی کا گورنر
ہوکر آئے گا یا بادشاہ سلامت وائسرائے ہوکر آئینگے؟ اور اگر حضرت عیسیٰ
نے اپنی انجیل پر آپ کو مجبور کیا تو آپ کیا کرلینگے۔ خیر اسکو بھی جانے دیجئے۔ ٹوڈی
پوائنٹ صرف اس قدر ہے کہ چونکہ دین کامل ہوگیا اس لئے اب کسی نبی کی

ضرورت نہیں۔ مگر حضرت عیسیٰ کی آمد بتا رہی ہے کہ ضرورت ختم نہیں ہوئی ورنہ حضرت عیسیٰ کا دو ہزار برس سے آسمان پر بیٹھے رہنا اور صرف اس لئے بیٹھے رہنا کہ جب امت محمدی خراب ہو جائیگی۔ اصل دین سے بھٹک جائیگی۔ گمراہ ہو جائیگی اُسوقت کے واسطے ان کو حفاظت سے رکھا۔ اگر وہ بلا ضرورت آرہے ہیں تو ان کی آمد کا انتظار بے کار ہے تو معلوم ہوا کہ ضرورت ہرگز ہرگز ختم نہیں ہوئی۔ اب اس کے بعد اتمت کے معنی کرتا ہوں کہ سورۂ یوسف میں آیا ہے ویتم نعمتہ علیک وعلیٰ ال یعقوب کما اتمھا علیٰ ابویک من قبل ابراھیم واسحٰق کہ پوری کریگا نعمت اپنی اے یوسف تجھ پر اور آل یعقوب پر جیسے کہ پوری کی اس نے (تجھ) سے پہلے تیرے باپ دادا ابراہیم اور اسحٰق پر۔

نعمت جسکو آپ نے نبوت فرمایا ہے اور واقعی نبوت اور بادشاہت کو قرآن شریف میں نعمت ہی فرمایا ہے اس کو مثال کے طور پر روٹی کہدیجئے کہ ایک روٹی تھی وہ پوری حضرت کو دے کر خدا نے کہا کہ اب ہمارے پاس کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ یہ ایک روٹی تھی جو تمھیں پوری دیدی۔ پھر حضرت یعقوب کو یہی کہا۔ پھر حضرت اسحٰق کو یہی کہا۔ پھر آل یعقوب کو یہی کہا۔ پھر حضرت یوسف کو یہی کہا۔ پھر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی کہا اور حضرت رسول کریم کے بعد خدا نے صبر نہیں کیا بلکہ امت محمدی کو بھی فرمایا۔ چھٹے پارہ کے چھٹے رکوع میں غسل اور تیمم کا اوّل طریقہ بیان فرمایا۔ کہ اس طرح وضو غسل اور تیمم کیا کرو۔ ان احکام کے بیان فرمانے کے بعد فرمایا ولکن یرید لیطھرکم ولیتم نعمتہ علیکم

لعلکم تشکرون ۔ اور لیکن اللہ تعالیٰ تمھیں پاک کردینا اسلئے چاہتا ہے تاکہ تمھارے اوپر نعمت پوری کردے اور تم شکر کرو۔ یہ نہ کہو کہ آہ نعمت تو تمام ہوگئی اب اگر ہم ناک رگڑ رگڑ کر بھی مرجائیں تو وہ ہمیں نہیں مل سکتی۔ وہی نعمت جو تمام ہوگئی تھی ۲۴ گھنٹے برابر رونا نہ نماز میں انعمت علیھم گھگھیا کر منگوائی جاتی ہے۔ وہی نعمت حاصل کرنے کے واسطے وضو غسل، تیمم کرا کے نماز پڑھوائی جاتی ہے کہ ان طریقوں پر چل کر تم میری نعمت کو پاسکتے ہو۔

دیکھو ڈارون جیسے خدا کے منکر نے مسئلہ ارتقاء کے اصول کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے SURVIVA OF THE FITTEST کہ وہ چیز ضرور باقی رہتی ہے کہ جو انسان کی ضروریات کے لئے ضروری ہے۔ سائنسداں طبقہ حکمت اور فلسفیانہ دماغ رکھنے والے اصحاب ڈارون کے اس فقرہ کو ہمیشہ بولتے ہیں اور عقل بھی اس فقرہ کی تائید کرتی ہے اور دراصل قرآن شریف نے ہی اس زرین اصول کو بیان فرمایا ہے کہ وَاَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ یعنی جو چیز انسان کے لئے نفع رساں بنائی گئی ہے وہ زمین میں ہمیشہ باقی رہتی ہے۔ اب انسان غور کرے کہ نبوت سے بڑھ کر اور کون سی چیز نعمت اور نفع رساں ہوسکتی ہے۔ لوگوں کو ہوا کی ضرورت ہو اور ہوا بند کردیجائے۔ پانی لوگوں کو لگتی رہے اور پانی بند کردیا جائے۔ کیا عقل سلیم اس کو مان سکتی ہے؟ اسی طرح روحانی ضروریات کے لئے انسان جاہل پیدا ہو اور اسکی تعلیم کا خاتمہ کردیا جائے اور تمام مدرسے اور سکول قانوناً بند کردیئے جائیں۔ معلموں کو قتل کردیا جائے۔ یہ کیونکر ممکن ہے؟ مولوی محبوب عالم صاحب فرمائیے

لگے حضرت رسول کریم کی تعلیم مکمل ہے۔ میں نے کہا دنیا میں سمندر اتنا بڑا ہے کہ خشکی سے بہت زیادہ وسیع اور گہرا ہے۔ دریا ہیں۔ نہریں ہیں کنویں ہیں۔ نل ہیں۔ مگر ایک سال اگر بارش نہ ہو تو دنیا تڑپنے لگ جاتی ہے۔ جس طرح بارش کی ہر سال ضرورت ہے اسی طرح آسمانی وحی و نبوت کی ہمیشہ ضرورت ہے جو لوگوں کو ہدایت دیتا رہے۔ اور حقیقی ہدایت صرف نبی ہی دے سکتا ہے۔ شعراء کی نسبت کہا جاتا ہے کہ الشعراء تلامذۃ الرحمٰن اور بعض مقررین شعراء کو جادو اثر مقرر کہا جاتا ہے۔ ایک شاعر تعریف میں کہتا ہے ؎ اثر لبھانے کا پیارے رتے بیان میں ہے

کسی کی آنکھ میں جادو تری زبان میں ہے

حالی۔ غالب۔ ذوق۔ داغ۔ اکبر الہ آباد۔ حافظ شیرازی۔ مولانا روم۔ انوری سعدی، غرضکہ ہزاروں شاعر گذرے اور موجود ہیں۔ ہمارے ہاں اقبال مرحوم کیسے شاعر تھے۔ لوگ اُن کے شعروں کو سُنکر وجد میں آجاتے ہیں۔ لیکن اُن کے اشعار سے کتنے آدمیوں میں روحانیت پیدا ہوئی۔ غیر سے نہیں خود اقبال سے دریافت کرلو کہ تم پی ایچ ڈی ہو اور واقعی تم فلسفی ہو۔ مگر کیا تم ایک نبی کی طرح مزکی النسان ہو؟ تو جو خود مزکی نہ بن سکے وہ دوسروں کا کس طرح تزکیہ کرسکتا ہے۔ یہ کام صرف انبیاء کا ہوتا ہے اور تم انبیاء علیہم السلام کی طرح حضرت مرزا صاحب کی جماعت کو دیکھو۔ دیگر انبیاء کی تو مکمل تاریخ محفوظ نہیں مگر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تو ہمارے پاس تاریخ محفوظ ہے۔ تم ایمانداری اور دیانتداری سے بغض و حسد کو دل سے نکالکر اور عادل جج کی طرح احمدی جماعت کو مطالعہ کرو۔ اُن کے افعال و اقوال کو گہری نگاہ سے دیکھو تو تمھیں معلوم ہو جائیگا کہ واقعی ایک نبی کی زندہ جماعت کی طرح اگر کسی قوم کے

اندر آثارِ زندگی ہیں تو وہ صرف احمدی جماعت ہے۔

پھر میں ایک عجیب دلیل پیش کرتا ہوں۔ جو لوگ مذاقِ سلیم رکھتے ہیں ان کو اس دلیل پر وجد آجائیگا۔ فرمایا لا نفرق بین احدٍ من رسلہ۔ کہ بلحاظ رسالت انبیاء میں کوئی فرق نہیں۔ جو اور انبیاء کی غرضِ بعثت تھی وہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ جب حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے وما ارسلناک الا رحمۃً للعٰلمین فرمایا ہے تو ظاہر ہوا کہ نبوت رحمت ہے اور جس طرح حضرت رسول کریم رحمت تھے اسی طرح دوسرے انبیاء بھی رحمت ہوئے اور اللہ تعالیٰ رحمٰن و رحیم ہے۔ اس کی صفتِ رحمت اس کی ذات کی طرح ازلی ابدی ہے۔ اسلئے نبوت بھی رحمت ہے اور وہ بھی ازلی ابدی ہونی چاہئے۔ چنانچہ قرآن شریف میں آتا ہے رحمتی وسعت کل شئ۔ کہ میری رحمت تمام موجوداتِ عالم سے زیادہ بڑی اور وسیع اور غیر محدود ہے۔ مگر آہ! آج ہماری عقلوں پر ایسا پردہ پڑ گیا ہے کہ ہم اس کی رحمت کو کہتے ہیں کہ وہ ختم ہو چکی۔ پھر سمجھ لیجئے کہ رحمت اور نبوت ایک ہی چیز ہے۔

مولوی محرم علی صاحب فرمانے لگے صرف رسول کریم اور انکی کتاب رحمت ہے۔ میں نے کہا قرآن شریف میں کتابِ موسیٰ اماماً و رحمۃً موجود ہے۔ مولوی محبوب عالم صاحب فرمانے لگے کہ ہاں قرآن میں دو رحمۃ آیا ہے۔ موسیٰ اور ہمارے رسول اللہ۔ میں نے کہا قرآن میں ذو رحمۃٍ واسعۃ آیا جس کے معنے ہیں ان گنت۔ قرآن میں اس کی تشریح موجود ہے۔ کنز ھما رحمۃً من ربک کہ تیرے رب کی رحمت کے خزانے بھرے ہوئے ہیں۔ اور اگر ذو رحمۃ کے معنے دو کے ہی کرتے ہو تو احمد اور

محمد کر لو۔ موسیٰ کی شریعت ہمارے کس کام کی۔

خان بہادر صاحب افسوس افسوس کہکر کھڑے ہو گئے۔ اور فرمانے لگے سر پیٹ لینے، بال نوچ لینے، کپڑے پھاڑ دینے کو جی چاہتا ہے۔ کس قدر صاف اور صریح اور معقول میر صاحب کی تقریر ہے۔ ارے ظالم تم لوگوں کو ایک مولوی بھی ایسا نہیں مل سکتا۔ جو ان مرزائی کا مسکت جواب ہو سکے۔ ہائے افسوس۔ ہماری طرف سے جو بات ہوتی ہے پوچ، لچر، کمزور۔ اور اس مرزائی کی جو بات ہوتی ہے وہ مضبوط بلکہ ہر سوال کے جواب میں ظالم ایک چٹان اٹھا کر ایسی رکھ دیتا ہے جو کسی طرح ہلائے نہیں ہل سکتی۔ اللہ اللہ۔ کیا دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ سے بات کرتا ہے۔ کس قدر معقول اور دل میں نشتر کی طرح اس کی بات اترتی چلی جاتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ کیا آپ کو اپنی کمزوری تقریر کا اندازہ نہیں ہوتا۔ بس بھائی اس تقریر کو ختم کرو۔ ہمارے عقیدوں کے اندر کچھ بھی جان نہیں۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہتے ہوئے چلنے لگے۔ میں نے کہا قبلہ اب سلسلہ گفتگو کو بند کر دیا جاتا ہے۔ کھانا تو کھا لیجئے۔ خان بہادر صاحب نے فرمایا صرف اس شرط پر یہاں کھانا کھاؤنگا کہ ایک لفظ بھی اس کے بعد مرزائیت کے متعلق تقریر کر کے مجھے شرمندہ نہ کیا جائے۔ مجھے شرم آتی ہے۔ ان کمزور تقریروں پر مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا میرے کپڑے اتر اتر کر گر رہے ہیں۔ اور میں ننگا ہوا جاتا ہوں۔

مولوی محبوب عالم صاحب ہنسکر بولے انسان ننگا ہی پیدا ہوا ہے۔ سشن جج صاحب ہنسکر بولے۔ ہاں جی بقول شخصے یا بچیا تیرا ایہی سرا

واقعی ایسے موقع پر تو انسان کو چکنا گھڑا ہی ہو جانا چاہیئے۔ اتنے میں دسترخوان بچھ گیا۔ اور ایک ملازم نے ہاتھ دھلوانے شروع کئے۔ دوسرے نے کھانا رکھنا شروع کیا۔ نہایت خاموشی کے ساتھ کھانا کھا کر اور رخصت ہو کر سب لوگ چلے گئے۔ کیونکہ خان بہادر صاحب کی سب کو خوشامد تھی۔ وزیر اعظم تھے۔ ہر شخص کی کچھ نہ کچھ امیدیں اُن سے وابستہ تھیں۔ اس لئے یہ کسی کی جرأت نہ ہوئی کہ اُنکی مرضی کے خلاف کوئی بات کرتے۔

میں بھی اوپر چلا گیا۔ یہ چاروں باپ بیٹے اوّل تو آپس میں کچھ باتیں کرتے رہے جو میں نے نہیں سنیں۔ اس کے بعد بیگم کو انھوں نے بلایا۔ پندرہ منٹ تک اُن سے باتیں کرنے کے بعد مجھے بلایا کہ ہم ایک بات کہتے ہیں اور اس اُمید پر کہتے ہیں کہ تم سعید الفطرت ہو۔ صادق القول ہو۔ جو وعدہ کروگے اُسے پورا کروگے۔ میں نے کہا جی ہاں وعدہ کرتا ہوں کہ جو وعدہ کروں گا اُسے پورا کرونگا۔ خان بہادر صاحب فرمانے لگے ہم چند روز تک کسی قابل مولوی کو تلاش کرکے اگر تمھیں ہم بلائیں تو تمھیں آنے میں تو کوئی عذر نہ ہوگا۔ ہم حلفیہ وعدہ کرتے ہیں کہ تم سے کوئی دھوکہ نہیں کرینگے۔ میں نے کہا آپ دھوکہ بھی کرینگے تو مجھے اس کی کیا پرواہ ہے۔ ہنسکر بولا ؎

زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ مر جائینگے
کہا راستے روک دیتے میری قضا کے تم نے؟

مگر میں بیگم کو ہمراہ نہیں لاؤنگا۔ خان بہادر صاحب فرمانے لگے ہاں اُن کو نہ لانا۔ خود آجانا اور ضرورت محسوس کرو تو دو چار آدمی بھی ہمراہ

لانے میں کوئی حرج نہیں۔ میری آج ایسی حالت ہوگئی ہے کہ گویا خدانہ کرے میرے ہاں کوئی عظیم الشان حادثہ ہوگیا ہے۔ یا تو میں بھی علانیہ مرزائی ہوجاؤنگا یا تمھیں اپنے ساتھ کرلوں گا۔ ایمان کا تعلق دل سے ہوتا ہے نہ کہ جسم سے جسٹس جج صاحب فرمانے لگے اور تادفتیکہ ہمارے اور تمھارے درمیان کوئی فیصلہ نہ ہوجائے تم ہمارے خلاف کوئی کارروائی بھی نہ کروگے۔ میں نے کہا صرف ڈیفنس کی صورت میں کرونگا۔ اگر آپکے مقدمات کی عدالت میں پیشی ہوئی تو جوابدہی کرنی ہی پڑیگی۔ خان بہادر صاحب فرمانے لگے نہیں میں اس مثل کو داخل دفتر کرانے والا ہوں۔ جاؤ اسی وقت افسر مال صاحب کو بلالاؤ۔ ان کا ان کا بھی میں ملاپ کرادیں۔ وہ شہر کا بڑا افسر ہے۔ ملاقات کام آہی جاتی ہے تمھارے کام نہیں تمھارے یار دوستوں واقفوں کو ان سے فائدہ پہنچیگا۔

کچھ دیر کے بعد افسر مال صاحب آگئے۔ اور انہوں نے کہا عدم پیروی میں خارج کردونگا۔ خان بہادر صاحب نے کہا یہ ٹھیک ہے۔ دوسرے دن خان بہادر صاحب فرمانے لگے دراصل ان مولویوں کو بات کرنے کا سلیقہ نہیں۔ میں نے کہا اگر ان مولویوں کو سلیقہ نہیں تو اب اس کا آخری علاج یہ ہے کہ اب آپ استخارہ کیجئے خان بہادر صاحب فرمانے لگے کہ میں متعدد مرتبہ استخارہ کرچکا ہوں۔ اور جب استخارہ کرتا ہوں تو اس قسم کے خواب آتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ احمدی حق پر ہیں۔ اس لئے میں نے تنگ آکر استخارہ کرنا چھوڑ دیا۔ میں نے ہنسکر کہا کہ نعوذ باللہ مولویوں کی طرح اللہ تعالیٰ کو بھی سلیقہ نہیں۔ خان بہادر صاحب کھسیانے ہوکر فرمانے لگے میں آج جاتا ہوں

وہاں جاکر آپ کو بلاؤنگا۔ خان بہادر صاحب کے چلے جانے کے بعد ایک نامعلوم شخص کا ریاست سے میرے پاس خط آیا :-

مکرمی میر صاحب !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مجھے آپ سے محض لوجہ اللہ ہمدردی ہے اور میں آپ کو مطلع کرتا ہوں کہ آج رات تخلیہ میں ہز ہائی نس نے وزیر اعظم صاحب یعنی آپ کے خان بہادر حسن صاحب سے دریافت کیا کہ کیا بات تھی جو لاہور میں اتنے دن تک معہ اپنے تینوں صاحبزادوں کے رہے۔ تو خان بہادر صاحب بولے کہ سرکار کیا عرض کروں۔ غلطی سے ایک مرزائی کو داماد بنا کر مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔ بقول شخصے کہ سانپ نے چوہا سمجھ کر چھچھوندر پکڑ لی ہے۔ اب وہ اگلتا ہے تو کوڑھی اور نگلتا ہے تو کلنکی۔ ایک آفت میں پھنس گیا ہوں۔ اب سرکار والا شان کے مشورے سے یہ طے ہوا کہ آپ کو یہاں بلا لیا جائے۔ آپ کی بیحد خاطر مدارات کی جائے۔ اور آپ کو کسی بہانہ سے قتل کر دیا جائے۔ اور کہدیا جائے کہ غلطی سے پستول چل گیا یا بندوق چل گئی۔ ایسا بھیدہ مشورہ ہو کر پروگرام بنا ہے کہ آپ یہاں سے زندہ واپس نہ جاسکیں۔ میں نے از راہ خیر خواہی آپ کو ان ظالموں کے مشورے سے مطلع کر دیا ہے۔ تخلیہ میں پروگرام بنا ہے۔ میں نے خفیہ چھپکر یہ تھوڑی سی باتیں سنی ہیں۔ مکمل پروگرام کا مجھے علم نہیں۔ محض اللہ کے لئے آپ کو اطلاع دے رہا ہوں۔ آپ کا جی چاہے مانیں یا نہ مانیں۔

خاکسار

ایک واقف کار

اور آپ کا سچا خیر خواہ

یہ خط میں نے بخنہ بیگم کو دکھا دیا۔ وہ کہنے لگیں ہرگز مت جانا۔ میں کہنے لگا بیگم اگلی دفعہ بھی میں قتل سے نہیں ڈرا تھا بلکہ تمھاری محبت کی وجہ سے میں بھیس بدل کر تمھیں لینے گیا تھا۔ اور اگر اسوقت قتل ہوتا تو قتل کی وجہ اسوقت بھی صداقت تھی۔ مگر اب اُن پر اتمامِ حجت اور تبلیغ بلیغ ہو چکی ہے۔ ایسی حالت میں، میں اپنے گناہوں کا کفارہ ہی شہادت تصور کرتا ہوں۔ خدا کی راہ میں ایسی ہزاروں لاکھوں جانوں کو قربان کرنا اپنے واسطے باعثِ نجات سمجھتا ہوں۔ میں جاؤنگا۔ ضرور جاؤنگا۔ آنکھوں سے چل کر جاؤنگا۔ بیگم خاموش ہو کر رونے لگیں۔

تیسرے روز میرے پاس خسر صاحب کا خط آیا جس کا یہ مضمون تھا۔

عزیز از جانِ من سلمہٗ

بعد دعائے درازیِ عمر کے مطالعہ کرو کہ آج اتفاقاً ہز ہائی نس سے تمھارا ذکر آ گیا اور میں نے تمام واقعات لفظ بلفظ سنا دیئے تو ہز ہائینس کو بھی بے حد دلچسپی ہو گئی ہے۔ اب تمھاری گفتگو خود اعلیحضرت بندگانِ عالی حضور پرنور ہز ہائی نس دام اقبالہ کے سامنے ہوگی اور آپ کو بھی تبلیغ کا ایک عمدہ موقع ملیگا۔ اس لئے ہز ہائی نس نے چار بڑے بڑے معرکۃ الآرا مولویوں کو بلایا ہے اس لئے آپ کو بھی اجازت ہے تین چار مولویوں کو آپ بھی اپنے ہمراہ لے آویں۔ جو اصحاب آپ کے ہمراہ آئینگے ان کو بھی سو روپیہ روزانہ پلینگ اور شاہی مہمان ہونگے۔ کھانا، سواری وغیرہ تمام انتظامات ریاست کی طرف سے ہونگے اسلئے اپنے آنے کی تاریخ سے مطلع کرو تاکہ اسی تاریخ پر ان چاروں مولویوں کو بھی دعوت دیجائے۔ برخورداری کو میری طرف سے اور سب گھر والوں کی طرف سے ماوجب۔ فقط عبدالعزیز عفی عنہ

میں نے یہ خط پڑھ کر بیگم کو دیا اور بیگم نے کہا ہرگز میں تمہیں جانے نہیں دونگی۔ میں نے کہا بیگم اتنے بڑے آدمی کو تبلیغ کا موقع ملتا ہے اس لئے میں جان کی پرواہ نہیں کرونگا۔ جس طرح صاحبزادہ عبداللطیف نے اپنے خون کی روشنائی سے کابل کی سنگلاخ زمین میں اشتہار تبلیغ رسالت شائع کیا تھا اسی طرح مجھے بھی اس فخر، عزت، شرف اور شہادت کو حاصل کرنے دو۔ خدا کی راہ میں جانے سے نہیں روکا کرتے۔ اس زمانہ میں یہی جہاد ہے اور جہاد ہی سب سے بڑی عبادت ہے۔ بیگم خاموش ہوگئیں۔ میں خط لکھنے بیٹھا۔ بیگم نے میرے ہاتھ سے قلم چھین لیا کہ کل خط لکھنا۔ ایسی کیا جلدی ہے ذرا غور کرلو۔ استخارہ کرلو۔ میں نے کہا در کارِ خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست۔ بیگم بولیں مگر ایسی جلدی کیا ہے کہ ابھی لکھا جائے۔ میں نے کہا ؎

کیا خوب یہ مصرع ہے دیوانِ ازل میں
تعجیل نہیں خوب۔ مگر نیک عمل میں

بیگم نے کہا خیر ابھی تو میں نہ لکھنے دونگی۔ میں خاموش ہوگیا۔ مگر میرے خیالات برابر اسی پر غور کرتے رہے۔ دو تین روز کے بعد پھر خسر صاحب کا خط آیا۔ اور جواب کی تاکید کی تھی۔ میں نے تاریخ مقرر کی اور خدا کا نام لے کر میں تن تنہا ہی چلا گیا۔ ہز ہائی نس کا پرائیوٹ سکریٹری مجھے اگر رات کو شاہی محل میں لے گیا۔ اور ان چاروں مولوی اور مجھ سے باقاعدہ حلف لیا گیا کہ اس مجلس کا ذکر کسی جگہ نہ کیا جائے گا۔ اس کے بعد ہز ہائی نس نے ان میں کے سب سے بڑے مولوی صاحب سے فرمایا کہ اب آپ مباحثہ شروع کیجئے۔ وہ بولے فرمائیے کس موضوع پر ہوگا؟ میں نے کہا وفاتِ مسیح پر۔ وہ مولوی صاحب فرمانے لگے میں وفاتِ مسیح پر مباحثہ

نہیں کرونگا۔ یہ میرا پامال شدہ مسئلہ ہے۔ میں نے کہا احمدیت کی جڑ بنیاد وفاتِ مسیح ہے۔ وہ مولوی صاحب فرمانے لگے کہ ہزاروں مباحثے اس موضوع پر ہو چکے ہیں اور کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ میں نے کہا نتیجہ کیوں نہیں نکلتا۔ یہ ہزاروں احمدی جو ہر روز تمہارے ہاں سے ہمارے ہاں آکر مل جاتے ہیں وہ وفاتِ مسیح کے مباحثے کا ہی نتیجہ ہوتے ہیں میں نے ہز ہائی نس کو مخاطب کر کے عرض کیا کہ یور ہائی نس۔ ان کو وفاتِ مسیح پر مباحثہ فرمانے کے واسطے فرمایئے۔ ہز ہائی نس نے فرمایا کہ میں اپنی تسلی اور تشفی اور اطمینان کے لئے خود اس مسئلہ کو سمجھنے کیلئے مباحثہ کرانا چاہتا ہوں۔ آپ کو اس سے کیا غرض کہ کوئی نتیجہ نکلے یا نہ نکلے آپ مباحثہ کیجئے۔ وہ دوسرے مولوی صاحبان بھی ان بڑے مولوی صاحب کو مجبور کرنے لگے کہ وہ مولوی صاحب ان دوسرے مولوی صاحبان کو مخاطب کر کے کہنے لگے کہ تمہارا تو یہ مطلب ہے کہ اس دربار میں پہلے ہی دن ذلیل ہو جاؤں۔ آپ مجھے مجبور کرنے کی بجائے خود کیوں اس موضوع پر مباحثہ نہیں کرتے؟ میں ہنسکر بولا کہ حضور والا دام اقبالکم مولوی صاحب نے دوسرے لفظوں میں بتا دیا کہ وفات مسیح ایسا مسئلہ ہے کہ اگر میں وفاتِ مسیح پر مباحثہ کرونگا تو ہار جاؤنگا۔ اور میرے ہار جانے سے مجھے ذلت ہوگی اس لئے یہ تو طے شدہ اور فیصلہ شدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ چوتھے آسمان پر نہیں بلکہ وہ وفات پا گئے ہیں۔ اور اگر مولوی صاحب نے مباحثہ شروع کیا تو مولوی صاحب دو ہزار برس کے مُردے کو زندہ ثابت نہیں کر سکینگے اور خواہ مخواہ انھیں پہلے ہی روز ذلیل کرنے سے کیا فائدہ۔ علاوہ ازیں یور ہائی نس خود غور فرمائیں کہ جس شخص کو دو ہزار برس گذر چکے اس کی زندگی اور موت

کے متعلق آج ہم لوگوں کا بحث کرنا کسی طرح بھی قرین عقل نہیں۔ جو پیدا ہوا مریگا۔ ساری دُنیا مرتی آئی۔ اگر حضرت عیسیٰ بھی مرگئے تو کون سا غضب ہوگیا حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں لوکان موسیٰ وعیسیٰ حیتین لما وسعھما الا اتباعی۔ اگر موسیٰ اور عیسیٰ زندہ ہوتے تو انھیں اسکے بغیر چارہ نہ ہوتا کہ وہ میری اتباع کرتے۔ جلدی سے ایک مولوی صاحب بول پڑے کہ حضرت رسول کریم کا اس حدیث سے یہ مطلب ہے کہ حضرت عیسیٰ اور موسیٰ زمین پر اگر موجود ہوتے تو وہ بھی میری اتباع کرتے۔ زندہ اور مُردے کا کوئی ذکر نہیں۔ دوسرے مولوی صاحب بولے کہ نہیں جی خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَمَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ نہ وہ قتل ہوئے نہ صلیب پر مرے۔ تیسرے مولوی صاحب بولے یوں کیوں نہیں کہتے کہ بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ حضرت عیسیٰ کو اللہ نے آسمان پر اُٹھا لیا۔ وہ بڑے مولوی صاحب بولے کہ اِس قصہ کو چھیڑنے سے فائدہ ہی کیا ہے۔ میں نے کہا میری دلیل کو توڑنے کے لئے پہلے مولوی صاحب نے جو بات کہی وہ دوسرے مولوی صاحب کے نزدیک جواب صحیح نہ تھا اس لئے دوسرے مولوی صاحب نے دوسری دلیل پیش کی اور تیسرے مولوی صاحب کے نزدیک دوسرے مولوی صاحب کا جواب بھی تسلی بخش نہ تھا اس لئے انھوں نے تیسری دلیل پیش کی اور پھر تینوں مولوی صاحب ان تینوں جوابوں کو قابل اطمینان نہ سمجھے اسلئے انھوں نے تینوں کے جواب کو رد کر دیا۔ اور فرمایا کہ اس سوال کو کسی طرح بھی توڑا نہیں جا سکتا۔ لہٰذا جس طرح میں اس موضوع پر تقریر کرنے کے لئے تیار نہیں تم بھی مت بولو۔ ورنہ اُن کی طرح پہلے ہی دن

ذلیل ہو جاؤ گے۔ اب تو یورپین لوگ نے اُن کی کمزوری عقیدہ کا اندازہ فرمالیا۔ کہ یہ مسئلہ طے شدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یقیناً فوت ہو گئے۔ ہز ہائی نس نہایت ہی رنجیدہ ہو کر خان بہادر صاحب سے مخاطب ہو کر بولے واقعی خان بہادر صاحب اِس مسئلہ میں تو جان نہیں۔ اِن مولوی صاحبان کے چہرے پر افسردگی اور پژمردگی دیکھ رہا ہوں۔ ان لوگوں کے رعب کے مارے ہونٹ خشک ہوئے جارہے ہیں اور بار بار ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہیں۔ اور آپ کے داماد صاحب کے چہرے پر مسرت اور فاتحانہ شادمانی مجھے نظر آتی ہے۔ خان بہادر صاحب فرمانے لگے کہ حضور میں اُس روز عرض کر چکا ہوں کہ میرا بیٹا جو سشن جج ہے میر صاحب کی تقریر سن کر دو ہزار روپیہ انعام مقرر کرکے جسٹس راٹیگین ہائی کورٹ سے وفاتِ مسیح پر فیصلہ کرانے پر اعتماد رکھتا ہے۔

وہ بڑے مولوی صاحب فرمانے لگے حضور فرض کر لیجئے اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت ہو گئی تو میرزا جی اس سے کیونکر اپنی نبوت اور رسالت ثابت کر سکتے ہیں۔ یہ جھگڑے صداقتِ مرزا پر گفتگو اور مباحثہ کریں۔ میں نے کہا یورپین لوگ میں ہر موضوع پر تقریر کرنے اور سننے کے واسطے تیار ہوں۔ مگر خدا کے لئے ان لوگوں کو منع فرما دیجئے کہ میرے جذبات کو مجروح نہ کریں۔ تمیز سے گفتگو کریں۔ ان کو مرزا صاحب کہنا چاہیئے۔ ہز ہائی نس نے فرمایا آپ اطمینان رکھیں کہ جو شخص بھی تہذیب کے خلاف گفتگو کریگا میں اُسے دربار سے نکلوا دونگا۔ آپ میرے وزیر اعظم کے داماد ہیں تو میرے داماد ہیں۔ میرے

مہمان ہیں۔ میرے لئے ہر طرح قابلِ احترام ہیں۔ مجھے آپ کا ہر طرح پاسِ خاطر ہے۔ میں نے بہت بہت شکریہ ادا کر کے عرض کیا بہت بہتر۔ مجھے منظور ہے۔ حضور کا جس موضوع پر بھی چاہے مباحثہ کرا لیجئے وہی مولوی صاحب بولے بس مرزا صاحب کی صداقت پر گفتگو ہوگی خان بہادر صاحب فرمانے لگے کہ میر صاحب آپ نے لاہور میں بھی صداقتِ مرزا صاحب پر گفتگو کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اب آپ اس سے انکار نہ کیجئے اور اسی موضوع پر تقریر ہونے دیجئے۔ میں نے کہا مجھے منظور ہے اور یہ کہکر میں کھڑا ہوگیا اور میں نے کہا یورپین نس اور معزز سامعین! میں بحمد اللہ مسلمان ہوں اور میرا ایمان ہے جیسا کہ موجودہ تمام سامعین اور معزز حاضرین کا ایک لاکھ بیس ہزار نبیوں پر ایمان ہے۔ حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ کوئی نیا دعویٰ نہیں جو کسی نئے معیار کی ضرورت ہو۔ وہی معیارِ نبوت جس پر ہم نے اور آپ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کو پرکھا ہے اسی پر حضرت مرزا صاحب کی نبوت اور دعویٰ کو پرکھا جائے گا۔ لہٰذا میں کوئی ایسی بات پیش نہیں کرونگا کہ جس کے سمجھنے کے واسطے آپ کو دقت پیش آئے۔ بلکہ آپ لوگ اپنی ترازو اپنے کانٹے اپنے باٹ اپنے اوزان اور اپنے پیمانے اور اپنے اسکیل اور اپنے معیار اور تولنے ماشے لے آؤ اور حضرت مرزا صاحب کی نبوت کو تول لو اور وزن کرلو اور اپنی کسوٹی پر گھس لو اور پرکھ لو۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ہم جو باٹ اور ترازو دیں اسی تولو۔ ہم نہیں کہتے کہ ہمارے پیمانے اور اوزان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت پرکھنے کے واسطے استعمال کرو۔ خدا کے لئے غور کرو

کہ ہماری بات کتنی وزن دار ہے۔ ہم عیسائیوں کو چیلنج کرتے ہیں کہ
کہ تم نے جن معیار اور کسوٹیوں پر حضرت عیسیٰ کو پرکھ کر مانا ہے اُسی معیار
سے حضرت مرزا صاحب کو بھی پرکھ لو۔ ہم یہود کو بار بار یہی چیلنج کرتے
ہیں کہ حضرت موسیٰ کو تم نے جس اسکیل پہ پرکھ کر سچا مانا ہے وہی تم
حضرت مرزا صاحب کی صداقت کے واسطے بھی استعمال کرو۔ یہ ہی بات
ہم سناتنی اور آریوں کو کہتے ہیں کہ تم نے جس صداقت پرسی کرشن جی
اور سری رامچندر جی کو پرکھا وہی پرانا معیار حضرت مرزا صاحب کی صداقت
کے پرکھنے کو لے آؤ۔ جونسا معیار بدھ مذہب کے ماننے والوں نے جناب
بدھ کے صادق ماننے کے واسطے استعمال کیا ہے اسی پر تم حضرت مرزا
صاحب کو پرکھ لو۔ اسی طرح ہم پارسیوں کو چیلنج کرتے ہیں کہ تم نے جس
معیار پر جناب زردشت کو سچا مانا ہے وہی معیار حضرت مرزا صاحب کی
صداقت تسلیم کرنے میں کام دے گا۔ وہی گز وہی فیتے اس کام میں بھی
تمھارے کام آجائینگے اور یہ ہی بات تمام مسلمانوں کو کہتا ہوں کہ ترازو تمھاری
باٹ تمھارے اور مال ہمارا ہے۔ آؤ اور تول لو۔ وزن کرلو۔ اگر پھر تمھارے
ترازو اور باٹ تمھیں دھوکہ دیں تو اسمیں ہمارا کیا قصور ہے۔

حضرات وہ معیار کوئی مشکل نہیں کہ جس کے واسطے کوئی شخص یہ کہہ سکے
کہ میں تو پڑھا لکھا نہیں یا میں نے تو قرآن اور حدیث اور تفاسیر نہیں پڑھیں
لہذا کسی مولوی سے دریافت کروں تو معلوم ہوگا۔ نہیں جناب ہرگز نہیں
نہ کسی مولوی سے دریافت کرنے کی ضرورت ہے نہ کسی مجتہد سے نہ محدث سے
نہ مفسر سے۔ بلکہ وہ اس قدر آسان ہے جسکو ہر شخص زمیندار، تاجر وکیل،
کسان، مزدور، لوہار، بڑھئی، کھٹ بنا اور موچی تک سمجھ سکتا ہے۔ کیونکہ وہ

معیار نبی اُمّی نے بتایا ہے۔ اَن پڑھ نبی نے بتایا ہے۔ اَن پڑھ مُلک کے رہنے والے نے اَن پڑھ مُلک کے رہنے والوں کو بتایا ہے کہ یعرفونہٗ کما یعرفون ابناءھم کہ وہ لوگ انبیاء کو اور اُن کی کتابوں کو اِس طرح پہچانتے ہیں کہ جس طرح وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ آپ نے دیکھا کہ کس قدر آسان طریقہ بتا دیا کہ نبی کی پہچان اس قدر آسان ہے کہ جسقدر اپنی اولاد کو پہچان لینا۔

اب فرمایئے کیا چمار کے ہاں بیٹا نہیں ہوتا یا کھٹ بُنے کے ہاں بیٹا نہیں ہوتا یا بڑھئی کے ہاں نہیں ہوتا یا لوہار کے ہاں نہیں ہوتا۔ بیٹا تو ہر ایک کے ہاں ہوتا ہے۔ تو کیا جب کسی کے ہاں بیٹا ہوتا ہے تو وہ بیٹے ہونے کے وقت کسی مولوی پنڈت یا پادری کو بُلا کر لاتا ہے کہ بھائی ذرا دیکھیے اور قرآن مجید یا حدیث شریف اور لٹاسیر کو پڑھ کر بتا کہ یہ میرا ہی بیٹا ہے یا میری بیوی نے اور کسی سے ناجائز تعلق پیدا کر کے بیٹا حاصل کیا ہے۔ خدا کے لئے غور کرو کہیں بھی یہ دستور ہے بلکہ ہر شخص اپنی بیوی کی نیک چلنی اور اُس کی وفاداری اور اُس کی عصمت کو دیکھتے ہوئے اِس امر کا یقین کر لیتا ہے کہ ہاں یہ میرا بیٹا ہے۔ اِس کے دو پہلو ہیں اوّل ماں کی پاکدامنی۔ جس طرح انبیاء کے واسطے فرمایا کہ فقد لبثت فیکم عمرًا من قبلہ افلا تعقلون کہ اِس نبوت کے مدعی کی پہلی زندگی دیکھو کہ کیا یہ پہلے جھوٹ بولا کرتا تھا۔ زانی تھا۔ عیاش تھا۔ مکار تھا۔ فریبی تھا۔ روزہ نہیں رکھتا تھا۔ نماز نہیں پڑھتا تھا۔ صدقہ خیرات نہیں کیا کرتا تھا۔ آوارہ اور اوباش اور بدمعاش لوگوں میں اٹھا بیٹھا کرتا تھا۔ ڈاکوؤں، چوروں قاتلوں، راہ زنوں کے گروہ میں شامل تھا۔ گالیاں بکا کرتا تھا؟ اگر معلوم ہو

کہ نہیں۔ اسکی پہلی زندگی تو بڑی پاکیزہ گذری ہے تو بھلا یہ کس طرح ممکن ہے کہ
اب اس نے جھوٹ اور افترا اللہ تعالیٰ پر باندھ لیا۔ اگر اس نے
اس دعوے سے پہلے کبھی تمھیں کہا ہو کہ میں ضلع کا ڈپٹی کمشنر بنا دیا گیا ہوں
یا اس نے کبھی کہا ہو کہ میں ڈپٹی کلکٹر ہو گیا ہوں یا اس نے کہا ہو کہ میں
تحصیلدار یا نائب تحصیلدار ہو گیا ہوں تو بیشک تمھیں خیال کرنا پڑیگا کہ
پہلے بھی یہ جھوٹ بولا کرتا تھا اور اسی قسم کے دعوے کیا کرتا تھا اور بڑے
بننے کی آرزو میں اسی طرح گپ ہانکا کرتا تھا۔ ایکدفعہ اسی طرح جھوٹ موٹ
اس نے نائب تحصیلدار بن کر کسی زمیندار سے لگان کا روپیہ وصول کر کے
مزا پائی اور جیل کی ہوا کھانے کے بعد اس نے حکومت پر جھوٹ باندھ کر
اب خدا پر جھوٹ باندھنا شروع کر دیا ہے، تو بیشک تمھیں حق ہے کہ تم
اب بھی اسپر اعتماد نہ کرو۔ اور اگر واقعی اس نے اس نبوت کے دعوے
سے قبل ہمیشہ راستبازوں کی سی پاکیزہ زندگی گذاری تو اب تمھیں اس کی
بات پر اعتماد کرنا چاہیئے۔ کیونکہ بندوں پر بھی تہمت باندھنے کی جسکو عادت
نہیں وہ خدا پر کس طرح افترا باندھ سکتا ہے۔

پس جس طرح تم نے اپنی بیوی کی پاکدامنی دیکھکر اپنے بچے کو پہچان
لیا اور دنیا بھر کی مخالفت کی پروا نہ کی تم قبول کر رہے ہو۔ تم خوشی سے بچے کو نہیں
سلاتے۔ جب آپ کا بچہ بیمار ہوتا ہے تو تم بھاگے ہوئے حکیم اور ڈاکٹر
کے پاس جاتے ہو۔ اسکو تعلیم دیتے ہو۔ ختنہ کرتے ہو۔ شادی کرتے ہو۔
کیونکہ وہ تمھارا بیٹا ہے۔ حالانکہ اس کے بیٹا ہونے کی تصدیق نہ تمھارے
مولوی نے کی نہ امام مسجد نے نہ قرآن کی کوئی آیت اس کی صداقت میں
آپ نے سنی نہ حدیث کھول کر پڑھی۔ محض اپنی بیوی کی نو دس ماہ کی

صحبت میں آپ نے اس کی باتیں سن کر اس کی حرکات سکنات کی نگرانی کرنے پر آپ کو یہ حسن ظنی کرنی پڑی کہ میرا بیٹا ہے۔ میری جائداد کا وارث ہے۔ میرا نام لیوا ہے۔ میرا قوت بازو میرا لخت جگر میرا نور نظر میرے کلیجہ کی ٹھنڈک ہے۔ اسی حسن ظنی سے تم اس نبی کو اس کے نبوت کے دعوے سے قبل کی زندگی پر نظر ڈال کر دیکھ بھال کر حسن ظنی سے کام لو۔

دوسری جگہ ایک معیار یہ بھی اللہ تعالیٰ نے پیش کیا ہے کہ اسکی آئندہ زندگی کو بھی دیکھو۔ اس کی تعلیم کو بھی دیکھو کہ وہ کیا چیز پیش کرتا ہے۔ اور کیا تعلیم پیش کرتا ہے۔ یعنی جس طرح اس نے اپنے دعوے سے قبل کوئی ایسی ویسی بات نہیں کہی۔ اسی طرح دعوائے نبوت کے بعد اس نے یہ نہیں کہا کہ تم جھوٹ بولا کرو۔ زنا کیا کرو۔ ماں بہن بیٹی ہمسائی پڑوسن کو حلال سمجھو۔ اس نے یہ تعلیم نہیں دی کہ خدا موجود نہیں۔ یا بتوں کی عبادت کرو یا انبیاء سے انکار کر دو۔ یا ملائکہ اور قیامت کا انکار کر دو۔ روزہ نہ رکھو یا زکوٰۃ نہ دو۔ بلکہ وہ کہتا ہے کہ ہر امر میں دنیا پر دین کو مقدم کرو حضرت رسول کریم کو اپنا آقا اور مولیٰ جانو۔ قرآن شریف کو شریعت اور قانون مانو۔ تمام انبیاء و اولیاء پر ایمان لاؤ۔ حدیث پر اعتقاد رکھو۔ لہٰذا جب اپنے دعوے سے پہلے کوئی ایسی بات نہیں کی اور دعوے کے بعد کوئی بات ایسی نہیں کی تو آخر بتاؤ اس کی مخالفت کی کیا وجہ ہے۔ اگر کوئی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئی تو اس کے سمجھنے کی کوشش کرو۔ یا اگر سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے ہو تو کم از کم خاموش رہو۔ اس نے آخر تمہارے پتھر مارا یا ڈنڈا مارا یا تمہیں گالی دیدی کہ جو اس کے تم اس قدر مخالف ہو گئے ہو اور مخالفت میں جنگل کے درندوں اور افریقہ کے مردم خور وحشیوں کو بھی

مات کر دیا ہے۔ اے خدا کے بندو اگر تم اس پر ایمان نہیں لاتے ہو تو
اس کی اتنی مخالفت کیوں کرتے ہو۔ جس طرح دیگر انبیاء کے مخالفین
دشمنی کرتے تھے تم اپنی مخالفت اور موسیٰ عیسیٰ اور محمد رسول اللہ کے
مخالفوں میں کیا فرق پاتے ہو۔ تمھاری ایڑی چوٹی کا زور لگا کر مخالفت
نیچہ بتا رہی ہے کہ قدیم کفار کی عادت کے مطابق ایک مدعی نبوت کی مخالفت
میں اس زور و شور سے تمھارا اٹھنا مدعی نبوت کی صداقت کی دلیل ہے۔
وہ تمام افعال جو موسیٰ اور عیسیٰ اور محمد رسول اللہ کے مخالفین نے کئے
وہی تم کر رہے ہو۔ انھی واقعات کو دہرا رہے ہو۔ انھیں کے نقش قدم
پہ چل رہے ہو۔ آہ! حضرت ابوبکر کی تم نے پیروی نہ کی بلکہ ابوجہل اور
ابولہب کی تم نے پیروی کی۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ
حدیث کہ لیأتین علیٰ امتی زمان کما اتیٰ علیٰ بنی اسرائیل
حذو النعل بالنعل کہ میری امت پر بھی وہی وقت آئیگا جو بنی اسرائیل پر
آیا۔ کاش موقع ہوتا تو میں بیان کرتا اور تفصیل بتاتا کہ ان لوگوں نے کوئی
ایسی بات نہیں چھوڑی کہ جو یہود نے نہ کی ہو۔ تمام عادتیں وہی اختیار کر لیں جو
یہود نے اختیار کر رکھی تھیں۔ غرضیکہ یہود کی مخالفت اور حضرت مرزا صاحب کی
مخالفت میں سرمو فرق نہیں۔ قرآن اور حدیث میں یہود کا حال پڑھتے ہیں
اور اس پر اظہار افسوس کرتے ہیں۔ مگر اپنی حرکات کو نہیں دیکھتے۔ اپنا یہود سے
موازنہ نہیں کرتے۔ خیر آمدم برسر مطلب۔

دوسرا معیار یہ ہے کہ فرمایا ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا
منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے
جو کچھ پیش کیا ہے کہ یہ مجھے خدا نے کہا ہے اور وہ ہمارا کہا ہوا نہ ہوتا تو ہم اسکو

اپنی سچائی اور راستی اور قدرت کے ہاتھوں سے پکڑ لیتے اور اسکی شہ رگ کاٹ دیتے یعنی قتل کر دیتے۔

اس آیہ مبارکہ پر حضرت امام رازی تفسیر کبیر میں اور حضرت علامہ تفتہ زانی اپنی شرح عقائد نسفی میں اور اسی طرح دیگر مفسرین نے فرمایا کہ یہ معیار ثبوت ہے کہ جھوٹا نبی قتل ہو جاتا ہے۔ اس کو ۲۳ سال کی مہلت نہیں ملتی۔ دعوے کے بعد وہ تباہ و برباد ہو جاتا ہے وقد خاب من افتری وہ اس جھوٹ کی وجہ سے تباہ و برباد اور خائب و خاسر ہو جاتا ہے اور سچا نبی مظفر و منصور ہوتا ہے کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِی کہ میں اور میرے رسول ہی غالب ہوتے ہیں۔ ایک جگہ فرمایا کہ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا کہ نہ صرف میرے رسول کامیاب ہوتے ہیں بلکہ ان کے اوپر جو ایمان لاتے ہیں ان کو بھی اللہ تعالیٰ کامیابی دیتا ہے۔ حضرت موسیٰ کی ایک جلیل القدر بادشاہ نے مخالفت کی۔ پھر ان دونوں میں کون کامیاب ہوا؟ بے زر بے بس بے کس حضرت موسیٰ یا لاکھوں کی تعداد میں فوج رکھنے والا فرعون؟ اسی طرح آج حضرت مرزا صاحب کی مخالفت کرنے والے عیسائی موسائی آریہ سناتنی اہلحدیث حنفی شافعی مالکی حنبلی شیعہ نے حضرت مرزا صاحب کی مخالفت اسی طرح کی جس طرح تمام انبیاء کی مخالفت ان کے زمانہ میں ہوئی۔ مگر کیا احمدیت کا پودا ہوا سیلاب کسی سے رکا؟ ہندوستان سے لے کر مصر مکہ عراق یمن غرضیکہ تمام دنیا نے ان پر کفر کے فتوے لگائے مگر اس فتوے سے کتنے احمدی مرتد ہوئے۔ کتنے احمدیوں نے توبہ کی۔ بلکہ اس فتوے کا یہ نتیجہ ہوا کہ ہزاروں لاکھوں آدمی سلسلہ میں داخل ہوتے چلے گئے۔ اور روز بروز ترقی کی بجائے

ترقی ہوئی ؎

سیکڑوں مت بھلا جس کی مناتے ہوں خیر
پھر وہ میخانہ ترا ساقیا آباد نہ ہو

حضرت مرزا صاحب پر بھی قتل کے مقدمے بنائے گئے۔ احمدیوں کو قتل بھی کیا۔ ان کی بیوی چھین لینا۔ ان کا مال چرا لینا جائز کیا گیا۔ انہی مُردوں کو قبرستانوں سے نکال کر پھینکا گیا۔ اُن کا سقہ بھنگی بند کیا گیا۔ ان کا سوشل بائیکاٹ کیا گیا۔ مگر کسی احمدی نے ان تکالیف کی پرواہ کرتے ہوئے احمدیت کو ترک کیا؟ کس قدر صاف اور واضح معیار ہے کہ انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا فی الحیٰوۃ الدنیا۔

ہز ہائی نس فرمانے لگے کہ جب مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے اور آپ کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ قرآن شریف کامل کتاب ہے اور حضرت رسول کریم کی کامل شریعت ہے۔ پھر ضرورت کیا تھی کسی نبی کی۔ میں نے کہا کہ حضور والا یہ سوال تو ان علمائے کرام سے دریافت کیجئے۔ وہ بڑے مولوی صاحب ہنسکر بولے کہ خوب۔ مدعی سست گواہ چست۔ نبوت کے مدعی بنیں آپ کے پیر و مرشد اور نبوت کی ضرورت ہم بیان کریں۔ ماشاء اللہ کتنا اچھا استدلال ہے۔ میں نے کہا حضرت عیسیٰؑ کے منتظر چودہ سو برس سے آپ بھی تو ہیں۔ اور حضرت امام مہدیؑ کا بھی انتظار ہے کچھ ہے پھر میں نے اگر آپ سے اس ضرورت کو دریافت کیا تو کیا بیجا بات ہے وہ مولوی صاحب فرمانے لگے فرض کر لیجئے اگر ہم حضرت امام مہدیؑ کے منتظر نہیں۔ میں نے کہا کیا آپ کا یہ عقیدہ ہے؟ وہ جلدی سے فرمانے لگے کہ آپ کو معلوم نہیں کہ میں اہلحدیث ہوں اور بخاری اور مسلم نے

اپنی اپنی صحاح میں کہیں بھول کر بھی امام مہدی کا ذکر نہیں کیا۔ میں نے کہا یہ بھی فرمائیے کہ حضرت عیسیٰ کی آمد ثانی کا بھی ذکر کیا ہے یا حضرت عیسیٰ کی آمد کے بھی آپ منکر ہیں؟ مولانا نے فرمایا کہ میں تو امام مہدی کا ذکر کرتا ہوں کہ محض اسواسطے ذکر نہیں کیا کہ اس محفوظ کتاب کی موجودگی میں ان احادیث کے اظہار اور مفسرین کی تفاسیر کے سامنے اب کسی مہدی کی ضرورت نہیں۔ میں نے کہا سمندر موجود ہے۔ دریا موجود ہیں۔ نہریں موجود ہیں۔ تالاب موجود ہیں۔ کنوئیں موجود ہیں۔ نل موجود ہیں۔ پھر اگر ایکسال بارش نہ ہو تو دنیا کیوں چیخ اٹھتی ہے؟ جس طرح اس قرآن شریف احادیث اور تفاسیر کی موجودگی میں بھی حضرت رسول کریم نے فرمایا کہ

ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا کہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد آئیگا جو دین کی تجدید کریگا۔ مولوی صاحب فرمانے لگے احادیث کی پناہ کیوں لیتے ہیں۔ قرآن شریف سے استدلال کیجئے۔ میں نے کہا ابھی آپ اہلحدیث بن رہے تھے۔ اب میں نے حدیث پیش کی تو آپ جلدی سے قرآن شریف کے جزدان میں منہ چھپا کر چکڑالوی بن رہے ہیں۔ خیر مولانا ایک احمدی قرآن اور حدیث دونوں پر ایمان رکھتا ہے۔ قرآن شریف کی آیت بھی سن لیجئے۔ وعد اللہ الذین اٰمنوا وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم یعنی اے مسلمانو! اگر تم نیک عمل کروگے تو ہم نے تمھارے واسطے راستہ بند نہیں کر دیا۔ بلکہ تمھارے واسطے اسی طرح انعامات کے دروازے کھلے ہوئے ہیں کہ جس طرح تم سے پہلے لوگوں کے واسطے دروازے

کھلے ہوئے تھے۔ اور اُن کو ہم نبی اور خلیفہ بناتے تھے۔ اسی طرح ہم تمھیں بھی نبی اور خلیفہ بنائینگے۔ خدا کے خزانوں میں کمی نہیں کہ جس طرح وہ پہلے پہاڑ بناتا تھا اب نہیں بنائیگا۔ یا جس طرح وہ پہلے درخت پیدا کرتا تھا وہ اب درخت نہیں بنائے گا۔ یا جس طرح پہلے سونا چاندی بناتا تھا اب نہیں بنا سکتا یا وہ جس طرح پہلے پانی برساتا تھا۔ اب نہیں برسائیگا یا جسطرح وہ پہلے ولی بناتا تھا اب ولی نہیں بنائیگا۔ کوئی ابراہیم کے سے اعمال کرکے دکھائے اور ابراہیم کی طرح اپنی اولاد کو ذبح کرنے کے واسطے تیار ہو جائے تو اب بھی ابراہیم بنا سکتا ہے۔ اب بھی ابراہیم کے سے اعمال دکھیکر اس کے اندر قدردانی کرنے اور انعامات کی بارش کرنے کا سامان موجود ہے۔ اس کا خزانہ ختم نہیں ہوگیا۔ اس کی کوئی طاقت کوئی قوت زائل نہیں ہوگئی۔ اب بھی اگر کوئی شخص موسیٰ کی طرح قربانیاں کرے تو وہ ان قربانیوں کا قدردان موجود ہے۔ مولوی صاحب جلدی سے بیچ میں بول پڑے کہ اس آیت میں خلیفہ کا لفظ ہے نہ کہ نبی کا۔ آپ اپنے حسنِ صاحب کو غلط معنے کرکے دھوکہ اور مغالطہ دے سکتے ہیں ہمیں نہیں دے سکتے۔ ہم کتابوں کے سمندر ہیں سمندر۔ ہم نے تمھارے مرزا صاحب کو بھی دیکھا ہے۔ مولوی نورالدین صاحب کو بھی دیکھا ہے۔ میں نے کہا۔ بیشک آپ نے سب کو دیکھا۔ مگر اپنی بات کا جواب مجھ سے سنئے۔ قرآن شریف فرماتا ہے کہ انی جاعلٌ فی الارض خلیفہ حضرت آدم علیہ السلام نبی تھے اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے خلیفہ کہا ہے وہ جلدی سے بول پڑے حضرت آدم کی نبوت میں اختلاف ہے۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کے بھائی حضرت ہارون کو بھی خلیفہ

کہا ہے۔ وہ مولوی صاحب بولے اللہ نے حضرت ہارون کو خلیفہ نہیں بلکہ موسیٰ نے کہا ہے کہ میرے بھائی کو میرا خلیفہ بناؤ ہے۔ میں نے کہا دروغگو را تا بخانہ باید رسانید یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض۔ حضرت داؤد صاحب شریعت نبی تھے اُن کو بھی اللہ تعالیٰ نے خلیفہ کہا ہے۔

ہزہائی نس بولے کہ سوال صرف اس قدر ہے کہ جب قرآن شریف محفوظ ہے تو پھر کسی نبی کی کیا ضرورت ہے۔ میں نے کہا نبی آنے کا مقصد صرف شریعت ہی لانا نہیں ہوتا بلکہ اس کے علاوہ بھی اور کام ہوتا ہے۔ ہزہائی نس نے فرمایا کہ میں عقلی دلیل نہیں دریافت کرتا۔ قرآن یا حدیث سے بتایئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے آنے کی کیا ضرورت ہوگی۔ میں نے کہا بہت بہتر۔ سنئے۔ میں عرض کرتا ہوں۔ تفرق امتی علی ثلثۃ وسبعین ملۃ کلھم فی النار الا واحدۃ۔ کہ میری اُمت تہتر فرقوں میں منقسم ہو جائے گی اور وہ سب ناری جہنمی ہونگے سوائے ایک فرقہ کے۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ میری اُمت یہود کے قدم بقدم چلیگی اور اگر یہود میں سے کوئی شخص سوسمار کے سوراخ میں داخل ہوا ہے تو میری امت میں بھی ایسے شخص ہونگے اور اگر کسی یہودی نے اپنی ماں سے زنا کیا ہے تو میری اُمت میں بھی ایسے لوگ پیدا ہو جائینگے۔ میں اسی قدر کہنے پایا تھا کہ خان بہادر صاحب اٹھ کر میرے پاس آئے اور کان میں کہا کہ ہزہائینس کی سب سے چہیتی بیوی ہزہائینس کے برابر والے کمرہ میں پردہ کے پیچھے بیٹھی ہوئی تقریر سن رہی ہیں۔ اور انہی کے اصرار

پر یہ مباحثہ کرایا گیا ہے اس لئے ذرا احتیاط سے بولنا۔ میں نے بہت
اچھا کہکر پھر سلسلہ کلام شروع کیا۔ تو اس حدیث نے مقصد بتایا کہ
حضرت عیسیٰ اور امام مہدی کے آنے کا مقصد یہ ہوگا کہ وہ یہود یکطرح
ہوجانے والے فرقوں کی اصلاح کریں۔ پھر ایک جگہ قرآن شریف میں آیا
ہے وقال الرسول یارب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورا
کہ ایک زمانہ ایسا بھی آنے والا ہے کہ جب قرآن شریف کو لوگ چھوڑ دینگے
آج قرآن شریف چھوڑ دیا گیا ہے۔ پھر حضور نے وھی الجماعۃ یعنی
فرمایا کہ وہ جماعت ہے اور سوائے اہلسنت والجماعت اور کسی فرقہ کے
ساتھ جماعت کا لفظ استعمال نہیں ہوتا۔ اس لئے صرف اہلسنت ہی جنتی ہیں۔
میں نے کہا اور آپ کا امام کون سا ہے۔ وہ فرمانے لگے امام ابو حنیفہ
پہلے کہا پھر اپنے آپ کو حنفی کہے۔ کاش آپ حضرات امام ابو حنیفہ کی بجائے
اگر حضرت رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو امام کہتے تو بہتر ہوتا۔ جماعت
اہلحدیث ہی اپنے نام کے ساتھ جماعت لگاتی ہے اور وہ کسی کی تقلید بھی
نہیں کرتے اور صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی اپنا امام کہتے ہیں ایک
اور حدیث نے اسکو بالکل صاف کر دیا ہے اور وہ حدیث یہ ہے یدالله
علی الجماعۃ۔ لاجماعۃ الا بامارۃ ..... جماعت اور امام کے
آپ کو معنی بھی نہیں معلوم۔ سنئے میں آپ کو بتاؤں۔ ایک گاؤں کی مسجد کا
امام مرجائے اور وہاں سے کوئی صاف ستھرے کپڑے پہنے اور لمبی
ڈاڑھی والا آدمی گذرے جسکو وہ گاؤں والے جانتے بھی نہیں کہ یہ
دھنا ہے یا جولاہا ہے یا تیلی ہے۔ محض اس کی نقہ صورت سے وہ اندازہ
کرکے اسکو کہتے ہیں کہ اجی مولوی صاحب ہماری مسجد کا امام مرگیا ہے تم
ہمارے ہاں نماز پڑھا دیا کرو۔ ہم تمھاری روٹی کپڑے اور ضروریات کے

فیل ہونگے۔ اور وہ شخص راضی ہوکر نماز پڑھانے لگے اور مغرب کی تین رکعتوں کی بجائے وہ چار رکعتیں پڑھائے تو وہ گنوار لوگ نماز میں سبحان اللہ سبحان اللہ کہکر اشارہ کرینگے کہ آپ غلطی کر رہے۔ مگر اُن میں سے ایک شخص بھی نہیں کہیگا کہ مولوی صاحب یا امام صاحب آپ غلطی کر رہے ہیں۔ تیسری رکعت کے بعد اب جلسہ کیجئے اور التحیات پڑھ کر سلام پھیر دیجئے۔ یا کوئی اگر زبان سے نہیں کہتا تو کم از کم اتنا بھی نہیں کریگا کہ امام جو غلطی سے اور واقعی غلطی سے چوتھی رکعت پڑھانے کھڑا ہوگیا تو مقتدی بیٹھ جائے اور التحیات پڑھنے لگے۔ بلکہ وہ سب مقتدی اس اپنے امام کی غلطی کا خود بھی احترام کرینگے۔

اب آپ سمجھے کہ امام یہ تھا کہ جس کی غلطی کی بھی ہر شخص نے پیروی کی اور اُس کا احترام کیا۔ پس امام حضرت ابوبکر صدیق تھے۔ حضرت عمر فاروق تھے۔ حضرت عثمان تھے حضرت علی تھے۔ اور اُن کے بعد ہر صدی کے اوپر امام آیا۔ اور چودھویں صدی کا امام حضرت میرزا صاحب غلام احمد تھے۔ اور اُن کے بعد مولوی نورالدین اور اُن کے بعد حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد کہ جن کے حکم اور ارشاد کے اوپر تمام جماعتِ احمدیہ چلتی ہے۔

جماعت کی یہی تعریف ہے کہ اُس کا کوئی امام ہو اور اس امام کی اس طرح اقتدار کیجائے کہ جس طرح نماز میں مقتدی اپنے امام کی اقتدار کرتا ہے۔ یہ جانتے ہوئے کہ امام غلطی کر رہا ہے مگر امام کی غلطی کا احترام کرتا ہے۔ اگر ایسا امام کسی جماعت کا موجود ہے تو پیش کرو۔

پھر یہی حدیث اور طریق سے بھی آئی ہے۔ جس کے اندر حضورؐ نے اس جنتی فرقہ کے یہ نشان بتائے کہ ما انا علیہ واصحابی۔ کہ جنتی فرقہ

وہ ہوگا کہ جو میرے اور میرے صحابہ کے طرز عمل پر ہوگا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کے قدم بقدم کون چل رہا ہے۔ وہ صرف احمدی ہیں۔ وہ کس طرح؟ اس طرح کہ تبلیغ اسلام حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کا سب سے اہم کام تھا۔ اور تبلیغ اسلام سوائے احمدی جماعت کے اور کوئی نہیں کر رہا۔ وہ کون سا ملک ہے کہ جہاں احمدی جماعت کے باقاعدہ مبلغ موجود نہیں۔ امریکہ۔ جرمنی، فرانس، جاپان، انگلینڈ، اٹلی غرضکہ دنیا بھر میں ہمارے تبلیغی مشن موجود ہیں۔ احمدی جماعت ایک غریب جماعت ہے۔ مگر اس تیرہ سو برس میں کتنی بڑی بڑی اسلامی حکومتیں ہوئیں تاریخ آپکو بتا رہی ہے۔ اور ان حکومتوں کے ہاں جملہ محکمہ جات تھے۔ مگر کیا کسی اسلامی حکومت نے محکمہ فوج اور محکمہ زراعت کی طرح محکمہ تبلیغ بھی رکھا۔ اس زمانے میں نہ سہی آج ہی کوئی جماعت ہمیں ایسی بتا دیجئے کہ اس کے اندر تبلیغ لازمی ہو۔ حضرت رسول کریم کا یہ فرمانا کہ میرے اور میرے اصحاب کے نقش قدم پر چلنے کے وہ معنے کر کے دکھاؤ جو صرف تمہارے اندر مخصوص طور پر وہ علامات اور نشانات ہوں۔ اور تمہارے سوا کسی اور جماعت میں نہ ہوں کیا نماز وہ خصوصی نشان ہے؟ نماز تو ہر فرقہ پڑھتا ہے۔ کیا زکوٰۃ ہے یا حج ہے؟ اور میں دعوے سے کہتا ہوں کہ تبلیغ اسلام ہی وہ مخصوص نشان ہے جو صرف احمدی جماعت کے اندر ہے اور کسی میں نہیں۔ اگر آپ کو نظر نہیں آتا تو ہمارے دشمن آریوں سے پوچھ لو کہ تمہیں مسلمانوں کے کون سے فرقہ نے زیادہ تنگ کر رکھا ہے تو وہ کہیگا کہ احمدیوں نے۔ پھر تم عیسائیوں کے پاس جاؤ کہ تمہیں کس نے زیادہ ستا رکھا ہے تو وہ کہیگا ان قادیانیوں نے۔ پھر

تم یہودیوں کے پاس چلے جاؤ۔ امریکہ میں چلے جاؤ۔ غرضیکہ جس ملک اور جس قوم کے اندر تم جاؤ گے وہ تمہارے سامنے احمدیوں کا ہی نام لیگا۔ پس معلوم ہوا کہ احمدی جماعت ہی وہ حقیقی فرقہ ہے کہ جس کا قرآن شریف نے خصوصی نشان یہ بتایا کہ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف اس نص صریح کی پابند صرف احمدی جماعت ہے جو نام کی جماعت نہیں بلکہ کام کی جماعت ہے اور اُس کا امام بھی زندہ اور اس کا کام بھی زندہ۔ اپنے منہ میاں مٹھو ہر ایک بنتا ہے۔ جس طرح ایک اہلحدیث کہتا ہے کہ میں جنتی ہوں باقی سب دوزخی۔ حنفی کہتے ہیں کہ ہم جنتی ہیں باقی سب دوزخی۔ شیعہ کہتے ہیں کہ ہم جنتی ہیں باقی سب دوزخی۔ غرضیکہ کل حزب بما لدیھم فرحون۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ بہتر فرقوں میں وہ بالکل الگ ایک جماعت ہے۔ اور وہ وہی جماعت ہو سکتی ہے جسکو سب متفقہ طور پر کافر کہتے ہیں۔ مرتد کہتے ہیں اور اپنے آپ سے الگ کہتے ہیں کہ احمدی ہم میں سے نہیں ہیں حنبلی کہتے ہیں ہم میں سے نہیں۔ مالکی کہتے ہیں ہم میں سے نہیں۔ شافعی کہتے ہیں ہم میں سے نہیں۔ شیعہ کہتے ہیں یہ ہم میں سے نہیں۔ اہل قرآن کہتے ہیں یہ ہم میں سے نہیں۔ اہلحدیث پنجاب اہل تحریک میں بہت آگے بڑھا ہوا ہے اور وہ کہہ رہا ہے کہ ان مرزائیوں کو مسلمانوں سے الگ ایک اقلیت بنا دو۔ دیکھو کس زور شور سے گورنمنٹ کے سامنے مطالبہ کیا جاتا رہا۔ سب کہتے ہیں یہ ہم میں سے نہیں۔ تو ظاہر ہے کہ ہم ہم کہنے والے اور ہم کا متفقہ مطالبہ کرنے والے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے والے ہی وہ بہتر فرقے ہیں۔ اور ہم احمدیوں کو انھوں نے اپنے میں سے خود الگ کر

دیا ہے۔ پس احمدی فرقہ ناجیہ ہے اور ہمارے اندر نہ صرف ایک علامت ہے کہ ہم حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے صحابہ کی طرح تبلیغ کی خصوصیت رکھتے ہیں۔ اس ایک حاصل علامت کے علاوہ دوسری علامات بھی ہمارے اندر ہی موجود ہیں کہ جو حضرت رسول کریم اور اُن کے صحابہ میں تھیں۔ مثلاً جس طرح حضرت رسول کریم اور اُن کے صحابہ کو اللہ تعالےٰ سے مکالمہ و مخاطبہ کا شرف حاصل تھا وہ ہمکو بھی ہے اور اسی مکالمہ و مخاطبہ کی وجہ سے ہم کو یہ لوگ کافر کہتے ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک وحی اور الہام کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ مکالمہ و مخاطبہ کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ کشف و الہام کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ نبوت و رسالت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ مگر ہم ان تمام ابواب کے کھلے ہونے کے قائل ہیں۔ وہ خدا کی تمام نعمتوں کو اپنے اوپر حرام قرار دے چکے ہیں وہ نعمت کو لعنت سے بدل چکے۔ یہودیوں کی طرح یَدُ اللّٰہِ مغلولۃ کہہ چکے ہیں۔ پر ہم کہتے ہیں نہیں بل یداہ مبسوطتٰن ینفق کیف یشاء اُس کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں اور نعمت لُٹا رہے ہیں۔ اتستبدلون الذی ھو ادنیٰ بالذی ھو خیر کیا تم اعلیٰ چیز کو ادنیٰ کے ساتھ تبدیل کرنا چاہتے ہو۔ جو نعمت کو لعنت بناتے ہو۔ ہم تو خدا کی ہر نعمت کے طالب اور قدردان ہیں۔ غرضیکہ تمام صلحاء کی خوبیاں علامات اور نشانیاں۔ سعادتیں، بھلائیاں، نیکیاں۔ ہمارے اندر موجود ہیں۔ اسی طرح ہماری دعائیں قبول ہوتی ہیں کہ جس طرح حضرت رسول کریم اور اُن کے صحابہ کی ہوتی تھیں۔ چنانچہ ہمیشہ ہم حضرت رسول کریم اور اُن کے صحابہ کرام کی طرح تمام مخالفین کو مباہلہ کی دعوت

دے کر بلایا کرتے ہیں اور نہ صرف مباہلہ بلکہ ہر موقع پر۔ بلکہ اس موقعہ پر آپ تمام مولوی اور پیر مل کر کسی امر کے واسطے دعا کریں اور میں اس کے خلاف دعا کر کے دکھا دونگا کہ خدا تمہاری مدد نہیں کریگا بلکہ وہ میری مدد کرے گا۔ اسی طرح قرآن شریف کے حقایق اور معارف جس طرح حضرت رسول کریم اور ان کے صحابہ پر کھلتے تھے اسی طرح آج صرف ہمارے اوپر کھلتے ہیں۔ قرآن شریف کسی مقام سے بطور فال کے کھولو اور اسی جگہ زانو بزانو ان چاروں عالموں سے اس مقام کی تفسیر سوا ئیے۔ میں بھی لکھوں۔ پھر حضور ہم سب کی تفسیروں پر قبضہ کریں اور ایک ایک شخص کی تفسیر سنیں تو حضور کو معلوم ہو جائے گا کہ اتنے ہی وقت میں میرے اوپر کس قدر قرآن شریف کے حقایق اور معارف اللہ تعالیٰ کھولتا ہے اور ان کے اوپر کتنے کھولتا ہے۔ حضور کو ابھی ابھی اسی وقت اندازہ ہو سکتا ہے کہ خدا کس کے ساتھ ہے۔ میں بھی یہاں موجود ہوں اور یہ بھی موجود ہیں۔ ابھی امتحان کر لیجئے فوراً اسی وقت فیصلہ ہو سکتا ہے اور نہایت آسانی سے فیصلہ ہو سکتا ہے۔ باوجودیکہ ان لوگوں کا تفسیر و حدیث پڑھنا پڑھانا ہمیشہ اور روزمرہ کا مشغلہ ہے اور میں ایک دکاندار آدمی ہوں۔ مگر بطور کرامت کے اللہ ان کے دلوں میں قبض پیدا کر دیگا۔ اور مجھے انشراح صدر عطا فرمائیگا۔ وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔ اب میں بیٹھتا ہوں اور تمام اصحاب کو موقع دیتا ہوں کہ وہ میرے اوپر اعتراضات کریں تاکہ میں جوابات عرض کروں میرے بیٹھتے ہی وہ چاروں مولوی اکیدم کھڑے ہوئے۔ ہر ہائی

اُس نے اشارہ کر کے ان سب کو بٹھا دیا۔ اور فرمایا اس بے نظیر تقریر کے بعد اور کسی تقریر کے سُننے کے لئے ہم تیار نہیں۔ اعتراضات کا کیا ہے اعتراض کرنے والے تو اللہ پر بھی اعتراض کرتے ہیں اور ہر اچھی بات پر اور معقول بات پر اعتراض کیا جا سکتا ہے۔ میرے قلب پر جو اس لاجواب تقریر کا اثر ہے اُس کو میں زائل کرنا نہیں چاہتا۔ اچھا رخصت کہکر ہز ہائینس تشریف لے گئے۔

صبح کو نو بجے پھر دربار میں بُلایا گیا۔ اور ہز ہائینس نے اُن چاروں مولویوں کو اور مجھے کاغذ قلم دلوا کر فرمایا کہ موت کو ہر وقت یاد رکھنا چاہیئے۔ اس موضوع پر ایک ایک مضمون پانچوں آدمی صرف پانچ منٹ میں لکھیں۔ پانچ منٹ کے بعد سب سے لکھے ہوئے کاغذات ہز ہائی نس نے لے لئے اور خان بہادر کو دیکھکر فرمایا کہ مضمون نویس کا نام بتائے بغیر ان مضامین کو پڑھ کر سُنایئے۔ اور سولہ سامعین سے ہر ایک کے متعلق ووٹ یعنی رائے لیجئے۔ کہ سب سے بہتر کون سا مضمون ہے۔ بڑے مولوی صاحب کا مضمون سنایا گیا جو یہ تھا:۔

"ہر انسان کو کُلُّ نفسٍ ذائقۃ الموت (ہر شخص کو ایکدن موت کا ذائقہ چکھنا ہے) یاد رکھنا چاہیئے کہ جب کوئی شخص موت سے نہیں بچ سکتا تو اُس کو نیکیاں کرنی اور دُنیا سے بھلائی کرنی چاہیئے روزہ نماز حج زکوٰۃ قربانی جو پنج ارکانِ اسلام ہیں کرنے میں سستی اور کاہلی سے کام نہیں لینا چاہیئے۔" دوسرا مضمون

"کُلُّ من علیھا فان کہ جو کچھ دُنیا میں ہے اُس کو فنا ہے اس لئے موت کو یاد رکھنے سے دُنیا کی بے ثباتی کا اندازہ ہوتا ہے اسلئے موت کو یاد رکھنا ضروری بتایا گیا ہے۔" تیسرا مضمون

"جہاں ہر مسلمان کیواسطے یہ حکم ہوا ہے کہ موت کو یاد رکھو اس کے ساتھ ہی یہ حکم ہے کہ موتوا قبل ان تموتوا کہ مرنے سے پہلے انسان اپنے آپ کو مُردہ تصور کرلے تو اُس سے کوئی گناہ کوئی برائی سرزد ہی نہیں ہوسکتی۔" چوتھا مضمون۔

انسان کی پیدائیش کی غرض صرف عبادتِ الٰہی ہے۔ اس لئے اگر انسان اپنی موت کو یاد رکھے تو پھر اس سے بُرائیاں رُک جاتی ہیں یا کم از کم سوتے وقت توفنی مسلماً والحقنی بالصالحین پڑھ لیا کرے تو اسکو موت ضرور یاد رہا کرتی ہے اور وہ نیکیاں کرتا رہا کرتا ہے۔ اسی واسطے حکم ہوا ہے کہ موت کو یاد رکھو۔"

پانچواں مضمون یہ تھا:۔ جس طرح گڑگڑ کہتے رہنے سے منہ میٹھا نہیں ہوسکتا اسی طرح تمام دن موت موت کرتے رہنے سے موت یاد نہیں ہوتی نہ موت کے یاد رکھنے کا یہ مطلب ہے۔ بلکہ موت کو یاد رکھنے کا یہ مقصد ہے کہ انسان یہ خیال رکھے کہ موت کا کوئی وقت نہیں۔ خدا جانے کس وقت آجائے۔ پچھلی عمر جو گذر گئی وہ تو خواب کے مانند تھی۔ آئندہ کے متعلق علم نہیں کہ کب تک زندہ رہونگا۔ نہ بیمار ہونے کی شرط ہے نہ کسی حادثہ کی شرط ہے بلکہ بیٹھے بیٹھے قلب کی حرکت بند ہوتی اور مرگیا۔ ایک جاہل نے بڑی اچھی بات کہی کہ ہمارا نام آدمی اسلئے ہے کہ ہمارا باپ آدم تھا۔ یعنی دم آیا تو آدمی ورنہ لاش ہے۔ اس لئے انسان نماز پڑھنے لگے تو خیال رکھے کہ شاید یہ آخری نماز ہو اور اس کے بعد نماز کا دوبارہ مجھے موقع نہ ملے۔ اس لئے اس نماز کو سنوار کر پڑھ لوں۔ روزہ رکھے تو خیال کرے کہ شاید اس روزہ کے بعد میں زندہ نہ رہوں۔ اس لئے اس روزے کو ہر سانس کو خدا کی یاد میں گذار لوں۔ موت کو یاد رکھنے کا یہ مقصد

ہے کہ انسان یہ خیال کرے کہ میں ایک ایسی کشتی میں سوار ہوں کہ جس کشتی میں سوراخ ہو چکا ہے اور وہ ڈوبنے میں دو چار ہی منٹ کی منتظر ہے۔ اب آپ غور فرمایئے کہ جو شخص ایسی کشتی میں سوار ہو، اُس سے دُنیا بھر کی حسین عورت کہے کہ اب تو ہم دو تین منٹ کے مہمان ہیں آؤ اسوقت تو مجھ سے زنا کر لو۔ یا ایک پیالہ شراب کا پی کر اِن چند لمحوں کو پُر لطف گذار لو۔ تو آپ غور کیجئے کہ کیا ایسا شخص اس موقع پر بُرائی اور گناہ کے واسطے تیار ہو سکتا ہے؟ یا ایک شخص کو معلوم ہو کہ اِس سوراخ میں زہریلا سانپ بیٹھا ہے تو کیا کوئی اِس سوراخ میں ہاتھ ڈالے گا یا کوئی شخص یہ جانتے ہوئے کہ یہ سنکھیا ہے کیا اسکو کھالیگا۔ اسی طرح زہر اور سانپ کی طرح اگر اللہ کی معرفت ہو تو اس سے گناہ نہیں ہو سکتا اور موت اُسکو ہر وقت یاد رہ سکتی ہے۔ ہم مُنہ سے اقرار کرتے ہیں کہ زنا حرام ہے۔ ایمان کو فنا کر دیتا ہے۔ مگر کیا کوئی شخص ایک حسین عورت کی خواہش پر زنا سے انکار کرتا ہے؟ اس کے برعکس زہر کے متعلق لاکھ روپیہ کا بھی لالچ دیا جائے تو وہ کھانے کے واسطے تیار نہیں ہوتا۔ یہ سب عدم معرفت کا نتیجہ یا کامل یقین نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ چونکہ موت کو وہ بھولا ہوا ہے زنا کر لیتا ہے۔ مگر زہر کے ساتھ ہزاروں روپیہ کا لالچ بھی ہے مگر موت سامنے ہے اس لئے زہر نہیں کھاتا۔ فتمنوا الموت ان کنتم صادقین کے ایک نئے معنے آپ کو بتاتا ہوں جو آجتک آپنے کبھی نہیں سُنے ہونگے۔ دراصل اسی آیت کی تفسیر موتوا قبل ان تموتوا ہے۔ اور وہ معنے یہ ہیں کہ اگر تم سچ مچ مومن ہو تو اپنے جیتے جی اپنے اوپر موت وارد کر لو۔ دراصل یہاں موت کے معنے ہر قسم کی قربانیاں ہیں کہ ہر خواہش پر موت وارد کر لو۔ اور دنیا پر

دین کو مقدم کر لو تب تم واقعی مومن ہو جاؤ گے۔ لہٰذا موت کو یاد رکھنے کا یہ مطلب ہے کہ ہر وقت موت کے منتظر رہو

اسی واسطے قرآن شریف میں آتا ہے فلیضحکوا قلیلاً ولیبکوا کثیراً ہنسی میں تضیع میں وقت مت گذارو بلکہ اپنے گناہوں کو یاد کر کے رو رو کر توبہ استغفار کرتے رہو۔ وقت ختم ہوا ورنہ یہ بڑا وسیع مضمون ہے۔

ہز ہائینس نے فرمایا کہ رائے لینا بیکار ہے۔ یہ آخری مضمون واقعی بڑا عجیب ہے۔ کیوں خان بہادر صاحب یہ کس کا مضمون ہے؟ خان بہادر صاحب نے فرمایا کہ میر صاحب کا مضمون ہے

پھر ایکدان سے فرمایا کہ خان بہادر صاحب میں آپ کو فتویٰ دیتا ہوں کہ آپ کا داماد سچا مسلمان ہے۔ اس سے اپنی لڑکی کو طلاق دلوانے کی بجائے اگر جائز ہوتی تو ایک لڑکی اور بیاہ دیجو۔ فقط

معذرت

بالکل ظاہر ہے کہ میں نہ صرف غیر قادیانی بلکہ غیر مسلم بھی ہوں اور مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ میں کتنا بھی اسلامی تمدن اور معاشرت کا نقشہ کھینچنا چاہوں تو شاید مسلمانوں سے بہتر اس موضوع پر نہ لکھ سکوں۔ تاہم جس قدر میرے امکان میں تھا اس کو دلچسپ بنایا ہے۔ ہولی وڈ کے ایک امریکن ایجنٹ نے پانچ ہزار روپے مجھے میری کتاب دورِ مین کے دینا چاہے کہ اس کے اندر سے اگر آپ تبلیغ کو نکال دو تو میں ڈرامہ یا ٹاکی فلم بنا دوں جو میں نے نامنظور کر دیا۔ مگر مجھے یقین ہو گیا کہ میرے افسانہ کا ان بچ پلاٹ ہے اور کوٹ کوٹ کر اس کے اندر ڈرامائک پاور بھری ہوئی ہے اور میری کتاب المسیح کی کرپا سے اس قدر مقبول ہو گی کہ دنیا اس کا چربہ اتارنے کی کوشش کرے گی اور ناکام رہے گی کیونکہ میں نے

سلطان القلم کی مہما کی ہے اور سلطان القلم کی پوتر آتما (مقدس روح) کی غیبی تائید اور تصرف سے کتاب لکھی ہے۔ میرے ہم مذہب ہندو دوست میری اس بات پر بے حد ناخوش ہیں کہ غیر مذہب کی بھلائی پر میرے قلم نے کیوں روانی اور درافشانی کی؟ مگر میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ جس وقت میں نے اس کتاب کو لکھنا شروع کیا تو ع

بادل سے چلے آتے تھے مضمون مرے آگے

باوجودیکہ حالتِ سفر میں میں نے یہ کتاب لکھی۔ اور پھر کاغذ ایسا ردی مجھے ملا کہ جس کے اوپر سیاہی پھیل جاتی تھی مگر دماغ میں مضمون کی اس طرح آمد تھی کہ جس طرح ساون کی جھڑی لگنے کے بعد بند ہونے کا نام نہیں لیتی۔ اسی طرح میرے قلم نے صرف تیس دن میں ان درنا سفتہ کے ڈھیر لگا دیئے۔ اولوں کی طرح میرے سر پر یہ آبدار موتی برسے۔ اس لئے میں تو یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ یہ میرا لکھا ہوا مضمون نہیں بلکہ واللہ یہ آکاش بانی ہے۔ کوئی مانے یا نہ مانے۔ مجھے تو یہ مقولہ کسی کا سچا معلوم ہوتا ہے کہ الشعراء تلامیذ الرحمٰن۔ میرے بعض ہندو بھائی مجھ سے بار بار جھنجھلا جھنجھلا کر یہ سوال کرتے ہیں کہ آخر تمہیں ایسی کتاب لکھنے کی کیا ضرورت پیش آئی تو میں ان کو جواب دیتا ہوں کہ جو سر ولیم میور کو لائف آف محمدؐ لکھنے کی اور پروفیسر برون کو بہائی مذہب اور شیعہ مذہب پر لکھنے کی اور جو ضرورت ایک عیسائی مصنف جرجی زیدان ایڈیٹر الہلال مصر کو پچاسوں اسلامی تمدن پر کتابیں لکھنے کی اور جو ضرورت پنڈت رتن ناتھ پرشاد کو فسانۂ آزاد اور سیر کوہسار میں ٹھیٹ اسلامی تمدن کو لکھنے کی ضرورت ہوئی اور جو ضرورت ہز اکسی لنسی راجہ راجہ یان مہاراجہ سر کرشن پرشاد کو سینکڑوں نعت لکھنے کی اور جس ضرورت سے علامہ ابوالفضل نے شری مدبھاگوت گیتا کا فارسی نظم میں ترجمہ کیا۔ اسی ضرورت کو پیش نظر رکھ کر میں نے ان کتابوں اور مضامین کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ جس کا جی چاہے ناراض ہو جس کا جی چاہے خوش ہو میرا ضمیر میرے اس فعل پر مجھے ملامت نہیں کر رہا بلکہ میرا من اس کاج پر اس قدر خوش ہے کہ میں اس خوشی کو بیان نہیں کر سکتا۔

مجھے اس امر پر خوشی ہوتی ہے کہ سیدھی سادی بات کو میں نے سمجھ لیا اور بڑے عاقلوں کو وہی بات اتنی پیچیدہ نظر آتی ہے کہ وہ اتنی صاف اور موٹی بات کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔ قصہ طویل ہے اور اس شعر پر قصہ ختم کرتا ہوں ؎

اتنی نہ بڑھا پاکیِ دامن کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بندِ قبا دیکھ

بڑے طنز طعن اور تشنیع کے ساتھ میرے ایک دوست نے یہ بھی کہا کہ یہ مسلمان قوم اس قدر خود غرض اور احسان فراموش ناقدر شناس ہے کہ اب ہندوؤں کا دل پھوڑے کی طرح ان کی باتوں سے پک گیا ہے میں نے کہا وہ مسلمانوں کی بات مجھے بھی تو سنائیے۔ تو وہ معزز دوست بولے کہ تم نے دیکھا نہیں کہ ان مسلمانوں کی اردو زبان کو سنوارنے بنانے اور اپنی بھاشا کو تباہ و برباد کرنے میں ہم صدیوں سے لگے رہے مگر اس قوم نے کبھی خندہ پیشانی سے بھول کر بھی ہماری علمی خدمات کا ذکر نہیں کیا جب کبھی ادیبوں کا ذکر کریں گے تو مومن، غالب، ذوق داغ، ضامن، امیر، مونس، انیس، دبیر، شرر، حالی وغیرہ کا ہی یہ ذکر کرتے اور تعریف کرتے ہیں۔ اور کبھی ان کے پھوٹے منہ سے کالیداس ڈاکٹر ٹیگور دیانرائن نگم منشی سری رام مصنف خمخانۂ جاوید، ٹیک چند مصنف بہار عجم، پنڈت رتن ناتھ سرشار چکبست وغیرہ کی تعریف میں کوئی لفظ نہیں نکلتا۔ اس وقت بھی ان کی اُردو کو جو عروج اور عزت ہندو قوم دے رہی ہے مسلمان نہیں دے رہے۔ پرتاب۔ ملاپ۔ تیج وغیرہ وغیرہ اخبارات کی جس قدر عظیم الشان اشاعتیں ہیں ان کے بہتر سے

بہتر اخبار اس قدر کثیر الاشاعت نہیں۔ رائے صاحب گلاب سنگھ اور رائے بہادر نول کشور وغیرہ نے تمام اسلامی لٹریچر حدیث، قرآن، تفاسیر، فقہ، طب منطق۔ غرضیکہ کونسا علم ہے جس کے دریا نہیں بلکہ سمندر ہم ہندوؤں نے نہ بہا دیئے مگر کبھی اس ناشکری قوم نے ہمارا گن نہ مانا۔ تم بھی دیکھ لینا کہ تمہارے شکریہ کے بجائے تم پر ہزاروں اعتراض ہوں گے۔ وٹی کہے گا بوئے کچوری می آید۔ کوئی کہے گا کسی ہندو سے اور کیا امید ہو سکتی تھی۔ اور بڑی سے بڑی تمہاری کسی نے تعریف کی تو کہہ دیں گے کہ نول کشور کی طرح کسی مسلمان سے لکھوا کر اپنے نام سے شائع کر دی ہے۔ انگریز عیسائی۔ یہودی اسلامی معاشرت پر بہتر سے بہتر کتاب لکھ سکتا ہے، مگر ہندو کی قابلیت کا یہ کبھی اعتراف نہیں کرتے۔ میں نے کہا مگر احمدی قوم ایسی قدر شناس اور مُردہ نہیں۔ اور اگر نہ بھی کوئی قدردانی کرے تو میری نیت اور میرا مقصد اس سے بہت بلند ہے۔ وہ میرے دوست بولے کہ آخر میں بھی سنوں کہ آپ کا کیا مقصد ہے۔ میں نے کہا کہ صرف اس قدر کہ ؎

حاتم کا داستانوں میں اب تک ہے تذکرہ
وہ کام کر کہ ناموروں میں نشاں رہے

اب میں ناظرین سے پرارتھنا کرتا ہوں کہ اگر اس کے اندر کوئی غلطی ہے تو اس سے مجھے مطلع فرمادیں تاکہ نئے ایڈیشن میں اسکی اصلاح کر دوں مگر مشورہ دیتے وقت اسکو ڈرامہ افسانہ یا ناول کی نگاہ سے دیکھیئے نہ کہ کسی دھرم پستک (مذہبی کتاب) سمجھکر۔

ضروری نوید:۔ جو صاحب دیگر زبانوں میں اس کا ترجمہ کرنا چاہیں وہ مؤلف کو لکھیں

آپکا مسیوک "مؤلف"

کتاب ملنے کا پتہ:۔ پستک مندر دہلی

آصفیہ

Mahmood Ki Chand

میرزائی سے بہتر

دُوربین

جناب مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے بحیثیت ناظر تالیف وتصنیف دوربین کے متعلق تحریر فرماتے ہیں، کہ یہ افسانہ پہلے افسانہ مرزائی سے بھی بہتر ہے

اس افسانہ دوربین کا پلاٹ اس قدر عجیب و غریب اور سحر آفریں ہے کہ ایک فلم کمپنی صرف افسانہ کی قیمت پانچ ہزار روپیہ دے رہی تھی کہ اگر اس کے اندر سے تبلیغ کا حصہ آپ نکالدیں تو اس کا ٹاکی فلم بنا کر تمام دنیا کے فلموں کو مات کردوں۔ کیونکہ اس کا پلاٹ بالکل نئی قسم کا ہے اور اس کے ہر باب میں ڈرامائک پاور بھری ہوئی ہے۔ ایک روپیہ پیشگی بھیجکر منگوایئے۔

پانچ کتابیں یکجا منگانے والوں سے چار روپے قیمت لیجائیگی

منیجر بک منڈ دہلی